حواشی امام احمد رضا

عربی اردو

درمختار کے حاشیہ طحطاوی پر حواشی

تصنیف لطیف

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

ترجمہ و تحقیق

مولانا محمد صدیق ہزاروی

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری حاصل کرنے کے لیئے

ٹیلیگرام چینل لنک

https://t.me/tehqiqat

آرکاریو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بلوگسپوٹ لنک

https://ataunnabi.blogspot.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

بفیض حضور مفتیٔ اعظم

حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہٗ

حواشی امام احمد رضا

عربی / اردو

درمختار کے حاشیہ طحطاوی پر حواشی



تصنیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ

ترجمہ و تحقیق

مولانا محمد صدیق ہزاروی

فہرست

مضمون	صفحہ
تاثرات	۱۵
〃	۱۶
تعارف (امام احمد رضا بریلوی)	۱۷
〃 (امام سید احمد طحطاوی)	۲۰
لفظ اسم کے اشتقاق پر بحث	۲۱
"بسم اللہ" کا متعلق کیا ہونا چاہیے	〃
صفت رحیم کے عموم و خصوص پر بحث	۲۲
صفت رحمن و رحیم میں سے کونسی صفت ابلغ ہے	〃
سورہ برات کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہ؟	۲۳
چوری کی بکری پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کیا وہ مالک کے لیے بھی حرام ہو جاتی ہے، اعلیٰحضرت کا امام طحطاوی سے علمی اختلاف	۲۴
اللہ تعالیٰ کو غائب کے صیغہ سے خطاب کرنا	۲۵
الف اشباعی کا مسئلہ	۲۶
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے متعلق من گھڑت واقعہ نقل کرنے پر خطیب بغدادی اور امام طحطاوی پر اعلیٰحضرت کی گرفت	۲۷
مجتہد کون ہو سکتا ہے؟	۲۸
علم حقیقی کے مسئلہ پر اعلیٰحضرت کا امام طحطاوی سے اختلاف	۲۹
علم جفر کا بانی کون ہے؟	〃
علم جفر کا حصول کب ناجائز ہے؟	〃
امام اعظم کے والد ماجد کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضری	۳۰
محدث کامل بننے کے لیے کن کن مراحل سے گزرنا ضروری ہے۔	۳۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد،	

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا	۳۳	ٹوٹنے کے مسئلہ پر امام زیلعی سے اختلاف	۴۴
ایک غیر معروف کتاب سے امام اعظم سے متعلق غلط واقعہ نقل کرنے پر اعلحضرت کی گرفت	۳۴	اعلحضرت کی دقت نظر	″
ایک مسئلہ پر عربی عبارت کی تصحیح	۳۶	کان سے پیپ نکلنے کے مسئلہ پر علمی اختلاف	۴۵
مسئلہ ختم نبوت پر امام طحطاوی کی ایک لغزش پر گرفت۔	″	اعلحضرت کی وسعت مطالعہ، امام طحطاوی سے ایک علمی اختلاف	″
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے عدل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق	۳۷	مسئلہ احتلام	۴۶
فقہ حنفی کا دوام	۳۹	امام طحطاوی سے وجوب غسل پر اختلاف	۴۷
مسواک کی مقدار	″	نشہ والے، بیہوش اور نیند سے بیدار ہونے والے کے احتلام کا مسئلہ	″
اعضاءِ وضو کو تین بار سے زائد دھونا	۴۰	پانی میں مخلوط، پاک مائع کی اقسام	۴۸
بوقت ضرورت، اعضاءِ وضو کو تین بار سے کم دھونا	۴۱	غیر جاری کثیر پانی کی مساحت پر اعلحضرت کی تحقیق	۵۰
مسنون تعداد کے اعتقاد کے ساتھ تین بار سے کم یا زیادہ دھونا	″	مستعمل پانی کے بارے میں تحقیق	″
ایک مسئلہ میں امام محمد کی ترجیح کی وضاحت	۴۲	پاک کب ناپاک ہوتا ہے؟ اختلاف ائمہ	۵۱
قے ناقض وضو ہے؟	۴۳	تیمم کی نیت کس وقت کی جائے	″
حالت سجدہ میں سونے سے وضو		"فاء" کی حیثیت پر امام طحطاوی سے اختلاف	۵۲
		درمختار میں تضاد کی وضاحت اور	

مضمون	صفحہ
دوسرے کو تیمم کرانے کے لیے تین ضربوں کی توجیہ	۵۳
سنت موکدہ اور تیمم؟	״
اسلام لانے کے لیے کیے گئے تیمم سے نماز پڑھنے کے مسئلہ پر اختلاف ائمہ	۵۵
جنبی، حائض، بے وضو اور میت میں سے پانی کا مستحق کون ہے؟	״
مباح پانی کی صورت میں جنبی اولیٰ ہے	۵۶
منی مستعمل نہیں ہوتی، اعلیٰحضرت کی تحقیق	״
جنبی، حدثِ اکبر کے ساتھ محدث ہوتا ہے	۵۷
قدرتِ غیر سے قادر کہلا سکتا ہے؟	״
مدتِ حیض کا تعین، ساعت فلکی سے ہوگا۔	۵۸
ساعتِ فلکی کی مقدار	״
سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا فرض ہے یا واجب؟	״
ظہر کے وقت میں کراہت نہیں	
امام طحاوی کے تضاد کی وضاحت	۵۹
اذان میں ترجیع نہیں	״
"ملتقی الابحر" کتنی اور کن کن کتب کے متون پر مشتمل ہے	۶۰
اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت کے مسئلہ پر امام طحطاوی سے اختلاف	״
مکبر "حی علی الفلاح" کہے تو کھڑا ہونا چاہیے	۶۱
استقبال قبلہ کے ضمن میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق	״
جبہہ اور جبیں کا فرق	۶۳
قعدہ اخیرہ کی رکنیت سے امام طحطاوی کے انکار پر اعلیٰ حضرت کا علمی واستدلالی محاکمہ	۶۴
اتباعِ امام کا مسئلہ	۶۵
مقتدی کا فعل، فعل امام سے مقارن ہونا ضروری نہیں البتہ تاخیر منع ہے	۶۶
کسی قدر قراءت کے بعد کوئی اقتداء کرے تو دوبارہ قراءت نہ کی جائے بلکہ اس سے آگے بلند آواز سے پڑھے	״
امام کے نزدیک مفسد نماز کا مقتدی کو علم ہو اور امام کو علم نہ ہو تو مقتدی کی نماز کے جواز میں اختلاف	۶۷

مضمون	صفحہ
اعلیٰحضرت کا وسیع مطالعہ	٦٨
معذور کی اقتدار میں طاہر کی نماز کے مسئلہ پر اعلیٰحضرت کی تفصیلی وجامع گفتگو اور امام طحطاوی سے اختلاف	″
ہکلا کی نماز کا مسئلہ	٧٢
"ولاالضالین" کو "ظاد" کے ساتھ پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے	″
مسئلہ سدل پر امام طحطاوی اور علامہ شامی سے اختلاف،	٧٣
شافعی مسلک امام کی اقتدار میں دعاءِ قنوت کا مسئلہ	″
امام رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھے تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے	٧٤
اس مسئلہ میں امام زیلعی سے اختلاف	٧٥
قنوت نازلہ تمام جہری نمازوں میں نہیں بلکہ صرف صبح کی نماز میں ہے	″
قنوت نازلہ کب پڑھی جائے ؟	٧٦
اعلیٰحضرت کی کتب فقہ پر گہری نظر	″
قنوت کے ضمن میں اتباع امام کا مسئلہ	″
نوافل منذورہ میں قیام کی حیثیت	″
سواری کی حالت میں نماز باجماعت کا حکم ؟	٧٧
قنوت اور تشہد میں اتباعِ امام کا مسئلہ	″
تنہا فرض پڑھنے والے کے لیے تراویح باجماعت پڑھنے کے مسئلہ پر امام طحطاوی کا صاحب درمختار پر اعتراض اور علامہ شامی کا جواب	″
وتروں کی جماعت، فرضوں کی جماعت کے تابع ہے علامہ شامی کا امام طحطاوی کو جواب،	٧٩
وتر، عشاء کے تابع ہیں۔ اعلیٰحضرت کا امام طحطاوی کو جواب	″
تنہا فرض پڑھنے والا، وتر بھی تنہا پڑھے۔	٨٠
ایک مسئلہ پر نحوی تصحیح	″
کتب فقہ کے ساتھ اعلیٰحضرت کا گہرا تعلق	٨١
مسافت سفر کا مسئلہ	٨٢
اعلیٰ حضرت کا فقہی مطالعہ	٨٣
مسافر کے لیے قصر نماز کا مسئلہ	″
اعلیٰحضرت کا وسیع مطالعہ	″

مضمون	صفحہ
علتِ قصر کے ضمن میں ابن ہمام سے اختلاف	۸۴
نزولِ برکات باعتبار ترتیبِ صفوف	۸۵
بدھ کو شروع کیا جانے والا کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے	″
یجوز، کونسی کراہت کا متقاضی ہے؟ امام طحطاوی سے اختلاف	۸۶
مسلم وغیر مسلم کا مخلوط اجتماع بلاضرورت مکروہ ہے	″
قرطبی سے نقل کردہ ایک روایت پر اعلیٰ حضرت کی جرح	۸۷
قبر کے پاس نماز پڑھنا کیسا ہے؟	″
شاہد عدل، حاکم کے پاس چاند کی شہادت دے تو سننے والے کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔	″
ظاہر العدالۃ اور مستور العدالۃ کا فرق	۸۸
ایک آدمی کی دوسرے پر شہادت	″
اعلحضرت کی وسعت علمی	″
عید الفطر کے چاند کیلئے علل مطلع	″
بسلسلہ چاند حکمران کی عدم موجودگی میں علماء سے فیصلہ لیا جائے	۸۹
دو عادلوں کی خبر سے افطار کا حکم کیسا ہے؟	۸۹
حاکم خود چاند دیکھے تو طریقہ شہادت کیا ہے؟ امام طحطاوی سے اختلاف اور قرین قیاس صورت کا بیان	″
دورِ تساہل میں عید الفطر کے چاند کا مسئلہ اور مصر میں رونما ہونے والا واقعہ	۹۰
رمضان کا چاند دیکھنے والا خود روزہ رکھے	۹۱
ثبوت چاند کا طریقہ تمام مہینوں کے لیے ایک جیسا ہے	۹۲
کان میں پانی داخل ہونا مفسد صوم ہے یا نہیں؟	″
اعلحضرت کی اسماء الرجال پر گہری نظر	۹۳
روضۂ انور کی زیارت مستحب بلکہ طاقت ہو تو واجب ہے	۹۴
روضۂ انور کی نیت سے سفر کرنا چاہیے	″
زیارتِ روضۂ رسول کے ضمن میں نجدیوں کا ابطال (حاشیہ)	″
مسجد نبوی کی فضیلت	۹۵
نکاح بالاقرار کے انعقاد سے متعلق تین قول	″
اعلحضرت ایک بے مثال فقیہ	۹۶

مضمون	صفحہ
بالغہ لڑکی کے نکاح سے متعلق امام طحطاوی کی عبارت میں تضاد اور اس کی وضاحت	۹۶
کراہت تحریمی اور تنزیہی دونوں کے لیے نہی کا صیغہ ضروری ہے	۹۷
قصاص وحدود کے علاوہ پنچ، قاضی کے حکم میں ہے	۹۸
وکیل بالنکاح، خود نکاح پڑھائے ورنہ نکاح فضولی ہوگا	۹۹
نکاح کرکے دینے والا باپ یا دادا ہو تو صرف خاوند کا ذکر کفایت کرتا ہے ورنہ ذکر مہر بھی لازمی ہے۔	۱۰۰
اعلیٰ حضرت کی بے مثال فقاہت	//
باپ کا غیر کفو میں نکاح کرکے دینا کیسا ہے؟	//
باپ اور دادا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا غیر کفو میں یا غبن فاحش کے ساتھ نکاح کرکے دینا	۱۰۱
نکاح فاسد کی تعریف	
نکاح فاسد سے ثبوت نسب	//
کافر کا مسلمان عورت سے نکاح باطل ہے	//
امام طحطاوی کے کلام میں تضاد	۱۰۲
شعر کے آخری لفظ کو وقف کے ساتھ پڑھنے اور اس پر تعلیل پیش کرنے کے سلسلہ میں امام طحطاوی سے اختلاف	//
عورت، خاوند کو جماع سے کب روک سکتی ہے؟	۱۰۳
بسبب عدم ادائیگی مہر، عورت کو جماع سے روکنے کا حق ہے۔	//
شریعت میں عرف کا اعتبار	۱۰۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مسلمان تھے	۱۰۶
ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی وجہ نبی کریم رسول علیہ السلام تھی نہ کہ اعمال	//
والدین کریمین کے ایمان سے متعلق ایک واقعہ	۱۰۷
محارم سے نکاح اور وراثت کا مسئلہ	۱۰۸
مدت ایلاء (چار ماہ) سے زیادہ انقطاع جماع نہیں ہونا چاہیے	//
مدت ایلاء کے ضمن میں امام طحطاوی کی تشکیک کا ازالہ	۱۰۹
عورت کی نافرمانی کا ڈر ہو تو تنبیہ کی صورتیں اور ان پر بحث۔	۱۱۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خاوند کی اطاعت کن امور میں واجب ہے	۱۱۰	"الشکاز" کیا ہے ؟	۱۱۹
عورت خاوند کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو		عنین کا مفہوم	۱۲۰
سزا دینے کا مسئلہ	۱۱۱	عنین کو مہلت دینا	۱۲۱
طلاق کو طلاق نامہ سے مشروط کرنا		غیر قاضی کی تاجیل کا حکم	〃
جھوٹی طلاق کا اقرار	〃	باکرہ اور ثیبہ کی پہچان	〃
طلاق سے متعلق الفاظ کنایہ کے ضمن		خاوند میں عیب کی صورت میں عورت	
میں امام طحطاوی کی تصحیح	〃	کو اختیار رد	۱۲۲
الفاظ کنایہ سے متعلق تحقیق واختلاف	۱۱۳	بچے کی تربیت	〃
"اظفری بمرادک" میں دو احتمال ہیں		کتنے سال کا بچہ عاقل کہلاتا ہے	۱۲۴
امام طحطاوی سے اختلاف	۱۱۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کتنے سال	
طلاق کو محال بات سے معلق کرنا	〃	کی عمر میں اسلام لائے	〃
عدم طلاق کو امر محال سے معلق کرنا	۱۱۵	پرورش کرنے والی عورت اپنی ربیبہ	
اجنبی عورت کی طلاق کو معلق کرنا	〃	کے غیر محرم سے نکاح کرے تو حق	
عرف کا اعتبار	۱۱۶	حضانت کا کیا حکم ہے ؟	〃
طلاق مریض کے ضمن میں علامہ شامی		بچی کی حضانت کب تک ہے؟ تفصیلی	
کا صاحب درمختار سے اختلاف	〃	بحث	۱۲۵
بیوی کو ماں کی مثل کہنے سے وقوع		فقاہت اعلیٰ حضرت	۱۲۶
طلاق کے مسئلہ پر اعلیٰحضرت کا اختلاف	۱۱۷	غیر اللہ کی قسم کھانا	〃
کوئی چیز مباح کی جائے تو مالک کی		یمین لغو کے بارے میں اختلاف ائمہ	〃
ملک زائل ہو جائے گی۔	۱۱۸	"وسلطان اللہ" کے الفاظ قسم ہیں یا نہیں	۱۲۷
کفارہ کے ضمن میں اباحت سے		وجوب حد کے لیے حرمت زنا کا علم	
تملیک مراد لینا	〃	ضروری ہے یا نہیں ؟	۱۲۸

مضمون	صفحہ
گواہانِ زنا سے قاضی کیا سوال کرے؟	۱۲۹
"کیف ھو" کے سوال پر اعلحضرت کا اختلاف	〃
جنتیوں کے دبر نہیں ہونگے	〃
جنتی عورتوں کی شرمگاہیں بھی نہ ہونگی	۱۳۰
اعلیٰ حضرت کا قیاس	
عورت پر جہاد فرض نہیں	〃
عورت پر کن امور میں خاوند کی اطاعت واجب ہے	〃
دارِ حرب کے قیدیوں کی خریداری میں کیا ترتیب ہے؟	〃
کفار سے استعانت	۱۳۱
اعلحضرت ایک عظیم فقیہ	۱۳۲
انبیاء و قرآن کی توہین کفر ہے اس میں نیت کا اعتبار نہیں	〃
انبیاء کرام معصوم ہیں	۱۳۳
عصمت انبیاء کا انکار کفر ہے	〃
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، باعثِ تخلیق آدم ہیں	۱۳۴
شخص معین کی لعنت سے انکار کفر ہے یا نہیں؟	〃
مسئلہ شراکت	〃
فقہی مسائل پر اعلیٰ حضرت کی گہری نظر	〃

مضمون	صفحہ
تعلیق وقف اور وقف مریض	۱۳۵
بانی کے ورثاء، نمازیوں کو مسجد کی توسیع سے روکنے کا حق نہیں رکھتے۔ بشرطیکہ راستہ میں گنجائش ہو اور مسجد کو توسیع کی ضرورت ہو	〃
غیر آباد مسجد کا سامان دوسری مساجد میں صرف کرنا	〃
متولی کا کسی کو وصی یا متولی بنانا	۱۳۶
وقف میں ذمہ دار شخص دوسرے کے لیے فارغ ہوسکتا ہے یا نہیں؟	〃
وقف کی نگرانی کا مسئلہ	〃
سلطان کا بیت المال سے زمین کا وقف کرنا	۱۳۷
وقفِ سلطان کی خریداری	〃
حموی کی عبارت پر نحوی بحث	۱۳۹
مجبور آدمی کی خرید و فروخت	〃
ادائیگیٔ قرض میں دراہم و دنانیر کی یکسانیت کا مسئلہ	〃
غصب شدہ کھانے کا خریدنا	۱۴۰
غاصب، مغصوب کا مالک ہے یا نہیں؟	〃
قرض خواہ کا مقروض کے دراہم پر قابو پانا	۱۴۱
بیع سلم کی تعریف و شرائط	۱۴۲

مضمون	صفحہ
صحتِ استصناع کا مدار کیا ہے؟	۱۴۲
بیع وفا کی تعریف	۱۴۳
ایک مسئلہ پر اعلیٰحضرت کا علمی اختلاف	،،
عطیہ اور رشوت	۱۴۴
معروف مشروط کی طرح ہے	،،
جس کام کا کرنا اخلاقی فرض ہے اس پر کچھ لینا جائز نہیں	،،
مصالحت کی تعریف اور حکم	،،
ہدیہ کی صورتیں	۱۴۵
حیلۂ استئجار	۱۴۶
غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق کیسا ہے؟	،،
عادل اور جائر کا مفہوم	۱۴۷
صحابہ کرام کا ادب واحترام لازمی ہے	،،
اپنے مسلک کے خلاف اجتہاد کا مسئلہ	۱۴۸
فرع، اصل کا عدل ثابت کرسکتا ہے یا نہیں؟	،،
دعویٰ زمین میں حد بندی کی شرط	۱۴۹
مالک کی اجازت کے بغیر مضارب کا عمل، غصب شمار ہوگا	،،
اجارۂ فاسدہ میں مضارب کا نفع میں حصہ نہیں	،،
بعض الفاظ جن سے عاریت ثابت ہوتی ہے۔ سلطان کی طرف سے ہبہ کے معنی میں ہیں	۱۵۰
ہبہ میں شرطِ خیار کا مسئلہ	۱۵۱
کسی کو اپنے مال میں کھانے یا لین دین کا اختیار دینا	۱۵۲
مشترک چیز کا ہبہ	۱۵۳
مشترک مال سے قرض دینا	،،
موہوب لہ نہ مشترک چیز کا مالک ہے نہ تصرف کا اختیار رکھتا ہے	،،
اولاد کو عطیہ دینے میں تفاوت برتنا	۱۵۴
کیا تملیک، ہبہ کا غیر ہے؟	۱۵۵
امام طحطاوی سے اختلاف	
اقسام تملیک	،،
تملیکِ فاسد	۱۵۹
خطوط سے متعلق مسئلہ	۱۶۰
اجارۂ فاسدہ میں اجر مثل کا وجوب	،،
اعلیٰحضرت کی وسعتِ معلومات	۱۶۱
عقدِ موالات کی تعریف اور مسائل	،،
عقدِ موالات کے لیے ارث اور دیت کی شرط	۱۶۲
مجبور کا ہبہ	۱۶۴
مجبور کا اقرار	،،

مضمون	صفحہ
صحتِ اسلام کے لیے شرط	۱۶۴
غلط کاموں میں مال صرف کرنا فسق ہے	″
آتش بازی اور پتنگ بازی وغیرہ ممنوع ہیں	″
غصب شدہ دراہم کا واپس کرنا	۱۶۵
بچے سے درہم لے کر خرچ کرنا اور پھر واپس کر دینا	″
مال مغصوب یا مال ودیعت سے حاصل شدہ نفع کا صدقہ کرنا	″
بعض صورتوں میں حکم نفع حکم اصل کے خلاف ہوتا ہے	۱۶۶
غصب شدہ رقم سے کچھ خرید کر کھانا	″
مغصوبہ کپڑے سے خریدی گئی لونڈی سے جماع کرنا	۱۶۷
معین و نقد، دراہم غصب کے ساتھ خریدی گئی چیز کا استعمال	″
مغصوبہ کاغذ پر کچھ لکھنے سے مالک کی ملک منقطع ہو جاتی ہے	۱۶۸
مغصوبہ بکری کو بھوننا یا پکانا	
مغصوبہ چیز کے بدلنے پر اس سے انتفاع کا مسئلہ	۱۶۹
اعلیٰحضرت کی فقہی بصیرت	″
ضمانت غصب کی چند مثالیں	۱۶۹
غیر کی زمین میں مکان تعمیر کرنا یا درخت لگانا	″
جہاد کے علاوہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا ناجائز ہے	۱۷۱
مذکورہ بالا مسئلہ میں علامہ طحطاوی کی دو، علامہ شامی کی تین اور اعلیٰحضرت کی پانچ توجیہات	″
مغصوبہ مال کی اجرت کے مسئلہ میں امام طحطاوی سے اختلاف	۱۷۲
اہل ہوا اور بدعتی کی تکفیر	۱۷۳
کلام فقہاء کے خلاف غیر فقہاء کا کلام معتبر نہیں	″
مذبوحہ جانور کے پیٹ سے نکلنے والا ناتمام بچہ نہ کھایا جائے	″
شرمگاہ، کپورے اور مثانہ مکروہ ہیں	۱۷۴
پتہ مکروہ ہے	″
خون کا مسئلہ	″
اعلیٰ حضرت کی وسعت مطالعہ	۱۷۵
شراب پی جانے والے جانور کو اسی وقت ذبح کیا جائے تو اس کے گوشت کا حکم	″

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کیا عورت محبتِ شوہر کے حصول کے لیے تعویذ کرا سکتی ہے؟	۱۷۵	وصی کی تقرری اور اختیار کا مسئلہ	۱۸۲
تعویذ کا جواز	״	وصی، میت کا نائب ہے	״
نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے	۱۷۶	محافظِ اوقاف، فقراء کا وکیل ہے	״
بازار میں بکنے والی چیز کے مغصوبہ ہونے کا گمان ہو تو نہ خریدی جائے	״	وصی، یتیم کے مال سے کسی کو قرض نہیں دے سکتا	۱۸۳
مغصوبہ چیز کے مسائل	۱۷۷	وصی کا کسی کو وصی مقرر کرنا	״
شراب کے ارادے سے انگور نچوڑنا منع ہے	۱۷۸	قاضی، اپنے مقرر کردہ قاضی کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟	״
گانے بجانے والوں کو کچھ دینا حرام ہے	״	واقف، اپنے مقرر کردہ متولی کو معزول نہیں کر سکتا۔	۱۸۴
پرندوں کو خرید کر آزاد کرنا	۱۷۹	ادائیگی، قرض سے پہلے، ترکہ میں ورثاء کا تصرف کیسا ہے؟	״
قرض خواہ، قرض دار کا مال بلا اجازت رہن رکھ سکتا ہے		عصبات نہ ہونے کی صورت میں بقیہ ترکہ، اصحاب فروض کی طرف لوٹے گا۔ البتہ بیوی یا خاوند کو نہیں ملے گا۔	״
راہن کا مرہون کو فروخت کرنا	۱۸۰	ثبوت بالروایت، ثبوت بالدرایت سے اولیٰ ہے	۱۸۵
مرہون کے زوائد سے مرتہن کا نفع حاصل کرنا	״		
آنکھوں کی دیت	۱۸۱		
بیٹے کا حصہ کسی دوسرے کے لیے وصیت کرنا	״		

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے متعدد کتب پر قلمی حواشی موجود ہیں جن میں اکثر ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں، انہیں نایاب اور نادر حواشی میں سے زیر نظر حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ہے۔

پہلے یہ رواج عام تھا کہ علماء اپنی تصانیف میں متعدد کتابوں کی عبارتیں ذکر کرتے اور جلد یا صفحہ کی نشاندہی نہیں کرتے تھے، حدیث شریف ذکر کردیتے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے لیکن اب قارئین کی سہولت کی خاطر عام طور پر یہ طریقہ اختیار کرلیا گیا ہے کہ جس کتاب کا متن میں ذکر ہو، حاشیہ میں اس کی جلد اور صفحہ اور مصنف کے نام اور سن وفات کی بھی تصریح کردی جائے۔

مولانا محمد صدیق صاحب سعیدی ہزاروی (شکر اللہ سعیہم) نے انتہائی عرق ریزی سے اعلیٰ حضرت کے ان حواشی کے مراجع اور مآخذ، اصل کتابوں سے تلاش کئے اور ان کو جلد اور صفحہ کی قید کے ساتھ حاشیہ میں ذکر کیا اور اس کا انتہائی سہل اور دل نشیں ترجمہ کیا، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو ثمر آور کرے اور مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔

حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے وہ اعلیٰ حضرت کی علمی شخصیت کو متعارف کرانے کے لئے اور ان کے فیض کو جاری رکھوانے کے لئے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو سامنے لاتے رہتے ہیں، اس رسالہ کی طباعت بھی انہی کی مساعی کا ثمرہ ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

علامہ حافظ عبدالحی چشتی قدس سرہٗ ۱؎

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی ونسلم علی حبیبہ ورسولہ الکریم

اما بعد عرض اینکہ میرے عزیز مکرم و ہمدم محترم مولانا مولوی محمد صدیق صاحب ہزاروی مدرس دار العلوم جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور و خطیب جامع مسجد خراسیاں، لوہاری منڈی لاہور، جو افاضلِ روزگار میں سے ہیں، نے اپنی ہمتِ عالی کے پیشِ نظر ایک نایاب علمی خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کی سعی فرمائی ہے۔ مولانا موصوف نے اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کے وہ نادر حواشی جو اعلیٰحضرت نے طحطاوی شرح الدر المختار پر اور معالم التنزیل یعنی تفسیر امام بغوی پر چڑھائے ہیں، ترجمہ و شرح کے ساتھ مراجع حواشی کے حوالوں کو بھی تلاش کر کے ساتھ قلم بند کر دیا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

موصوف نے آج اپنی اس علمی پیداوار کی کتابت شدہ کاپیاں مجھے دکھائیں جن کو میں نے مختلف جگہوں سے دیکھا، الحمد للہ! کام بڑی تندہی اور پوری جد و جہد سے کیا گیا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہر ذی علم موصوف کی اس علمی بیش بہا خدمت کو دیکھ کر موصوف کا شکر گزار ہوگا۔

میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ موصوف کی اس دینی اور علمی سعی کو مشکور فرمائے اور موصوف کو ماجور، وما ذالک علی اللہ بعزیز، والسلام

۲۷ اگست ۱۹۸۱ء

حافظ محمد عبد الحی چشتی غفر لہ ربہٗ

مفتی بہاولپور و سابق شیخ الحدیث دار العلوم النظامیہ و اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

۱؎ پانچ جنوری ۱۹۸۲ء کو آپ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۲؎ تفسیر معالم التنزیل پر حواشی بھی مجلس رضا کی طرف سے چھپ چکے ہیں۔

تعارف

علم وفضل کے آفتاب درخشاں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ، کا شماران نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جن پر خود زندگی ناز کرتی ہے۔ آپ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف (بھارت) کے ایک علمی وروحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۷ء) اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور تیرہ برس کی عمر میں صرف، نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول، معانی وبیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ تمام علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو سندِ فراغت حاصل کی، اور اسی روز مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

آپ کو مذکورہ بالا علوم کے علاوہ تاریخ، لغت، ارثماطیقی، جبر ومقابلہ، حساب سینی، لوگارثمات، توقیت، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث سطح، ہیئت جدیدہ، جفر، علم الفرائض عروض وقوافی، نجوم، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر ہندی، خطِ نسخ، خطِ نستعلیق وغیرہ میں کمال فن حاصل تھا۔ درس وتدریس، فتاویٰ نویسی، تصنیف وتالیف، احیاء اسلام، رد بدعات ومنکرات اور تجدید عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اہم مصروفیات سے بھرپور زندگی کے تقریباً ارسٹھ سال گزارنے کے بعد آپ نے ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کر کے ابدی زندگی حاصل کی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تقریباً پچاس علوم و فنون پر تقریباً ایک ہزار علمی تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ خصوصاً بڑے سائز کی بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ، جو علوم و فنون کا مستقل انسائیکلوپیڈیا ہے، آپ کی علمی کاوشوں اور اجتہادی بصیرت کا نادر شاہکار ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم و فنون کی کم و بیش تمام کتب متداولہ پر حواشی تحریر فرمائے جن میں کچھ چھپ چکے ہیں جبکہ بعض منتظر طباعت ہیں۔

جناب سید ریاست علی رضوی (مینجر ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان کراچی سیلز ڈیپارٹمنٹ) نے ۱۹۷۹ء میں بریلی شریف میں قیام کے دوران اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کی کتب و رسائل کے بارے مختلف حضرات سے تبادلۂ خیال کیا جو سودمند ثابت ہوا اور اس کے نتیجے میں حضرت مولانا خالد علی خان صاحب (نواسہ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی) نے اُن کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے باسٹھ (۶۲) غیر مطبوعہ حواشی اور کچھ مطبوعہ رسائل مہیا فرمائے۔

اہلِ سنت وجماعت، ہر دو حضرات کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے حضرت فاضل بریلوی کی علمی و تحقیقی کاوشوں سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

زیر نظر حواشی، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار پر فاضل بریلوی کی علمی تعلیقات ہیں جن کی تحقیق و ترتیب اور ترجمہ کے ضمن میں راقم نے حتی المقدور سعی کی ہے، تاہم علمی بے بضاعتی کے پیش نظر کوتاہی کا اعتراف ہے اور قارئین سے مفید مشوروں اور اصلاح کی نہ صرف توقع بلکہ اپیل ہے۔

قابل قدر اساتذہ کرام حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے قدم قدم پر راہنمائی فرما کر میرے لیے اسے سہل بنایا اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلی نے نظر ثانی کے ذریعہ تعاون فرمایا۔ راقم ان حضرات کا تہہ دل سے

ممنون ہے۔

مرکزی مجلس رضا لاہور، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کی دینی و ملی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ حکیم اہلِ سُنّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی، اہلِ سُنّت وجماعت کے لیے سراپا خدمت، رافت و شفقت اور مشعل راہ ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کی علمی و روحانی شخصیت سے بغض و عداوت کی دبیز تہوں کو ہٹا کر ملتِ اسلامیہ کو ان کی شخصیت سے روشناس کرانے میں مرکزی مجلسِ رضا کا معتد بہ حصہ ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے تعمیری منصوبوں کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حضرت حکیم محمد موسیٰ سمیت اکابر اہلِ سُنّت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

محمد صدّیق ہزاروی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متوطن: چھترڈاکخانہ چیٹہ بٹہ
تحصیل و ضلع مانسہرہ ـــــ ہزارہ۔

علامہ سیّد احمد طحطاوی

(م ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء)

فقہ حنفی کے مفتی شہیر علامہ سیّد احمد بن محمد بن اسماعیل دوقاطی، طحطاوی، سیّد محمد توقادی، رومی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد، اسیوط (مصر) کے قریب، مقام طحطا میں سکونت پذیر تھے اور وہیں علامہ طحطاوی کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور مفتی حنفیہ مقرر ہوئے۔

علم فقہ کے حصول کے لیے آپ نے شیخ وقت، شیخ محمد حریری قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علامہ طحطاوی، علم وفضل میں یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

چار ضخیم جلدوں پر مشتمل درمختار پر حاشیہ، نورالایضاح کی شرح مراقی الفلاح پر حاشیہ اور موزوں پر مسح کے بارے میں رسالہ، آپ کے رشحات قلم سے ہیں۔

تحقیق وتدقیق سے مزین یہ تصانیف شہرت تامہ رکھتی ہیں اور آپ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مشہور حنفی فقیہ، علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ نے ردالمحتار کی تصنیف میں آپ کے حواشی سے استفادہ کیا۔ ۱۵ ار رجب المرجب ۱۲۳۱ھ کو آپ کا وصال ہوا [1]

---

[1] عمر رضا کحالہ ، معجم المؤلفین ج ۲ ص ۸۱

" اسمٰعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۱۸۴

" فقیر محمد جہلمی ، حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامِ طحطاوی[۱] —— امام سید احمد طحطاوی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح میں لفظِ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا تو یہ سِمْوٌ سے مشتق ہے یا وَسْمٌ سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوفی ہیں۔

اعلیٰحضرت[۱] —— کوفیوں کے نزدیک اسم کا وِسْمٌ سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے جیسے اُدْیٌ اصل میں اَدْوُیٌ تھا، واؤ کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور اَنْیُقٌ دراصل اَیْنُوقٌ تھا۔

امامِ طحطاوی[۲] —— بسم اللہ میں "ب" کے ظرف کا ذکر کرتے ہوئے، امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جمہور شارحین اور عام مفسرین کے نزدیک حرفِ جار کا متعلق اَقْرَأُ ہے جو بسم اللہ کے بعد مقدر ہے اور یہاں پانچ امور ہیں، متعلق فعل ہو فعل مضارع ہو، خاص فعل ہو، محذوف ہو اور مؤخر ہو، فعل خاص کے متعلق ہونے پر بطور دلیل علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شروع کئے جانے والے کام کی مناسبت سے فعل کا مقدر ہونا اولیٰ ہے۔

اعلیٰحضرت —— جب شروع کئے جانے والے کام پر کوئی قرینہ موجود ہو تو بعینہٖ فعل خاص کی تقدیر میں کوئی حرج نہیں (مثلاً کھانا سامنے ہو تو اٰکُلُ مقدر ہوگا، قلم دوات اور کاغذ کا ہونا کتابت پر قرینہ ہے لہٰذا اَکْتُبُ فعل مقدر کیا جا سکتا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس)

طحاوی ۳ — اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن اور رحیم کی بحث میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، غیرِ خدا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا البتہ معنوی اعتبار سے یہ عام ہے کہ مومن اور غیر مومن سب سے متعلق ہوسکتا ہے لیکن رحیم لفظاً عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے (جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فرمایا گیا) لیکن معنوی اعتبار سے صرف مومنین کے ساتھ اور وہ بھی آخرت میں، خاص ہے۔

اعلیٰحضرت — صفتِ "رحیم" کا مومن کے ساتھ آخرت میں خاص ہونا اس وقت ہے جب کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو۔

طحاوی ۴ — دونوں صفتوں میں سے کونسی ابلغ ہے؟ اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک "رحمٰن" ابلغ ہے اور یہی قول زمخشری کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک "رحیم" ابلغ ہے، قولِ ثانی کی ترجیح پر بطورِ دلیل امامِ طحطاوی نے حدیث بیان کی: رحيم الدنيا ورحمٰن الآخرة۔

اعلیٰحضرت — امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک کے الفاظ میں رحمٰن اور رحیم دونوں کو دنیا و آخرت سے متعلق بیان کیا گیا چنانچہ فرمایا گیا رحمٰن الدنيا والآخرة ورحيمهما لہٰذا صفتِ رحیم کو دنیا اور رحمٰن کو آخرت سے متعلق بیان کرنا الفاظِ حدیث میں تبدیلی ہے اور یہ تفنن کی قسم سے ہے ورنہ حدیثِ پاک کے الفاظ دونوں مذاہب کا رد کرتے ہیں، ان کا بھی جو رحمٰن کو خاص مانتے ہیں اور ان کا بھی جو رحیم کو

خاص مانتے ہیں لہذا بہتر وہی ہے جسے بعد میں علامہ طحطاوی نے خود بیان کیا وقیل الاظہر ان جہۃ المبالغۃ فیہا مختلفۃ فمبالغۃ فعلان من حیث الاستیلاء والغلبۃ ومبالغۃ فعیل من حیث التکرار۔

طحطاوی ۵ بسم اللہ پڑھنے کے احکامات ومقامات کا ذکر کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور انہی مقامات میں سے ایک سورۂ برارت سے ابتداءِ قرارت ہے لیکن بعض مشائخ نے یہ قید لگائی ہے کہ جب سورۂ برارت کو سورۂ انفال سے ملاکر پڑھے تو مکروہ ہے ورنہ سوۂ برارت سے ابتداء ہو تو سنت ہے، اس کے بعد ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

اعلیحضرت ——— امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہی بات اس حدیثِ پاک سے ثابت ہے جس میں حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ برارۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی [۱]

---

[۱] حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرتِ عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سورۂ انفال اور سورۂ برارۃ کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتبینِ وحی کو بلاکر حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں درج کردو، سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے جبکہ سورۂ برارۃ آخرِ قرآن سے ہے، ان دونوں کے بیان کی مشابہت کی وجہ سے میں نے ان کو ایک شمار کیا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا پس میں نے ان دونوں کو بسم اللہ لکھے بغیر ملادیا (الحدیث ملخصاً) (ترمذی شریف صہ۱۴۲)

طحطاوی ___ امام طحطاوی نے فرمایا کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ "اگر شراب پینے، حرام کھانے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا" کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اذن ہو کیونکہ اس کے نام سے برکت یا امداد کا حصول اس کی رضا کے بغیر متصور نہیں چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بکری چوری کر کے اس پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرے، پھر وہ مالک کو مل جائے تو کیا وہ اسے کھائے؟ اصح بات یہ ہے کہ وہ نہ کھائے کیونکہ اس چور نے حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ نہ تو وہ اس بکری کا مالک ہے اور نہ ہی اسے مالک کی اجازت حاصل ہے۔

اعلیٰحضرت ___ اعلیٰ حضرت نے علامہ طحطاوی کے ساتھ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلافِ معتمد علیہ قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی بتایا کہ فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے اس مسئلہ کو ذبائح کی بحث میں بیان فرمایا ہے۔

شامی میں ہے :-

وفیہ نظر لان المعتمد خلافہ بدلیل قولهم بصحۃ التضحیۃ بشاۃ الغصب واختلافهم بشاۃ الودیعۃ ولهذا قال السائحانی اقول هذا ینافی ما تقدم فی الغصب وفی الاضحیۃ فلا یعول علیہ [1]

---

[1] ردالمحتار : ج ۵، ص ۳۰۷، کتاب الصید۔

خود علامہ طحطاوی نے کتاب الاضحیہ میں کما یصح لو ضحی بشاۃ الغصب کی تشریح میں لکھا ہے :-

یستفاد من حل الذبیحۃ بالضمان وعدم الکفر بالتسمیۃ علی الحرام القطعی بل لا یکفر الا بالاستحلال[1]

پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :-

وینبغی ان توکل ھذہ الشاۃ[2]

طحطاوی[7] —— درِ مختار کے مصنف حضرتِ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے کتاب کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا یا من شرحت "اے وہ ذات جس نے ہمارے سینوں کو کھول دیا" اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یا من کا مطلب ہے اے وہ ذات جسے پکارا گیا، اور یہ اندازِ تخاطب تعظیمِ خداوندی کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیحضرت —— امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللہ تعالے کو اس طرح مخاطب کرنا مکروہ خیال کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں اس طرح مذکور ہے (پھر اعلیحضرت نے دو حدیثیں ذکر فرمائیں) اے وہ ذات جس نے برائی کو چھپایا اور اچھائی کو ظاہر کیا" دوسری حدیث میں فرمایا" اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا پس پورا کیا اور ڈرایا پھر معاف کیا۔

طحطاوی[8] —— علامہ علاؤ الدین حصکفی نے درِ مختار کے خطبہ میں فرمایا کہ اس کتاب کو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی جز ۴ ص ۱۶۷

[2] حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳

دیکھنے والے سے مجھے امید ہے کہ وہ اسے رضامندی اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے اور اگر کہیں نقص پائے تو اصلاح کے ساتھ اس کی تلافی کرے چنانچہ الفاظ یہ ہیں :-

وما مولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا و الاستبصار و ان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح الخ

لفظِ تلافہ پر بحث کرتے ہوئے امامِ طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ تلفہ ہے، ہو سکتا ہے کہ الف اشباعی[1] ہو اور یہ بعض لوگوں کی لغت ہے جس طرح قنیہ میں کہا گیا ہے اگرچہ زیلعی نے اس کو (قواعد کی رُو سے) بعید قرار دیا ہے اور شعر کے ساتھ مخصوص گردانا ہے۔

اعلیحضرت ـــــ بطورِ استشہاد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ الف اشباعی کے ساتھ "تلفہ" کو پڑھنا اسی طرح ہے جس طرح بعض لوگوں کی لغت میں حروفِ مدہ کی جگہ صرف حرکات کی ادائیگی پر اکتفار کیا جاتا ہے اور یہ بھی قنیہ میں مذکور ہے پس پہلا گروہ اعوذُ کو اعوذ (حرفِ مدہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں اور دوسرے حرفِ مدہ کے بغیر صرف حرکت کے ساتھ اَعُذُ پڑھتے ہیں۔

طحطاوی ـــــ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں تاریخ بغداد کے حوالے سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے طلبِ فقہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے جو بقولِ خطیب بغدادی امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے روایت کی جس میں

---

[1] الف اشباعی، کھڑی زبر (الفِ مقصورہ) کو کہتے ہیں۔

امام صاحب قدس سرہ نے اپنے بچپن کا واقعہ ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ طلبِ علم کے سلسلہ میں استخارہ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے قرآن سیکھو (آپ فرماتے ہیں) میں پوچھتا ہوں اس کا انجام کیا ہوگا تو جواب ملتا ہے کہ جب تم قرآن حفظ کر کے ایک جگہ بیٹھ جاؤ گے، بچے پڑھنے آئیں گے پھر ان میں سے کوئی تم سے زیادہ لائق ہو جائے گا یا برابر ہوگا تو آپ کی سرداری ختم ہو جائیگی، اسی طرح علمِ حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھیں گے پھر طلباء آپ کے پاس آئیں گے تو کچھ ہی عرصہ بعد آپ غلط بیانی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے تو جھوٹ سے متہم ہوں گے تو میں نے کہا اس کی بھی حاجت نہیں، پھر میں نے کہا اگر میں نحو پڑھوں، انجام کار کیا ہوگا؟ تو جواب دیا گیا، تو مدرس بن جائیگا اور پھر تیری آمدنی دو تین دینار سے زیادہ نہیں ہوگی، میں نے کہا اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں۔ پھر میں نے کہا اگر میں شعر کہوں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ ہو۔ جواباً کہا گیا کہ یا تو تو کسی کی مدح کریگا یا ہجو دونوں صورتوں میں کسی نہ کسی لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح علم کلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب۔ ملا کہ اس کا انجام بھی اچھا نہیں کیونکہ تجھے معاذ اللہ زندیق کہا جانے لگے گا۔ آخری سوال فقہ کے بارے میں کیا تو جواب ملا کہ جب تو فقیہ بن جائے تو لوگ تجھ سے مسائل پوچھیں گے تو فتویٰ دے گا اور تجھے عہدہ قضا کے لئے دعوت دی جائے گی تو میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی علم نفع بخش نہیں پس میں نے علم فقہ حاصل کیا۔

اعلیٰحضرت ــــــ امام احمد رضا بریلوی اس من گھڑت واقعہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اولاً سب کے لئے مع امام طحطاوی کے بخشش مانگتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں امامِ اعظم قدس سرہ کے مناقب اور خرابیوں کو جمع کیا

تعریف کرنے والوں اور طعن کرنے والوں کے کلام کو شامل کتاب کیا، پھر خطیب بغدادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی تاریخ میں برائیاں کرنے والوں کے جاہلانہ خیالات کو جمع کیا اور اس کا جواب انہیں "السہم المصیب فی کبد الخطیب" نامی کتاب کے ذریعے دے دیا گیا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ کس طرح اس حکایت کو گھڑنے والے جھوٹے شخص نے اسے اس انداز سے بیان کیا کہ وہ بصورتِ ذم نہ ہو اور اسی سے امام جلال الدین کو بھی مغالطہ پیدا ہوا اور انہوں نے اسے مناقب میں ذکر کیا اور پھر اس سید (امام طحطاوی) نے (اللہ اس کی بخشش کرے) اس کی اتباع کی۔

اس واقعہ کے خود ساختہ ہونے کی طرف امام احمد رضا بریلوی اشارہ فرماتے ہیں کہ ہر عقلمند اس واقعہ کی کمزوری کی گواہی دے گا اور یہ عوام الناس میں سے کسی کا قول ہو سکتا ہے، علماء اسلام میں سے کسی کا قول نہیں کیونکہ وہ خیر القرون کا دور تھا اور لوگ اس قدر لوگ نہیں تھے کہ قرآن وحدیث کو ترک کر دیں اور ان کی طلب سے لوگوں کو منع کریں اور پھر اس کے بطلان پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں فقہ کسی شخص کے فروعات کے طور پر معروف نہ تھی بلکہ وہ اجتہاد کا دوسرا نام تھا اور (حقیقت یہ ہے کہ) قرآن و حدیث کے احکام اور اجماع کا احاطہ کئے بغیر اجتہاد ناممکن ہے اور ان کا ادراک عربی میں مہارتِ تامہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس مفتری کا بھلا نہ کرے، اس نے اس من گھڑت واقعہ کے ذریعے (لوگوں کو) یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہ تو قرآن کا علم رکھتے تھے نہ حدیث کا بلکہ آپ صرف عربی دان تھے، اس لئے آپ نے شریعت کو اپنی مرضی کے

تابع کر کے جو چاہا حلال کر دیا اور جو چاہا حرام کر دیا اور یہ بات کوئی بے حیا بے دین ہی کہہ سکتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱۰ **طحطاوی** ـــــ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غلط نیت سے بھی علم حاصل کرے تو علم کی برکت سے نیت صحیح ہو جاتی ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ امام طحطاوی سے اختلاف کرتے ہوئے اعلیٰحضرت، امام غزالی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ علمِ حقیقی وہی ہے جو ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے، اور وہ خلوصِ نیت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، غیر مخلص کا علم، علمِ حقیقی نہیں۔

۱۱ **طحطاوی** ـــــ بعض لوگوں کی اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ علمِ جفر کے بانی امیر المومنین حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور علمِ نجوم اس وقت حرام ہے جب اس کو حاصل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضا پر ایمان نہ رکھتا ہو یا اپنی طرف سے علمِ غیب (کے حصول) کا دعویٰ کرے، ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہو جائے گا[1]۔

اعلیٰحضرت ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ علمِ جفر کی ابتدا کی نسبت حضرتِ امیر المومنین کی طرف کرنا جھوٹ ہے البتہ اس علم کے بانی حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرحِ مواہب اللدنیہ میں ذکر فرمایا[2]۔ اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے علمِ جفر کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص علمِ جفر سے واقفیت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس میں عدمِ جواز کی وجہ اس کے سوا

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۰

[2] علاوہ ازیں اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ ج ۷، ص ۲۰۷ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بھی آپ ہی کی طرف نسبت کا ذکر ہے

کچھ نہیں کہ کوئی شخص خیر و شر کو (حقیقۃً) غیر اللہ کی طرف سے جانتا ہو یا ذاتی طور پر علم غیب کا دعویدار ہو اور اس سے نفسِ علم (کے حصول) میں ضرر ثابت نہیں ہوتا۔

طحطاوی[12] ـــــــ خطیبِ بغدادی نے اپنی تاریخ (تاریخ بغداد) میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد سے روایت کی ہے کہ امام صاحب قدس سرہ کو ان کے والد ثابت امیر المومنین حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپکی پیدائش سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۲۹ سال چھ ماہ بعد انتقال فرما چکے تھے جبکہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے یہ اشکال اسمٰعیل بن حماد کے ان الفاظ "ذھب ثابت بجدی" میں "ب" کی زیادتی سے پیدا ہوا۔

اعلیٰحضرت ـــــــ آپ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ بعض راویوں یا بعض ناقلین کی طرف سے "بجدی میں ب" کی زیادتی ہوئی درصحیح روایت یہ ہے کہ "ذھب ثابت جدی" یعنی میرے جدِ اعلیٰ ثابت، امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

---

[12] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام طحطاوی سے سبقتِ قلم کے تحت قبل الثلاثین تحریر ہوا ورنہ مناسب قبل الثمانین ہے کیونکہ ۸۰ھ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی اور اس سے قبل یعنی ۴۰ھ میں حضرتِ علی مرتضیٰ کا وصال ہوا نہ کہ ۳۰ھ سے قبل۔ (مرتب)

۱۳
طحطاوی

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں :

ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات ومحطھا ان الفقہ ھو ثمرۃ الحدیث ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں "نقل" علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم المصری الحنفی (م ۹۷۰ھ) ہیں اور انہوں نے الاشباہ والنظائر میں عبارتِ مذکورہ بالا تحریر فرمائی۔

اعلحضرت ـــــ اعلحضرت علیہ الرحمہ نے الاشباہ والنظائر سے مسئلہ رباعیات؛ اجمالاً نقل فرمایا، جس کا مفہوم، تفصیلاً درج ذیل ہے۔

کامل محدث بننے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث مبارکہ اور احکام صحابہ کرام کی روایات اور ان کی عمریں، تابعین اور دیگر علماء کے احوال اور تواریخ کا علم، نیز ان چار کے ساتھ دیگر چار باتوں یعنی، ان کے نام کیفیّت مقام اور زمانہ کا علم اس طرح ضروری ہے جس طرح خطبات کے لیے "الحمد للہ"، اظہار عجز کے لیے دعا، سورت کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیر لازمی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث کی اقسام مثلاً مسند، مرسل، موقوف اور مقطوع کا علم بھی ضروری ہے۔ عمر کے تمام مراحل بچپن، بلوغ، جوانی اور بڑھاپے میں نیز مصروفیت، فراغت، محتاجی اور کشادگی کے حالت میں، پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور بستیوں سے پتھروں، ٹھیکریوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھ کر (یہ اس وقت ہے جب کاغذ نہ ملتے ہوں) اپنے سے بڑے، چھوٹے، ہم عمر اور اپنے باپ کی کتاب سے جب یقین ہو کہ اسی کا خط ہے، علم حدیث حاصل کیا جائے۔

رضائے الٰہی کا حصول عمل بشرطیکہ قرآن پاک کے مطابق ہو، طلباء کو سکھانا اور مٹ جانے کے وقت دوبارہ زندہ کرنا، مقصد ہو۔

ان تمام امور کی تکمیل کے لیے آٹھ باتیں لازمی ہیں چار یعنی کتابت، لغت صرف اور نحو کا جاننا خود بندے کے ذاتی عمل سے متعلق ہے، جبکہ دوسری چار یعنی ہمّت، قدرت، حرص اور حفظ، محض فضل الٰہی پر موقوف ہیں۔

جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں، تو چار چیزیں، اہل، اولاد، مال اور وطن، بے وقعت ہو جاتے ہیں اور چار باتوں یعنی دشمن کے تمسخر دوستوں کی ملامت جہلاء کے طعن، اور علما کے حسد کے ساتھ آزمائش ہوتی ہے۔

اس آزمائش کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے پر چار چیزیں دنیا میں اور چار آخرت میں عطا کی جاتی ہیں۔ دنیا میں قناعت، ہیبت نفس، لذت علم اور ابدی زندگی اور آخرت میں مرتبہ شفاعت، عرش کا سایہ جب کہ اس کے علاوہ سایہ نہ ہوگا، حوض کوثر سے سیرابی اور اعلیٰ علیین میں قربت انبیاء سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ [۱]

---

[۱] الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۳۹۷، ۳۹۸

طحطاوی[۱۴] ـــــ "ذخائر المہمات" کے مصنف نے اپنی کتاب کے خاتمہ میں کہا کہ "الاشاعہ" کے مصنف نے بعض جہلاء حنفیوں کا یہ دعویٰ کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے" نقل کرکے اس کا شدید رد کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ صاحب الاشاعہ سے مراد سید محمد بن سعید عبد الرسول برزنجی مدنی شافعی (متوفی ۱۱۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

طحطاوی[۱۵] ـــــ ہندوستان کے ایک شیخ طریقت نے بھی اپنی ایک مشہور تصنیف میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور ان جہلاء کا رد کیا، جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلید امام کا نظریہ رکھتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ـــــ یعنی وہ ہندوستانی مصنف جن کی تصنیف مشہور ہے، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ہیں اور ان کی تصنیف (مکتوبات) فارسی زبان میں ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح ان جہلاء کا رد کیا جس طرح "الاشاعہ" میں کیا گیا ہے اور اس بات کا ذکر آپ نے مکتوبات کی پہلی جلد کے مکتوب ۲۸۲ میں کیا ہے [۱]

پھر جلد ثانی میں مندرج مکتوب ۵۵ میں اس قول کی تاویل کہ "حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے" یوں فرمائی کہ حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم رحمۃ اللہ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا [۲]

---

[۱] اردو ترجمہ مکتوبات شریف دفتر اول حصہ پنجم ص ۵۲، ۷، مطبوعہ کراچی

[۲]

۱۷

طحطاوی ـــــ کتاب انیس الجلساء میں ایک طویل واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے :۔

"حضرتِ خضر علیہ السلام، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے امام اعظم کی قبر پر جاکر تکمیلِ علم کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، پھر تکمیلِ علوم پر خضر علیہ السلام نے پوچھا الٰہی! اب کیا کروں؟ حکم ہوا میرا حکم آنے تک عبادت میں مشغول رہو۔ اسی دوران ماوراء النہر کے ایک شہر میں ایک نوجوان امام ابو القاسم قشیری کا ظہور ہوا جو اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، ایک دن انہوں نے ماں سے اجازت مانگی کہ وہ طلبِ علم کے لئے سفر اختیار کریں، ماں نے کارِ خیر سے روکنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے باول ناخواستہ اجازت دے دی اور پھر بیٹے کو الوداع کرکے دروازے پر بیٹھ گئیں، روتی رہیں اور بیٹے کے غم میں غمگین تھیں، عرض کرنے لگیں اے اللہ تعالیٰ! جب تک میں اپنے بیٹے کو نہ دیکھوں مجھ پر یہاں سے اٹھنا اور کھانا کھانا حرام ہے چنانچہ اتفاقاً امام قشیری ایک منزل طے کرنے کے بعد قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو نجاست سے ان کے کپڑے آلودہ ہوگئے اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کی اجازت سے واپس گھر آگئے، ازاں بعد حضرتِ خضر علیہ السلام آئے اور کہا کہ چونکہ تم نے والدہ کی خدمت کے پیشِ نظر طلبِ علم کے لئے سفر کا ارادہ ترک کیا ہے لہٰذا جو علم میں نے امام ابو حنیفہ سے پڑھا ہے وہ سب تجھے پڑھادوں گا، چنانچہ امام قشیری تین سال تک ان سے پڑھنے کے بعد بہت بڑے فاضل بن گئے اور انہوں نے ایک ہزار کتب تصنیف کرکے اپنے

خاص شاگرد کو صندوق میں بند کرکے دیں کہ وہ دریائے جیحون میں ڈال دے، اوّلاً تو وہ دو تین مرتبہ جھوٹ بولتا رہا لیکن آپ پر اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا چنانچہ آخری دن جب اس نے صندوق دریا میں ڈالا تو ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے وہ صندوق پکڑ لیا، شاگرد کے پوچھنے پر امام قشیری نے راز بتایا کہ جب قربِ قیامت حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ایک طرف انجیل رکھی ہوگی تو آپ فرمائیں گے کہ کتبِ محمدیہ کہاں ہیں کیونکہ مجھے بارگاہِ الٰہی سے ان کتب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں انجیل سے فیصلہ نہیں کروں گا۔ جگہ جگہ تلاش کے باوجود کتب نہیں ملیں گی تو ارشادِ باری ہوگا اے عیسٰی علیہ السلام دریائے جیحون کے پاس جاکر دو نفل ادا کریں اور آواز دیں اے امامِ قشیری کے صندوق کے امین! میں عیسٰی ابن مریم ہوں لہٰذا وہ صندوق میرے حوالے کردے، چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے تو صندوق باہر آئے گا، چنانچہ آپ ان کتب کے مطابق فیصلہ کریں گے،

پھر عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ امامِ قشیری نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ تو آپ فرمائیں گے کہ اپنی ماں کی خدمت کی وجہ سے۔

حضرتِ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ نے اس من گھڑت واقعہ کا رد فرمایا اور کہا کہ یہ بعض ملحدین کا افترا ہے جو دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ حضرتِ خضر علیہ السلام کا عظیم مرتبہ ہے اور حضرتِ موسٰی علیہ السلام نے بھی ان سے علم حاصل کیا تو کس طرح آپ حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے شاگردوں میں سے ہوسکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اعلیٰحضرت ـــــ "انیس الجلساء" نامی کتاب غیر معروف ہے اور اس کا مؤلف بھی مشہور نہیں اور نہ ہی کشف الظنون میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

۱۷

طحطاوی ـــــ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلید امام ابوحنیفہ کا قول باطل ہے بلکہ قائل نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کر کے ارتکاب کفر کیا ہے، کیونکہ نبی غیر کا مقلد نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰحضرت ـــــ "الاشاعۃ" میں فیما ظہر کے لفظ سے مرقوم ہے فیما اظہر نہیں ہے اور اگر اس طرح ہو جس طرح یہاں طحطاوی میں ہے تو پھر فیما کی بجائے بما اظہر ہونا چاہیئے۔

۱۸

طحطاوی ـــــ حدیث پاک میں ہے لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی ایسی شریعت لے کر نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے۔

اعلیٰحضرت ـــــ اللہ کی پناہ، اس ترجمہ میں قبیح لغزش واقع ہوئی (وہ معنیٰ نہیں جو امام طحطاوی نے بیان کیا بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ یا مخالف کے ساتھ یا موافقت و مخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے۔

نوٹ : امام طحطاوی کی کلام سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ موافق شریعت کے ساتھ نبی آسکتا ہے حالانکہ ایسا غیر ممکن ہے۔ (مرتب)

۱۹

طحطاوی ـــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کثرت سے احادیث بیان کرنے پر جب لوگوں نے ان پر انکار کیا تو آپ نے فرمایا اگر میرے وصال سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نزول فرمایا تو میں ان سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں گا اور وہ میری تائید فرمائیں گے۔

امامِ طحاوی نے اس سے استدلال کیا کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصد قنی فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنت کے عالم ہیں اور افرادِ امت میں سے کسی فرد سے اس بات کے حصول کی انہیں احتیاج نہیں ہے حتیٰ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان مرویات کی تصدیق کے لئے حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی احتیاج ہے۔

اعلیٰحضرت ــــ اس روایت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے عالم ہیں کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، بات کو یاد رکھنے والے ہیں اور ان کی بات پسندیدہ ہے۔

۲۰

طحاوی ــــ پھر کتاب الاشاعہ کے مصنف نے ان لوگوں کا رد بھی کیا جو کہتے ہیں کہ امامِ مہدی رضی اللہ عنہ، امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے البتہ صاحب الاشاعہ نے دلائلِ شافیہ کے ساتھ ثابت کیا کہ امامِ مہدی مجتہدِ مطلق ہوں گے۔

اعلیٰحضرت ــــ یعنی رد کا فاعل صاحب الاشاعہ ہیں کیونکہ یہاں تک یہ پوری کلام کچھ اختصار کے ساتھ صاحب الاشاعہ کی ہے۔

۲۱

طحاوی ــــ امامِ طحاوی فرماتے ہیں کہ بعض جاہل لوگ تعریف کرتے ہوئے غلو اختیار کر لیتے ہیں اور امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فضائل سے متعلقہ کتب سے ناواقف ہیں چنانچہ وہ من گھڑت واقعات کا سہارا لیتے ہیں جن سے نہ تو خدا راضی ہوتا، نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی خود امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند ہے اور اگر امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ان باتوں کو سن لیتے تو قائل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے فضائل میں ذکر کیے گئے صحیح واقعات ہی (مخالفین کو) جواب دینے کے لئے کافی ہیں اور آپ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت واقعات کی کوئی ضرورت نہیں خصوصاً اس قسم کے واقعات جو انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا موجب ہوں۔

اعلیٰحضرت ـــــــ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب الاشاعہ نے امام قہستانی پر تعجب کیا کہ انہوں نے باوجود اپنے فضل وجلالت کے ان لوگوں کی اتباع میں اپنے خطبہ کی شرح میں خطا کی کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور یہ بات "الفصول الستہ" میں مذکور ہے، اس پر تعجب کرتے ہوئے صاحب الاشاعہ کہتے "الفصول الستہ" کیا ہے اور یہ قول کیا؟

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں الفصول الستہ مشہور کتاب ہے اور اس کے مصنف حضرت سید خواجہ محمد پارسا قدس سرہ (متوفی ۸۲۲ھ) ہیں، اگر سید محمد بن سعید صاحبِ کتاب الاشاعہ کشف الظنون کی طرف رجوع کرتے تو انہیں وہاں اس کا ذکر ملتا اور پھر جب اس کتاب اور اس کے مصنف (جو عالم اور صاحبِ کشف ہیں) کی پہچان حاصل ہو جاتی تو دلیل طلب نہ کرتے کیونکہ کشف ایک عیاں وظاہر چیز ہے اور ظاہر کو بیان کی حاجت نہیں، علاوہ ازیں عبارت کا مطلب ہرگز تقلید نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا عمل امامِ ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہوگا جس طرح کہ خود صاحب الاشاعہ نے اس سے کچھ پہلے شیخ محی الدین ابنِ عربی کے فتوحات سے نقل کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ ہوتے اور پھر یہ اختلاف آپ کی طرف اٹھایا جاتا تو آپ وہی فیصلہ فرماتے جو امامِ مہدی

نے فرمایا اور اسی پر امامِ شعرانی کا وہ قول بھی دلیل ہے جو علامہ ابنِ عابدین نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے "امامِ شعرانی میزانِ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے مجھے شریعت کے چشمہ پر مطلع فرمایا تو میں نے تمام مذاہب کو اس چشمہ سے متصل دیکھا اور چار مذاہب کو اس طرح دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور ان تمام مذاہب کو بھی دیکھا جو مٹ چکے ہیں، ان کی نہریں پتھروں سے بھری جاچکی ہیں، میں نے دیکھا کہ ائمہ میں سے سب سے بڑی نہر حضرتِ امامِ ابوحنیفہ کی ہے، اس کے ساتھ امامِ مالک، پھر امامِ شافعی، پھر امامِ احمد رضی اللہ عنہم متصل ہیں۔ سب سے چھوٹی نہر امامِ داؤد رحمۃ اللہ کی ہے جو پانچویں صدی میں کٹ چکی ہے پس میں نے اس کی تاویل ائمۂ اربعہ کے مذاہب کے عرصۂ دراز تک جاری رہنے اور ان (امامِ داؤد) کے قلیل المدت ہونے سے کی، پس جس طرح سب سے پہلے امامِ ابوحنیفہ کے مذہب کی تدوین ہوئی، اسی طرح آپ کا مذہب سب سے آخر میں ختم ہوگا۔[1]

۲۲

طحطاوی —— مسواک کی لمبائی، موٹائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسواک کی موٹائی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) کے برابر ہونی چاہیے، اسی طرح مسواک کی لمبائی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک بالشت ہو (علامہ طحطاوی نے یقال مجہول کا صیغہ استعمال کر کے قائل کو ذکر نہیں فرمایا)

اعلیٰحضرت —— شیخ موصوف علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ پر بھی بعض کا قول اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایک بالشت لمبائی

---

[1] ردالمختار، جزاول، ص ۳۹

ہونی چاہیئے کیونکہ زائد پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

۲۳
طحطاوی ـــــ وضو کی سنتوں میں سے ایک "تثلیث الغسل" یعنی ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھوئے اور اس کی نیت وضو پر وضو یا اطمینانِ قلب کا حصول ہو تو کوئی حرج نہیں اور حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا، دو دو مرتبہ اعضاء دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس طرح وضو سے دوگنا اجر ملتا ہے اور تین تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے لہٰذا جس نے اس میں کمی یا زیادتی کی، اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ اس ظلم و تعدی کو اعتقاد پر محمول کیا گیا کہ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جب تک تین سے زیادہ مرتبہ اعضاء نہ دھوئے جائیں، وضو نہیں ہوگا وہ شخص متجاوز قرار پائے گا (امام طحطاوی اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین تین مرتبہ اعضاء کے دھونے کو سنت بھی سمجھتا ہو پھر بھی اس صورت میں اسراف کے سبب گنہگار ہوگا) بدیں وجہ علماء نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر وہ تین تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے پھر وضو علی الوضو کی نیت سے یا اطمینانِ قلب کے حصول کی خاطر زیادہ مرتبہ دھوتا ہے یا کسی حاجت کے سبب کم کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ "قالوا فی المفهوم" سے مراد یہ ہے کہ علماء کرام نے اپنے اس قول کہ حدیثِ پاک اعتقاد پر محمول ہے، کو بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ

طمانیتِ قلب اور وضو علی الوضو وغیرہ کے لئے زیادتی جائز ہے جب کہ وہ تین مرتبہ کو سنت سمجھتا ہو۔

۲۴
طحطاوی ——— اگر کسی حاجت کے سبب مسنون وضو میں کمی کی تو کوئی حرج نہیں (بشرطیکہ اعتقاد صحیح ہو، مرتب)

اعلیحضرت ——— مختار کی اس قید (حاجت و غرض) سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کسی غرض کے بغیر زیادتی کی تو یہ ناجائز ہے۔

۲۵
طحطاوی ——— اگر ایسی صورت پر ہو جیسے ذکر کیا گیا کہ تعداد کے مسنون ہونے پر اعتقاد رکھتا تو پھر زیادتی مطلقاً مکروہ نہیں۔

اعلیحضرت ——— اصل بات اعتقاد کی ہے، اگر تعداد مسنون کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہوئے زیادتی یا کمی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر تعداد مسنون کو کوئی اہمیت نہ دی جائے تو پھر کمی زیادتی ناجائز ہے۔

۲۶
طحطاوی ——— نواقضِ وضو کے ضمن میں تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:۔

(و ینقضہ خروج) کل خارج (نجس) بالفتح و و بالکسر (منہ) ای من المتوفی الحی معتادا او لا من السبیلین او لا۔

علامہ طحطاوی نے دو قسمیں بیان فرمائیں، متوفی حقیقی اور متوفی مجازی (جو باوضو ہو) پھر کہا کہ یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ اگر متوفی حقیقی پر محمول کیا جائے تو پھر شارح کی طرف سے "الحی" کی قید بے فائدہ ہے کیونکہ متوفی کا اگر حقیقی مفہوم مراد ہے تو اسی کے ساتھ میت سے احتراز ہو جاتا ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لیکن اسے ایک ہی لفظ (لفظ متوفی) کا حقیقت و مجاز میں دونوں معنوں

میں استعمال لازم آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت —— آپ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ 'متوفیٰ' کے لفظ کو دوسرے معنے پر محمول کیا جائے یعنی متوفی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جسے وضو شامل ہے اور یہ اس زندہ شخص کو شامل ہوگا جس نے خود وضو کیا۔

۲۷

طحطاوی —— نواقضِ وضو کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ ہر وہ نجس چیز جو باوضو شخص کے جسم سے نکلے اور اس مقام کی طرف جائے جسے پاک رکھنے کا حکم ہے مخرج سے جو سیلان ہوگا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرتِ امامِ ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ وہ نجاست بلند ہو کر پھر نیچے ہو جائے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب راس میں زخم کھولنے سے پیپ وغیرہ ظاہر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ نیچے نہ ہو (بقول امامِ طحطاوی) صاحبِ درایہ نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اصح کہا، اسی کو امامِ سرخسی نے اختیار کیا اور کمال نے کہا کہ یہی اولیٰ ہے۔

'لما قالوا' یہ عبارت درِ مختار کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خروج من السبیلین سے مراد فقط ظہور ہے جبکہ ان کے غیر سے خروج عین سیلان ہے اگرچہ بالقوہ ہو (بالفعل نہ ہو) بدیں سبب یہ صورت ہو تو فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جب بھی وہ خون نکلے لوپنچھا جائے اور جب چھوڑا جائے پھر بھی جاری ہو جاتا ہو تو اس صورت میں ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔

اعلیحضرت —— کمال اور سرخسی دونوں نے امامِ محمد علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ کمال نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اور سرخسی نے امامِ یوسف کے قول کو ترجیح دی جس طرح ردالمحتار میں ہے:-

قال فی الفتح بعد نقلہ ذلک رفی الدرایۃ جعل

جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول (ای قول ابی یوسف) وھو اولیٰ [1]

امامِ طحطاوی نے اس تعریف کو اپنایا جو بحر الرائق میں ہے[2] (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)

۲۸

طحطاوی —— اور درایہ میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا قول اصح ہے۔

اعلیٰحضرت —— فتح القدیر میں بھی یونہی ہے لیکن منحۃ الخالق میں ہے کہ درایہ میں اولاً امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول ذکر کیا گیا ہے پھر حضرت امامِ محمد علیہ الرحمہ کا قول مذکور ہے، پھر کہا ہے کہ پہلا قول اصح ہے (اور پہلا قول امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہے) [3]

۲۹

طحطاوی —— قے جب منہ بھر کر ہو، وضو کو توڑ دیتی ہے، چاہے وہ صفرا اور سودا ہو، چاہے طعام اور پانی ہو۔ تنویر الابصار کے اس قول کی شرح میں صاحبِ درِ مختار نے فرمایا " جب یہ چیزیں معدہ تک پہنچ جائیں اگرچہ وہاں نہ ٹھہریں، نجاستِ غلیظہ ہیں، حسن نے کہا اگر کوئی شخص کھانا کھائے یا پانی پیئے پھر اسے اسی وقت قے ہو جائے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ طاہر ہے لہذا نہ تو یہ نجس ہے اور نہ ہی اس سے حدث لازم آتا ہے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں ان دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۹۱

[2] بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲

[3] منحۃ الخالق بہامش بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲

اعلیحضرت —— شارح (صاحبِ درِ مختار) نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ ظاہرِ روایت ہے (یعنی طعام وغیرہ کی قے جبکہ استقرار فی المعدہ بھی نہ ہو، کو نجس قرار دینا، ظاہرِ روایت کے مطابق ہے)

۳۰
طحطاوی —— حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے ٹوٹنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر سجدہ نماز کا ہو تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو پھر اگر طریقۂ مسنونہ سے پڑھے تو نہیں ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا الخ

امامِ زیلعی نے اس بات کی تصریح کی کہ یہ قول اصح ہے اور سجدۂ تلاوت اور سہو کے دونوں سجدے بھی سجدۂ صلبیہ کی طرح ہیں۔
نہر الفائق کے مصنف نے کہا کہ بحر الرائق میں جو اس مسئلہ پہ امامِ زیلعی کی تصحیح کی گئی ہے وہ سہو ہے بلکہ عقدِ فرائد میں ہے کہ حالتِ نماز میں ساجد کا وضو اس صورت میں نہیں ٹوٹتا جب وہ ہیئتِ مسنونہ پر ہو، یہی صحیح ہے اور محیط میں اسی طرح ہیئتِ مسنونہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

اعلیحضرت —— "لھذا" میں ھذا اسمِ اشارہ کا مشار الیہ "عدمِ نقض" ہے یعنی نماز میں حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا قول مطلقاً صحیح نہیں اور اس مسئلہ میں امامِ زیلعی کی تصحیح سہو ہے۔

۳۱
طحطاوی —— حالتِ بیداری میں قہقہہ سے بالغ آدمی کی نماز کے بطلان کے ضمن میں تنویر الابصار میں بطھارۃ صغریٰ اور اس کی شرح میں ولو تیمما مذکور ہے، بعض نسخوں میں لو تیمما کے بعد صلاۃ کا لفظ بھی ہے۔

اعلیحضرت —— لفظِ صلوٰۃ کسی صاحبِ نسخہ نے درج کر دیا جیسا کہ واضح ہے،

کیونکہ یہ بطہارۃ صغریٰ کی صفت ہے۔

نوٹ: پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں لفظِ صلوٰۃ لکھنے کے بعد کاٹ دیا گیا ہے۔

۳۲

طحطاوی ——— تنویر الابصار اور درِمختار میں ہے کہ اگر کان وغیرہ سے پیپ بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ برآمد ہو تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ درد زخم کی دلیل ہے۔ علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی جس میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا کہ پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلیں یا بغیر درد کے، ناقضِ وضو ہیں کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں نکلتے
اس پر علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر پیپ کان سے اس وقت نکلے جب زخم صحیح ہو چکا ہو، جس کی علامت درد کا نہ ہونا ہے لہٰذا حصر جائز نہیں کہ پیپ جب بھی نکلتی ہے، کسی علت کے باعث نکلتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں حصر واضح ہے کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں اور زخم کا صحیح ہونا اسے کالعدم نہیں کر دیتا۔

۳۳

طحطاوی ——— غسل کرتے وقت عورت پر فرجِ خارج کا دھونا واجب ہے لیکن فرجِ داخل میں اپنی انگلی داخل نہ کرے کیونکہ لبا اوقات اس طرح شہوت حاصل ہوتی ہے اس لئے انزال کا خدشہ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ میری یادداشت کے مطابق زاہدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے (یعنی عورت اپنی انگلی فرجِ داخل میں داخل نہ کرے)

۳۴

طحطاوی ——— مذکورہ بالا مسئلہ میں اتفاق کے باوجود اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نفیِ وجوب ہے یا نہی ہے۔ حلبی نے شرنبلانی سے نقل کیا کہ یہ نفیِ وجوب ہے (یعنی واجب نہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ منع بھی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے مطالعہ کے مطابق یہ بات بحر الرائق، نہر الفائق،

فتاوٰی ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا نے ذکر نہیں کی پس یہ قابلِ تسلیم نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— پس ھذا المعنی سے مرادِ نفیِ وجوب کا مراد ہونا اور نہی کا مراد نہ لینا ہے۔

۳۵

طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے چند کتبِ فقہ کا ذکر کیا جن میں نفیِ وجوب مراد نہیں لی گئی، ان کتب میں سے بحر الرائق، نہر الفائق، فتاوٰی ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا کتب ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— فتح القدیر میں لفظِ لا یجب کے ساتھ مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نفیِ وجوب ہے، نہی نہیں۔

۳۶

طحطاوی ——— جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور وہ (اپنی ران یا کپڑوں پر) منی یا مذی دیکھے تو چاہے احتلام یاد ہو یا نہ، غسل واجب ہوگا البتہ اگر اسے مذی ہونے کا یقین ہو یا شک ہو کہ آیا مذی ہے یا ودی (منی کے نہ ہونے کا یقین ہو) تو غسل واجب نہ ہوگا۔

امامِ طحطاوی نے بحر الرائق کے حوالہ سے فخذہ او ثوبہ کے ساتھ تشریح کی۔

اعلیٰحضرت ——— منیۃ المصلی اور فتاوٰی خانیہ میں او فی احلیلہ کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی یا شرمگاہ کے سوراخ میں (منی یا مذی) پائی جائے چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے:۔

وان استیقظ فوجد فی احلیلہ بللا [1]

۳۷

طحطاوی ——— وجوبِ غسل کے اسباب کی بحث میں تنویر الابصار اور اس کی شرح

---

[1] منیۃ المصلی، ص ۱۴

درمختار میں ہے کہ اگر نیند سے بیدار ہونے والا شخص منی یا مذی (اپنے جسم یا کپڑے پر) دیکھے تو احتلام یاد ہو یا نہ غسل واجب ہوگا۔ مصنف تنویر الابصار پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مذی پائی جائے اور احتلام بھی یاد نہ ہو تو غسل لازم نہیں جبکہ مصنف کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ غسل بہر صورت واجب ہوگا، اس کے جواب میں شارح تنویر الابصار صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگر مذی کا یقین ہو یا مذی اور ودی کے درمیان شک ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح کا قول الا اذا علم انہ مذی مصنف کے قول وان لم یتذکر سے متعلق ہے معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس کا ربط نہیں یعنی حالت عدم تذکر میں اسے یقیناً معلوم ہو کہ مذی ہے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ اگر اس کا تعلق محذوف ان تذکر کے ساتھ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ غسل واجب ہے، اس لئے مؤخر الذکر کے ساتھ ربط و تعلق صحیح نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— شارح تنویر الابصار کے قول وان علم کا تعلق معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس لئے نہیں کہ تذکر احتلام کی صورت میں اگرچہ اسے مذی ہونے کا یقین بھی ہو، غسل واجب ہو جائے گا۔

۳۸

طحطاوی ——— صاحب درمختار نے تنویر الابصار کے اس قول ورؤیۃ مستیقظ کے بعد فرمایا:۔

خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی

اور علامہ طحطاوی نے بعد افاقتھا کی قید لگائی جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر سکران ومغمی علیہ (نشے والا یا بیہوش) بیماری سے افاقہ کے بعد منی دیکھیں تو

بالاتفاق غسل واجب ہوگا۔ یہ بات المذی کی قید سے معلوم ہوئی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مستیقظ کے مفہوم میں تفصیل ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی مستیقظ کے مفہوم مخالف، سکران اور مغمیٰ علیہ پر غسل کے حکم میں تفصیل ہے یعنی اگر وہ افاقہ کے بعد مذی دیکھیں تو بالاتفاق غسل نہیں اور منی دیکھیں تو غسل ہے بخلاف مستیقظ کے کہ اس پر حالتِ منی میں بھی غسل واجب ہے اور حالتِ مذی میں بھی۔

۳۹

طحطاوی ——— صاحبِ درمختار کی عبارت او شک انہ مذی او ودی الخ کے بارے میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مصنف (تنویرالابصار) کے کلام وان لم یتذکر الاحتلام سے ہی متعلق ہے یعنی جب اسے احتلام یاد نہ ہوا اور شک ہو کہ آیا یہ مذی ہے یا ودی، تو اس صورت میں بھی غسل واجب نہ ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی یہ اسی طرح مصنف کے قول سے متعلق ہے جیسے شارح کا قول الا اذا علم اس سے متعلق ہے کہ حالتِ عدمِ تذکر میں جب مذی کا علم ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

۴۰

طحطاوی ——— اس پانی کے ساتھ بھی وضو جائز نہیں جس پر کوئی پاک چیز غالب آجائے، اگر وہ چیز مائع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو وہ اپنی صفات میں پانی کا مبائن ہوگا یا موافق یا مماثل، اگر مبائن ہو تو اکثر اوصاف کے تغیر سے پانی مغلوب ہوگا، اگر موافق ہو تو کسی ایک صفت کی تبدیلی سے اور اگر مماثل ہو، جیسے مستعمل پانی تو پھر وزن کی زیادتی سے وہ مطلق پانی پر غالب رہے گا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چوتھی قسم کا ذکر شارح تنویرالابصار نے

نہیں کیا اور بحر الرائق میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ اگر تمام اوصاف میں موافق نہ ہو بلکہ بعض میں مطلق پانی کے موافق ہو۔

اعلیحضرت ـــــ درِ مختار کے مصنف نے مطلق پانی میں مخلوط ہونے والی پاکیزہ (مائع) چیز کو تین قسموں میں تقسیم کیا۔ تمام اوصاف میں پانی کے مخالف (مبائن) تمام اوصاف میں موافق اور تمام اوصاف میں مماثل، لیکن وہ مائع چیز جو بعض صفات میں مطلق پانی کے موافق ہو، اس کا ذکر نہیں کیا جیسے امامِ زیلعی نے اور ان کے متبعین نے کہا ہے، اس (عدمِ ذکر) کی وجہ حکم میں اتحاد ہے یعنی ایک وصف کی تبدیلی سے (کبھی) اس مائع چیز کے غلبہ کا حاصل ہونا لہذا اسے علیحدہ شمار نہیں کیا پس مصنف علیہ الرحمہ نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

طحطاوی ـــــ کثیر پانی جو جاری نہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے جس کا اثر دکھائی نہ دیتا ہو، اس کے ساتھ وضو جائز ہے، متاخرین نے مربع کے لئے چالیس گز مدور (گول) کے لئے ۳۶ گز اور مثلث کے لئے سوا پندرہ گز مقرر کیا ہے، مثلث کی کل مساحت معلوم کرنے کے لئے علامہ طحطاوی نے ضابطہ بیان فرمایا کہ اس کے ایک ضلع کو اسی کے ساتھ ضرب دے کر حاصل ضرب کا عشر (دسواں حصہ) اور ثلث (تیسرا حصہ) نکالا جائے پھر ان دونوں کو جمع کیا جائے تو کل مساحت آجائے گی، اب ایک ضلع $15\frac{1}{4}$ کو اسی کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ضرب $232\frac{9}{16}$ آتے ہیں۔

اس کسر ($\frac{9}{16}$) کو طحطاوی نے نصف گز اور ا گز کا $\frac{1}{8}$ قرار دیا جبکہ یہ نصف گز اور $\frac{1}{8}$ کا نصف یعنی $\frac{1}{16}$ بنتا ہے)

اس کے بعد حاصل ضرب کا عشر علامہ طحطاوی نے نکالا ہے جو ۲۳ ۴۱/۱۶۰ گز ہے اور اس کسر کو علامہ طحطاوی نے نصف گز اور ۹/۱۰ کا نصف یعنی ۱/۵ قرار دیا، اس کے بعد حاصل ضرب کے ثلث کا ذکر نہیں (موجودہ نسخہ میں حاشیہ پر مندرج ہے اور وہ ۲۵/۴۸ ۷۷ گز ہے) اب عشر اور ثلث کو جمع کرنے سے ایک سو گز پورے اور ۳/۴ گز نیز کچھ اور جو ربع سے بھی کم ہے، حاصلِ جمع آتا ہے جو اس حوض کی کل مساحت ہے جو مثلث کی شکل میں ہے۔

اعلیٰحضرت —— آپ فرماتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عبارت رہ گئی ہے پھر آپ نے وہ عبارت نقل فرمائی (جدید نسخہ میں حاشیہ پر وہ عبارت موجود ہے) جس میں علامہ طحطاوی کے لفظِ سدس ثمن ذی الغ کی تصحیح کرتے ہوئے نصف ثمن ذی الغ درج فرمایا یعنی ۹/۱۶ نصف ذراع اور نصف ثمن ہے نہ نصف اور سدس ثمن اور پھر حاصل ضرب کا ثلث جو حاشیۃ الطحطاوی میں رہ گیا تھا، درج فرمایا، البتہ جدید نسخہ میں حاشیہ پر جو ثلث دیا گیا ہے اس میں اور اعلیٰحضرت کے تحریر کردہ ثلث میں الفاظ کا فرق ہے البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہے، اعلیٰحضرت کا تحریر کردہ ثلث ۶۵۱/۱۲۵۰ ۷۷ اور طحطاوی کے حاشیہ کے مطابق ۲۵/۴۸ ۷۷ اور یہ کسر نصف ذراع اور ۱/۸ کا چھٹا حصہ ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۲۲)

۴۲
طحطاوی —— ظاہرِ روایت کے مطابق وضو کا مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ جنبی سے ہو لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے اور روایتِ نجاست کے مطابق مکروہ تحریمی ہے (تنویر الابصار مع الدر المختار)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں بحر الرائق میں ہے کہ روایتِ نجاست کے مطابق حرام ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں فرمایا ویحرم علیہم الخبائث اور انہی

سے نجاست بھی ہے الخ اور شارح (صاحبِ درِمختار) نے امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کرتے ہوئے کہ کراہتِ تحریمیہ عین حرام ہے، اسے مطلق بیان کیا۔

اعلیٰحضرت —— میں کہتا ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شارح نے قطعیت اور ظنیت کا فرق اختیار کیا کہ دلیل قطعی کے ساتھ ممانعت حرام اور دلیل ظنی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور دونوں قول اجتہاد کے مطابق ہیں، کسی کے بارے میں قطعی بات نہیں کہی جا سکتی۔

۴۳ طحطاوی —— اگر کنوئیں میں چوہا وغیرہ گر جائے اور وقت معلوم نہ ہو تو جب سے وہ گرا، پانی ناپاک شمار کیا جائے گا ورنہ ایک دن اور رات سے، بشرطیکہ وہ پھولا نہ ہو اور یہ حکم وضو اور غسل کے بارے میں ہے لیکن اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا اسے کتوں کے آگے ڈال دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بیچ دیا جائے۔ یہ امام شافعی کا مسلک ہے (درِمختار)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں داؤدی مذہب رکھنے والوں کے نزدیک بھی یہی ہے جس طرح بحر الرائق میں ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی فی الحال نجس ہوگا، پہلے کا اعتبار نہیں۔

اعلیٰحضرت —— شافعیہ اور داؤدیہ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک پانی جب قلتین (دو مٹکوں) کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا اور ظاہریہ داؤدیہ کے نزدیک مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔

۴۴ طحطاوی —— تیمم کے ارکان اور شرائط کے بیان میں صاحبِ درِمختار فرماتے ہیں کہ نیت، تیمم کی شرائط میں سے ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ زمین پر ضرب کے وقت نیت کی جائے جس طرح نورالایضاح میں ہے و وقتها عند ضرب یده علی ما یتیمم به [1]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۱۲۴

اعلیحضرت ـــــــ یعنی اگر کسی شخص نے ضرب کے وقت نیت نہ کی بلکہ ضرب کے بعد نیت کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسے امام طحطاوی نے اپنے قول بعض بتین کے قریب بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے:

لو احدث بعد الضرب او نوی بعدہ لا یجزیہ[1]

اگر ضرب کے بعد بے وضو ہوگیا یا ضرب کے بعد نیت کی تو تیمم جائز نہیں۔

۴۵

طحطاوی ـــــــ شارح تنویر الابصار، صاحب درمختار فرماتے ہیں:

ومعادن فی محالها فیجوز بتراب علیها

"معدنیات جو اپنی جگہ پر ہیں ان پر چڑھی ہوئی مٹی سے تیمم جائز ہے۔"

یعنی خود معدنیات سے کسی صورت میں جائز نہیں، چاہے اپنے مقام پر ہوں یا منتقل کئے گئے ہوں، صرف ان پر لگی ہوئی مٹی سے جائز ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ فیجوز پر "ف" تفریع لانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ پہلے معدنیات کا ذکر ہے اور بعد میں مٹی کا ذکر ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ آپ فرماتے ہیں کہ یہ فائے تفریع نہیں بلکہ فی محالها سے جو نفی ثابت ہوتی ہے اس کی علت کے طور پر فا لائی گئی ہے یعنی فی محالها کہہ کر نفسِ معدنیات سے تیمم کے جواز کو مطلقاً منتفی کیا گیا ہے، چاہے وہ اپنے مقام پر ہوں یا کسی دوسرے مقام پر منتقل کئے گئے ہوں اور اس کی علت یہ ہے کہ تیمم مٹی سے ہو سکتا ہے، اور جب معدنیات

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۱۲۴

مٹی نہیں ہیں تو ان سے بھی تیمم ناجائز ہوگا، فتح القدیر اور بحر الرائق میں یونہی ہے۔

طحطاوی ۴۶ ——— درِ مختار میں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا آدمی تیمم کرائے تو مٹی پر تین ضربیں مارے، ایک چہرے کے لئے اور دو دونوں ہاتھوں کے لئے، حالانکہ اس سے قبل مصنف کے قول بضربتین کے ساتھ ہی ولو من غیرہ کی قید گزر چکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو ہی ضربیں ہوں گی اگرچہ غیر سے تیمم کرائے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے درمختار کی کلام میں تضاد واضح کر کے تین ضربوں کی وجہ بیان فرمائی۔ (فرمایا) شاید تین ضربوں کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پہ جب کوئی شخص کسی اور کو تیمم کراتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا ہے، پس جب ضربِ ثانی کے ساتھ اس نے اس کے دائیں ہاتھ کا مسح کیا تو مٹی مستعمل ہو گی لہٰذا بائیں ہاتھ کیلئے تیسری ضرب کی ضرورت پڑے گی، پس خود تیمم کرنے اور تیمم کروانے میں یہی فرق ہے۔

طحطاوی ۴۷ ——— صلوٰۃ کسوف اور سننِ مؤکدہ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں، جب ان کے فرائض کے بغیر فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہیں، اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ وضو کرنے سے تنگیٔ وقت کے سبب سنتیں فوت ہو جائیں گی اور اگر تیمم کرے تو سنت اور فرض دونوں اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم آئیگا کہ فرض بھی تیمم کے ساتھ پڑھے جائیں گے حالانکہ پانی کی موجودگی میں عبادت کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم دوسری عبادت کو کفایت

نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دوسری عبادت ایسی نہ ہو جس کے بلا بدل فوت ہونے کا خوف ہو (مثلاً عید کی نماز وغیرہ) اب دو عبادتوں کے درمیان اتنا وقت نہیں کہ طہارت حاصل ہو جائے اور صبح کے فرض بدل کی طرف فوت ہو رہے ہیں (یعنی ان کی قضا ہے) لہٰذا یہ فرض اس تیمم سے ادا نہیں کیے جا سکتے اور اگر ہم سنت کی ادائیگی کے بعد پانی سے طہارت لازم قرار دیں تو صبح کے فرضوں کی ادائیگی فوت ہو رہی ہے اور یہ سنتوں کی وجہ سے ہوا لہٰذا یہ باطل ہے (حلبی)

امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر یہ صورت بن سکتی ہے کہ سورج کے بلند ہونے پر قضا کرے اور وہ اس طرح کہ زوال سے قبل تک مؤخر کر دے کیونکہ اگر وہ وضو کرے تو وقت نکل جائے گا اور اگر تیمم کرے تو ادائیگی ممکن ہے پس تیمم کر کے شروع کر دے۔

بعض نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کے سبب فرضوں کے لئے تیمم کیا، صبح کی سنتیں شروع کیں پھر قعود بقدر تشہد سے پہلے پانی مل گیا، اب وقت اتنا ہی ہے کہ جس میں وضو کیا جا سکتا ہے اور صرف دو فرض پڑھے جا سکتے ہیں پس وہ اسی تیمم سے سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے فرض پڑھے اور پانی مل جانے کے باوجود سنتوں کو نہ توڑے کیونکہ ایسا کرے گا تو صبح کی سنتیں (اکیلی) فوت ہو جائیں گی، اب یہاں اسباب رخصت مختلف ہیں پہلا سبب رخصت پانی کا نہ ہونا تھا اور اب وقت کی تنگی ہے۔

اعلیٰحضرت —— یعنی اب اس تیمم کے ساتھ سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے (وقت نہ ہونے کے سبب) صبح کے فرض ظہر کے وقت قضا کرے۔

۴۸
طحطاوی ـــــ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لانے کے لئے تیمم کرے تو آیا یہ تیمم درست ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ درست ہے اور اس تیمم سے نماز بھی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ تیمم میں نیت شرط ہے اور کافر کی نیت صحیح نہیں۔

امام طحطاوی نے بحر الرائق کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تیمم کے ساتھ نماز کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے اور امام ابو یوسف نے تو یہ فرمایا کہ یہ اسلام لانے کے لئے صحیح ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کافر کا تیمم اسلام لانے کے لئے صحیح ہے اور اس کے ساتھ ادائیگی نماز بھی درست ہے، بحر الرائق میں اس کی تصریح ہے اور وہ یہ ہے:۔

روی عن ابی یوسف اذا تیمم ینوی الاسلام جاز حتی لو اسلم لا یجوز لہ ان یصلی بذلک التیمم عند العامۃ وعلی روایۃ ابی یوسف جاز[1]

۴۹
طحطاوی ـــــ اگر کسی مقام پر جنبی، حائض، بے وضو اور میت ہوں اور پانی صرف ایک کو کفایت کرتا ہو تو اس کے استعمال کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر پانی مباح ہو تو جنبی اولیٰ ہے، اگر ان میں سے کسی ایک کی ملکیت ہو تو وہ خود استعمال کرے اور اگر ان سب میں مشترک ہو تو میت کے لئے صرف کیا جائے اور باقی تیمم کریں۔ اس کی مختلف وجوہات

---

[1] حاشیہ طحطاوی، ج ۱، ص ۱۳۰

ہیں :-

(i) تجہیز میت میں جلدی مطلوب ہے۔

(ii) میت کے لئے پانی کا حصول ناممکن ہے۔

(iii) میت کی جانب سے اپنے حصے کی عطا ناممکن ہے۔

امام طحطاوی نے اعتراض کیا کہ جب مشترکہ پانی میت پر صرف کیا جاتا ہے تو مباح پانی کا صرف کرنا تو اولیٰ ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— شاید یہاں میت کے لئے مشترکہ پانی کے استعمال کا حکم تیسری دلیل پر مبنی ہے یعنی میت کی طرف سے عطا کا عدم جریان اور مباح پانی میں یہ دلیل جاری نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جنبی اولیٰ ہے۔

۵۰ **طحطاوی** ——— ایک ہی جگہ سے ایک پوری جماعت تیمم کر سکتی ہے کیونکہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور اگرچہ وہ مٹی موجود ہاتھوں سے لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ کر جمع کیا جائے تو اس کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— مٹی استعمال کی صفت سے موصوف نہیں ہوتی، علامہ شامی نے نہر الفائق، حلیہ اور غنیہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ جو مٹی ہاتھوں کے ساتھ لگی ہو اور اس کے ساتھ مسح کرے تو وہ مستعمل ہو جائیگی البتہ وہ جگہ مستعمل نہیں ہوگی جہاں سے تیمم کیا گیا[1]

(اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً مٹی مستعمل نہیں ہوتی، ہمارے فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) میں ملاحظہ کریں۔

---

[1] شامی، ج ۱، ص ۱۶۹

۵۱
طحطاوی ——— نواقضِ تیمم کے سلسلے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا

و ناقضہ۔ ناقض الاصل، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مطلق تیمم چاہے

حدثِ اصغر سے ہو یا حدثِ اکبر سے، ناقضِ وضو سے ٹوٹ جاتا ہے،

چاہے صرف ناقضِ وضو پایا جائے یا ناقضِ غسل اور ناقضِ وضو دونوں

پائے جائیں؛ لہٰذا اگر ناقضِ وضو پایا گیا تو وہ آدمی محدث کہلائے گا جنبی

نہیں ہوگا اور اگر ناقضِ غسل پائے گئے تو اس پر جنبی کا اطلاق ہوگا،

محدث کا اطلاق نہ ہوگا فیصیر جنبا لا محدثا چاہے وہ تیمم

حدث سے کیا ہو یا جنابت سے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی کے قول لا محدثا کی وضاحت کرتے

ہوئے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ محدث بحدثِ اصغر مراد ہے (یعنی محدث

تو ہوگا مگر حدثِ اکبر کے ساتھ نہ کہ حدثِ اصغر کے ساتھ) اگرچہ ہر جنبی

محدث ہے۔

اسی سے علامہ طحطاوی کا نقل کردہ وہ اعتراض دور ہو گیا کہ

جب ایک آدمی جنبی ہوگا تو وہ محدث ضرور ہوگا (جواب کی تفصیل یہ ہے

کہ جنبی محدث ضرور ہے لیکن حدثِ اصغر کے ساتھ نہیں بلکہ حدثِ اکبر

کے ساتھ)

۵۲
طحطاوی ——— زخمی ہاتھوں والے شخص کو اگر ایسا شخص مل جائے جو وضو

کرائے، تو امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک غیر سے مدد مستحب ہے اور

صاحبین کے نزدیک فرض ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ سوال ہے

کہ آیا قدرتِ غیر سے یہ شخص قادر شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ (حلبی)

اعلیٰحضرت ——— امامِ ابوحنیفہ کے نزدیک قادر شمار نہیں کیا جائیگا اور

صاحبین کے نزدیک شمار کیا جائے گا اور ردالمحتار میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک قدرت کا عدمِ اعتبار مطلقاً نہیں بلکہ بعض مواضع میں ہے[1]

۵۳
طحطاوی ـــــ حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور اس کا اندازہ ساعتِ فلکی کے ساتھ کیا جائے گا (تنویرالابصار مع الدرالمختار) علامہ طحطاوی ساعتِ فلکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی ہر ساعت پندرہ درجہ کی ہوتی ہے۔

اعلیحضرت ـــــ یعنی ایک ساعت میں کوکبِ ثابت کی حرکتِ غریبہ پندرہ درجہ ہوگی اور کوکب ثابت اور آفتاب کی حرکت کے درمیان اتنا تفاوت ہوگا جس قدر ایک ساعت میں سیرِ وسط کے ساتھ سورج چلتا ہے اور وہ (سیرِ شمس) دو دقیقے ۲۹ ثمنیے ۳۳ ثالثے، ۳۲ رابعے اور ۳۸ خامسے ہیں۔

۵۴
طحطاوی ـــــ حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا کہا جائے گا اور جب دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارا جائیگا۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کرتے ہیں کہ کیا سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا اسی طرح واجب ہے جیسے دس سال کے بچے کو مارنا واجب ہے اور کیا ہر صورتِ وجوب میں وجوبِ اصطلاحی مراد ہے یا وجوب فرض کے معنی میں ہے؟

اعلیحضرت ـــــ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ ہاں کیونکہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور وجوب سے استحباب کی طرف پھیرنے والی کوئی علت نہیں۔ علامہ شامی نے یونہی یہ بھی بیان کیا کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنی میں ہے

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۰۹، باب صلوٰۃ المریض

فرض کے معنٰی میں نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے قطعی نہیں، علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :۔

وظاهر الحديث ان الامر لا بن سبع واجب كالضرب والظاهر ايضا ان الوجوب بالمعنى المصطلح عليه لا بمعنى الافتراض لان الحديث ظني [1]

۵۵

طحطاوی ــــــ خزانہ میں ہے کہ جب ظہر کا وقت حدِّ اختلاف میں داخل ہو جائے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو جائے تو یہ وقت مکروہ ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ اسی کتاب حاشیۃ الطحطاوی کے ص ۱۷۹، نیز بحر الرائق کے حوالہ سے مذکور ہے کہ وقتِ ظہر میں کوئی کراہت نہیں (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اور یہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ پر تحقیق کی ہے۔

بحر الرائق کی عبارت یہ ہے :۔

لان الفجر والظهر لا كراهة في وقتهما [2]

۵۶

طحطاوی ــــــ اذان میں ترجیع نہیں یعنی اول آہستہ آواز سے شہادتین کہنا اور پھر بلند آواز سے کیونکہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور آہستہ آواز سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، بحر الرائق میں اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ صاحب الملتقٰی اور قہستانی نے مکروہ کہا ہے۔ علامہ طحطاوی کہتے ہیں کہ کراہت کا قول مقدم ہے جیسا کہ حلبی میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار ج ۱، ص ۲۳۵، کتاب الصلوٰۃ

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱، ص ۱۷۹ و بحر الرائق، ج ۱، ص ۲۴۹

اعلیٰحضرت ——— ملتقی سے مراد ملتقی الابحر ہے جو قابلِ اعتماد چار متون، قدوری، مختار، کنز، وقایہ، کا جامع متن ہے اور اس کے مصنف امام علامہ ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) ہیں جو منیۃ المصلی کی دو شرحوں کبیر اور صغیر کے مصنف ہیں۔

۵۷

طحطاوی ——— اذان و اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت میں کوئی حرج نہیں، شارح تنویر الابصار (صاحب درِ مختار) کا قول لا بأس سے پتہ چلا کہ عدمِ تکرار اولیٰ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— عدمِ تکرار اولیٰ نہیں بلکہ تکرار افضل ہے جیسے ردالمحتار میں خزائن الاسرار کے حوالے سے قاضی خاں کی عبارت نقل کی گئی اور وہ یہ ہے :-

یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بہما فیہ اولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخافتۃ الاذان و لو کرر اھلہ بدونہما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضیخان [1]

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :-

ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد

---

[1] ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۷۱، باب الامامۃ

محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراهة مطلقا سواء کان مسجد محلة او غیرہ وعلیه مسلمون (المجتبیٰ) [1]

عدمِ جواز کے وہم کو دور کرنے کے لئے لا بأس لایا گیا اور جواز کی طرف اشارہ فرمایا۔

۵۸

طحطاوی ——— امام کے مصلّٰی کے اوپر کھڑا ہونے تک مؤذن بیٹھا رہے (یعنی جب امام مصلّٰی پر آجائے تو پھر کھڑے ہو کر تکبیر کہے۔

اعلیحضرت ——— فتاوٰی ہندیہ (عالمگیری) میں کھڑے ہو کر امام کی انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے، فتاوٰی ہندیہ کی عبارت یہ ہے :۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ حی علی الفلاح [2]

۵۹

طحطاوی ——— شرائطِ نماز میں سے چھٹی شرط استقبالِ قبلہ ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں، کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے والے کے لئے عین کعبہ کو دیکھنا اور غیر معاین کے لئے جہتِ قبلہ کی طرف منہ کرنا اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ نمازی کے چہرہ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر اُفق کی طرف فرض کیا جائے جو کعبۃ اللہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط جو دائیں بائیں اس خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرے

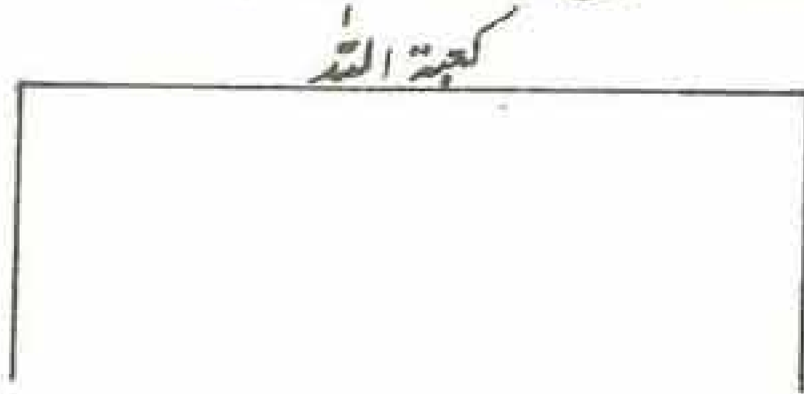
---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۲۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ، ج۱، ص ۵۷، باب الاذان

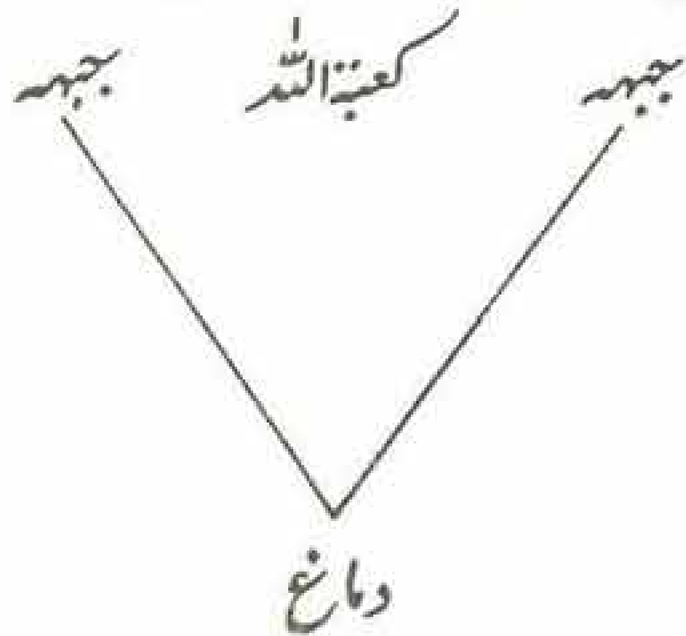
(درمختار)۔ علامہ طحطاوی نے الدرر کے حوالے سے لکھا :

"ایک یہ کہ وہ خط جو نمازی کی پیشانی سے نکلے اور اس خط سے مل جائے جو کعبۃ اللہ سے سیدھا گزرتا ہے، اس سے دو زاویئے قائمے حاصل ہوں گے جس کی صورت یہ ہے :۔



ایک زاویہ اس خط سے پیدا ہو گا جو کعبۃ اللہ سے گزرتا ہے اور ایک قائمہ زاویہ اس خط سے حاصل ہو گا جو نمازی کی پیشانی سے نکلتا ہے، اس سے دو زاویے قائمے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کعبۃ اللہ ان دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دماغ میں جا ملتے ہیں، پھر آنکھوں کی طرف نکلتے ہیں جیسے مثلث کے دو ضلعے ہوتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے :۔



اعلیحضرت ——— کہا جاتا ہے کہ صورتِ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح علامہ طحطاوی نے سمجھا بلکہ کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے مراد وہ خط ہے جو

اس کے دونوں پہلوؤں سے دائیں بائیں گزرتا ہے اور دو قائمہ زاویوں سے مراد وہ زاویے ہیں جو نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کے دونوں طرف وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں یہ خط کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے ملتا ہے۔

علامہ شامی یہی سمجھے اور انہوں نے الدرر کی اس تصویر کو توجیہ تحقیقی پر محمول کیا جس طرح ہم نے شامی کے حاشیہ پر بیان کیا لیکن اقرب بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں (جو الدرر میں بیان ہوئیں) توجیہ تقریبی کے لئے ہیں (تحقیقی کے لئے نہیں) اور جبین کا معنٰی پیشانی (جبہہ) کی دونوں طرفیں ہیں اور انہیں جبین کہتے ہیں (لیکن ایک جبہہ میں دو جبین ہیں) اسی طرح قاموس اور ردالمحتار[۱] میں ہے، اس صورت میں وہی صورت صحیح ہوگی جو علامہ طحطاوی نے نقش فرمائی۔

۶۰
طحطاوی —— یہ دوسری صورت کا ذکر ہے جو اُوپر بیان ہو چکی

اعلیٰحضرت —— بہتر وہی ہے جو الدرر میں ہے (اس کا ذکر بھی پیچھے علامہ شامی کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ مرتب)

۶۱
طحطاوی —— آخری قعدہ کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے صاحبِ درِمختار نے کہا کہ (یہ رکن نہیں بلکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط ہے کیونکہ یہ نماز سے خروج کے لئے مشروع ہوا جس طرح تحریمہ شروع نماز کے لئے مشروع ہے اس پر علامہ طحطاوی نے نہر الفائق کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی کہ اگر قعدہ اخیرہ رکن ہوتا تو نماز کی ماہیت اس پر موقوف ہوتی حالانکہ اس پر ماہیتِ نماز موقوف نہیں، اسی لئے اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ نماز

[۱] فان الجبین طرف الجبھۃ وھما جبینان (ردالمحتار، ج۱، ص ۲۲۸)

نہیں پڑھے گا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے حانث ہو جائیگا[1]

علامہ طحطاوی مزید لکھتے ہیں، کیا قعدۂ اخیرہ کے بارے میں وہ بات کہی جاسکتی ہے جو تحریمہ کے بارے میں کہی جاتی ہے (یعنی شرائط کی رعایت نہ کرنا کیونکہ تحریمہ میں شرائطِ نماز کی رعایت تحریمہ کے رکن ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ قیام فرض ہے) لہٰذا جب قعدۂ اخیرہ میں رعایتِ شروط کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوا جبکہ تحریمہ میں شرائط کی رعایت باعثِ قیل وقال ہے تو معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ تحریمہ کی طرح نہیں لہٰذا اس کے رکن ہونے کے بارے میں اس طرح کا اختلاف اور بحث وتمحیص نہیں ہے جس طرح تحریمہ کے بارے میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰحضرت تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ طحطاوی پر رحم فرمائے کہ کس طرح "المسائل الاثنی عشریہ" مشہورہ آپ کے ذہن سے نکل گئے۔ ان مسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اخیرہ رکن ہے کیونکہ قعدۂ اخیرہ میں ان بارہ باتوں کا پیدا ہونا نماز کو توڑ دیتا ہے۔

مختصر القدوری میں "المسائل الاثنی عشریہ" کا ذکر اس طرح ہے:۔

وان رأى المتيمم الماء فى صلوته بطلت صلوته وان راه بعد ما قعد قدر التشهد او كان ماسحا فانقضت مدة مسحه او خلع خفيه بعمل قليل او كان اميا فتعلم سورة او عريانا فوجد ثوبا او مومیا فقدر على الركوع والسجود او تذكران عليه صلوة قبل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۲۰۳

هٰذہ او احدث الامام القاری فاستخلف امیا او طلعت الشمس فی صلٰوۃ الفجر او دخل وقت العصر فی الجمعۃ او کان ماسحا علی الجبیرۃ فسقطت عن برء او کانت مستحاضۃ فبرأت بطلت صلٰوتہم فی قول ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف و محمد تمت صلٰوتہم فی ھٰذہ المسائل [1]

حلیہ میں بدائع کے حوالے سے منقول ہے کہ قعدۂ اخیرہ کے لئے وہ شرائط ہیں جو باقی ارکان کے لئے ہیں۔

۶۲

طحطاوی ——— مقتدی پر امام کی اتباع کس کس بات میں واجب ہے؟ حلیہ میں ہے کہ واجباتِ نماز میں واجب ہے سنن میں نہیں کیونکہ ان کی ادائگی واجب نہیں۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ واجب کے علاوہ اس غیر واجب میں بھی اتباعِ امام ضروری ہے جو منسوخ نہیں ہوا۔ کما یأتی قریبا کہہ کر علامہ طحطاوی نے اس کے کچھ بعد فرمایا:۔

اعلم ان المتابعۃ واجبۃ فی الواجب و فی غیر الواجب الذی لم ینسخ کالزیادۃ علی الثلاث فی تکبیرات العیدین۔

اعلحضرت ——— جو کچھ امامِ طحطاوی نے دوبارہ ذکر کیا وہ بھی نقل کی طرف منسوب نہیں اور جو تحقیق علامہ شامی نے فرمائی وہ اقرب ہے یعنی سنت میں متابعتِ امام سنت ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

---

[1] مختصر القدوری، ص ۲۴، باب صفۃ الصلوٰۃ

فعلم من ھذا ان المتابعۃ لیست فرضا بل تکون واجبۃ فی الفرائض والواجبات العقلیۃ وتکون سنۃ فی السنن ؎۱

ہاں ارکانِ اربعہ میں متابعت ہر مشروع میں واجب ہے۔

۶۳
طحطاوی —— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ حلبی نے فرض میں متابعت کو فرض قرار دیا ہے حالانکہ (مطلق) ایسا نہیں بلکہ (اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ) اگر مطلقاً فرض کی ادائیگی مراد ہے چاہے امام کے ساتھ ہو یا بعد میں، تو پھر بات ٹھیک ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ مل کر فرض کی ادائیگی فرض ہے تو یہ قطعاً واجب ہے۔

اعلیحضرت —— میں کہتا ہوں یہ واجب نہیں بلکہ واجب عدمِ تاخیر ہے بایں معنٰی کہ مقتدی کا فعل امام کے اس فعل سے فراغت کے بعد نہ ہو لیکن جہاں تک قِران کا تعلق ہے تو وہ سنت ہے جس طرح علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، علامہ شامی فرماتے ہیں :-

والمتابعۃ المقارنۃ بلا تعقیب ولا تراخ سنۃ عندہ لا عندھما ؎۲

۶۴
طحطاوی —— ایک شخص نے نماز شروع کی، ابھی فاتحہ (مکمل یا بعض) پڑھی تھی کہ دوسرے شخص نے اس کی اقتدار کی، تو اب بوجہ امامت جہری نماز میں جہر واجب ہے لیکن اگر باقی قرارت میں جہر کرے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی

؎۱ ردالمحتار، ج۱، ص ۳۱۶ (مہم فی تحقیق متابعۃ الامام)

؎۲ ردالمحتار، ج۱، ص ۳۱۷ (مطلب - مہم فی تحقیق متابعۃ الامام)

نماز میں بلند اور آہستہ آواز کی قرارت جمع ہو جائے، یہ امر شنیع ہے اور اگر آہستہ پڑھے تو وجوبِ جہر کے بعد عدمِ جہر لازم آتا ہے لہذا پڑھی ہوئی قرارت کو لوٹائے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اعادہ میں اول کی موافقت کرے یعنی آہستہ پڑھے۔

اعلیحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے جبکہ غنیہ میں اسی مسئلہ کے بعد مذکور ہے کہ اگر اس نے ایک یا زیادہ آیات آہستہ پڑھی ہوں تو نماز کو بلند قرارت کے ساتھ پوری کرے اور پڑھی ہوئی قرارت کو دوبارہ نہ پڑھے اور جس طرح رد المحتار میں ہے :۔

وقیل لم یعد وجهر فیما بقی من بعض الفاتحة او السورة کلها او بعضها کما فی المنیة [1]

۶۵

طحطاوی ——— امامت کے باب میں صاحب درمختار نے فرمایا کہ امامتِ صغریٰ میں مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ ربط دس شرائط کے ساتھ ہے [2] جن میں سے ایک پر امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے۔

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر مقتدی کو امام کے بارے میں ایسی بات معلوم ہو جو خود امام کے نزدیک مفسدِ نماز ہے جس طرح عورت کو ہاتھ لگانا اور امام کو اس حالت کا علم نہیں (کہ اس نے عورت کو چھوا) تو اکثر

---

[1] رد المحتار، ج۱، ص ۳۵۷

[2] نیة المؤتم الاقتداء واتحاد مکانهما وصلاتهما وصحة صلاة امامه وعدم محاذاة امرأة وعدم تقدمه علیه بعقبه وعلمه بانتقالاته وبحاله من اقامة وسفر ومشارکته فی الارکان وکونه مثله او دونه فیها۔ (حاشیة الطحطاوی، ج۱، ص ۲۳۹)

کے قول پر اس مقتدی کے لئے اس کی اقتدا جائز ہے اور ایک جماعت نے، جن میں ہندوانی بھی ہیں، عدمِ جواز کا قول کیا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ نماز باطل ہے لہٰذا تبعاً مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہندوانی کے قول سے یہ سمجھا کہ فقط امام کی رائے کا اعتبار ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی رائے کا معاً اعتبار ہے جیسے السندی نے غایۃ التحقیق میں تصریح کی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— (غالباً اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے نسخہ میں السندی کا نون غین کی صورت میں ہوگا اور موجودہ نسخہ میں بھی بمشکل نون کا پتہ چلتا ہے، مرتب) (چنانچہ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ لفظ السندی نون کے ساتھ ہے۔

اکثر مشائخ نے یہ فرمایا کہ اگر امام مقاماتِ اختلاف کی رعایت کیا کرتا ہے تو پھر یہ نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں، اسے سندی نے روایت کیا ہے۔

۶۶
طحطاوی ——— معذور کے پیچھے طاہر کی نماز صحیح نہیں چاہے وضو کرتے ہی حدث ہو یا بعد میں پیدا ہو، تنویر الابصار اور درِ مختار کی اس عبارت کے ساتھ علامہ طحطاوی نے ای وقبل الصلوٰۃ کی قید لگائی جس کا مطلب ہے کہ حدث وضو کے بعد اور نماز سے پہلے طاری ہو۔

اعلیٰحضرت ——— میں (اعلیٰ حضرت) کہتا ہوں کہ یہ (ای وقبل الصلوٰۃ کی قید) مفہوم انتہائی بعید ہے، بے شک مجتبیٰ، بحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں ایسے ہی کہا گیا جیسے متن میں ہے (قبل الصلوٰۃ کی قید کے بغیر) البحر الرائق میں ہے "مجتبیٰ میں ہے کہ حدث، وضو سے ملا ہوا ہو یا بعد میں طاری ہو، اور اس قید کے ذریعے اس بات سے احتراز کیا گیا کہ اگر وضو کرتے وقت عذر نہ ہوا

اسی طرح (بے عذر) نماز پڑھ لے تو اس کی اقتدار صحیح ہے کیونکہ وہ طاہر کے حکم میں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ طاہر آدمی، سلسل البول والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدث وضو سے مقارن ہو یا بعد میں طاری ہو، اسی طرح زاہدی میں ہے۔

(اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ فقہار کی) نص سے یہ بات معلوم ہے کہ جس نے انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت عذر لوٹ آیا تو اس کا وضو، معذور کا وضو شمار کیا جائے گا چاہے نماز سے قبل لوٹے یا بعد میں، یہاں تک کہ اس عذر کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ وقتِ نماز کے چلے جانے سے لوٹ جائے گا جیسے سب فقہار نے بیان کیا، پس جس نے انقطاعِ عذر کی صورت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی، پھر عذر اسی (نماز کے) وقت لوٹ آیا تو وہ نماز کامل نماز نہیں شمار کی جائے گی کیونکہ کامل نماز وضو معذور کے ساتھ ادا نہیں ہوتی پس اس کی اقتدار کیسے صحیح ہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحیح شخص کی طہارت، طہارتِ مطلقہ ہے اور اس شخص کی طہارت جس نے انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت میں عذر لوٹ آیا اگرچہ نماز کے بعد ہی کیوں نہ ہو، وہ وقتی (عارضی) طہارت ہے کیونکہ وقت کے نکلتے ہی باطل ہو جائے گی، پس ضعیف پر قوی کی بنار کیسے صحیح ہوگی؟

ہاں تجھے یہ بات دھوکہ نہ دے کہ جب حالتِ انقطاع میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس نے ایسی طہارت سے نماز ادا کی جو منافی سے محفوظ ہے (یہ بات اس لئے نہیں کہہ سکتے کیونکہ) تو جانتا ہے کہ یہ طہارتِ سالمہ سے کم درجہ کی طہارت ہے اور اس لئے بھی کہ یہ

طہارتِ مُوقّتہ ہے نیز ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ طہارت کے منافی کوئی بات نہیں پائی گئی کیونکہ انقطاعِ ناقص طہرِ متخلل کی طرح ہے جو اتصالِ دم سے مانع نہیں بلکہ وہ مسلسل خون ہے جس طرح حائضہ عورت کے بارے میں ہے اسی طرح بحرالرائق میں السراج الوہاج سے نقل کیا گیا ہے پس جس طرح طہرِ ناقص میں حائضہ کی نماز معتبر نہیں، اسی طرح انقطاعِ ناقص میں امامت بھی جائز نہیں؛ یہ بات کتبِ فقہ کے متون وشروح سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے معذور کے پیچھے صحیح کی نماز کو منع کیا ہے۔

ہاں اگر انقطاع کی حالت میں وضو کیا اور وہ انقطاع وقت کے نکلنے تک برقرار رہا تو اس شخص کا وضو صحیح لوگوں کے وضو کی طرح ہوگا اگرچہ وہ معذور ہی رہے گا، اگر دوسرے وقت میں عذر لوٹ آئے اس لئے یہ وضو خروجِ وقت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ سیلان سے ٹوٹ جاتا ہے جیسے فقہاء نے بالاتفاق کہا ہے۔

پس اگر ہم اس قسم کے آدمی کی اقتدار کا قول کریں تو صحیح نہیں کیونکہ جب اس کا وضو معذور کا وضو ہے تو نماز بھی اسی طرح ہوگی، اسی طرح بندۂ ناتواں کے لئے ظاہر ہوا۔

مزید براں محشی (علامہ طحطاوی) نے کوئی عقلی ونقلی دلیل بھی پیش نہیں کی پھر میں نے علامہ طحطاوی کے مراقی الفلاح پر حاشیے کو دیکھا تو لا یصح اقتداء غیرہ بہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب عذر کی حالت میں وضو کیا یا بعد میں عذر لاحق ہوا، اگر وضو کرنے وقت عذر سے خالی ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہوگا۔ اس بات میں سید طحطاوی نے ازہری کی پیروی کی، پس الفاظ ازہری کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ازہری نے فی حکم الطاھر کہا ہے۔

اور یہ کلام صحیح ہے، اگرچہ ان دونوں کے قول خالیا عنہ سے اس چیز کا وہم پیدا ہوتا ہے جو یہاں واقع ہے اور یہ اس لئے کہ ان دونوں نے طریان کو مطلقاً بعد کے ساتھ ذکر کیا لہٰذا یہ اسے بھی شامل ہے جو نماز کے بعد ہو اگرچہ اسے وقت میں حصول کے ساتھ مقید کرنا واجب ہے اور ان کا قول خالیا عنہ اسی وقت تک خالی ہو سکتا ہے جب وقت میں نہ لوٹے اور اسی طرح ان کے قول فی حکم الصحیح سے حکمِ صحیح میں ہونا ثابت نہیں ہوتا جب وہ وقت میں لوٹ آئے۔

ظاہر یہ ہے کہ محشی علیہ الرحمہ کو قائل کے قول توضا علی الانقطاع وصلی کذلک سے شبہہ پیدا ہوا، پس انہوں نے اسی بات کو کافی سمجھا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ انقطاع سے مراد انقطاع معتبر ہے اور وہ انقطاع تام ہے جو پورے وقت کو گھیرلے اور یہاں یہ مراد نہیں کیونکہ اس انقطاع سے وہ معذور نہیں رہتا اور کلام معذور کے بارے میں ہے اور انقطاعِ ناقص یہ ہے کہ خروجِ وقت تک باقی رہے، اس سے وہ معذور ہی رہے گا لیکن اس میں وضو صحیح وضو کی طرح ہوگا، یہاں تک کہ خروجِ وقت سے نہیں ٹوٹے گا اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے، ایک مختصر وقت کے لئے انقطاع ہوتا ہے، پھر عذر لوٹ آتا ہے، پس یہ انقطاع کچھ معتبر نہیں ہے۔

پھر مجھے کتبِ فقہ کے متون، شروح اور فتاویٰ سے بالاجماع معلوم ہوا کہ مطلقاً معذور کی اقتدا صحیح نہیں اور اس تقیید کو زاہدی نے ظاہر کیا اور اسکی کلام جو ہندیہ میں نقل کی گئی ہے اس میں صرف قروح اور طریان کا ذکر ہے اور اسے بھی اس نے مطلق ذکر کیا ہے لہذا یہ طریان کو اور بعد الصلوٰۃ دوران کو شامل ہوگی اور مصنف علیہ الرحمہ زاہدی کے مسائل کو متن میں داخل کرتے رہتے ہیں

ہیں اور متن ظاہر مذہب کے مطابق ہوتا ہے۔

۶۷ **طحطاوی** —— ہکلا کے پیچھے غیر ہکلا کی نماز صحیح نہیں اور یہ ہکلا شخص انتہائی کوشش اور محنت کے بعد امی کی مثل ہے لہٰذا اپنے جیسے کی امامت کر سکتا ہے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ انتہائی کوشش اس پر فرض ولازم ہے اور دوران جدوجہد اس کی انفرادی نماز ظاہر مذہب کے لحاظ سے فاسد ہوگی (یعنی اس پر اقتدار لازم ہے)

اعلیٰحضرت —— میں کہتا ہوں، اس کی نماز کا فساد اس وقت ہے جب اس کے لئے اقتدار ممکن ہو ورنہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ جدوجہد کے لئے کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا حکم دائمی ہے لہٰذا امکان کا حکم خود شارح (صاحب درمختار) کے اس قول سے حاصل ہوا :-

لا تصح صلاتہ ان امکنہ الاقتدار

یعنی اس کی نماز اسی وقت (اکیلے) صحیح نہ ہو جب اقتدار ممکن ہو۔

۶۸ **طحطاوی** —— امام طحطاوی نے بزازیہ کے حوالے سے ایک مسئلہ نقل کیا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص غیر المغضوب علیہم کو غیر المغظوب ظاء کے ساتھ اور ولا الضالین کو ذال یا ظاء کے ساتھ پڑھے تو بعض نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عوام حروف کے مخارج کو نہیں پہچانتے لہٰذا یہ حکم عموم بلویٰ کے پیش نظر ہے۔ بعض نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا اگر معنیٰ بدل جائے۔

اعلیٰحضرت - قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوالقاسم نے کہا کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے یا حروف میں تمیز نہ کر سکتا ہو تو فاسد نہ ہوگی، یہ قول اعدل ہے، اس کلام میں قاضی ابوالقاسم کا ذکر ہے[1]

1۔ اگر ضالین کو ذال سے معاذ اللہ ظا سے پڑھا گیا، تو معنی ہمیشہ رہنے والے؛ لہٰذا اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ۱۹۶ مرتب)

۶۹
طحطاوی ــــــ علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں نے درِمختار کی اس عبارت و لو من احدھما لم یکرہ سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بحرالرائق کا مخالف قرار دیا اور لکھا کہ ایک کاندھے سے ہو یا دونوں کاندوں سے، دونوں طرح سے مکروہ ہے اور شارح کا و لو من احدھما لم یکرہ کہنا صحیح نہیں، شامی کی عبارت یہ ہے:

مخالف لما فی البحر حیث ذکر فی انہ اذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظھرہ یکرہ[1]

اعلحضرت ــــــ شارح تنویرالابصار (صاحبِ درمختار) کی کلام کا مطلب وہ نہیں جسے سید علامہ طحطاوی نے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ شامی نے سمجھا اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی کہ ایک کاندھے پر رکھا ہو یا دونوں پر کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کپڑے کے دونوں کنارے لٹکائے جائیں گے تو مطلقاً مکروہ ہوگا چاہے وہ ایک کاندھے پر ہو یا دونوں پر، شارح کی کلام کپڑے کے کناروں کے بارے میں تھی کہ اگر دونوں کناروں کو لٹکایا جائے تو مکروہ ہے اور اگر ایک کنارہ ایک کاندھے پر لٹکایا جائے اور دوسرا کنارہ دوسرے مونڈھے پر رکھا ہو تو مکروہ نہیں (من احدھما میں ضمیر کا مرجع کتف نہیں بلکہ ثوب ہے) کہاں یہ اور کہاں وہ مفہوم جسے ان دونوں حضرات نے سمجھا، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرمائے۔ آمین۔

۷۰
طحطاوی ــــــ اگر کوئی آدمی شافعی المذہب امام کی اقتداء میں وتر ادا کر رہا ہو

[1] فتاویٰ شامی، ج ۱، ص ۴۳۰

تو آیا دعائے قنوت کی متابعت کرے گا یا اپنے مذہب کا قنوت پڑھیگا اس ضمن میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اللّٰھم انا نستعینک پڑھنے میں واجب منحصر نہیں پس اگر قنوت میں امام کی متابعت کرے گا تو اس کی طرف سے واجب کی ادائیگی ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اس سے وجوب کے سقوط میں کلام نہیں کلام اس بارے میں ہے کہ اس کے لئے کونسا قنوت مناسب ہے؟ آیا اپنے مذہب کی اتباع میں اپنے مذہب کا مختار قنوت پڑھے یا امام کی متابعت کے پیشِ نظر اس کے مذہب کا قنوت پڑھے، اس کا جواب وہی ہے جسے شیخ عبدالحی شرنبلانی نے ذکر فرمایا :۔

فی الشرنبلانیۃ لایخفٰی ان الشافعی یقنت باللّٰھم اھدنا والحنفی باللّٰھم انا نستعینک۔

فتاویٰ شامی میں ہے :۔

ای ویقنت بدعاء الاستغاثۃ لادعاء الھدایۃ الذی یدعو بہ امامہ لان المتابعۃ فی مطلق القنوت لافی خصوص الدعاء کما حررہ الشیخ ابوالسعود عن الشیخ عبدالحی [1]

طحطاوی [۱۷] ——— قنوتِ نازلہ رکوع سے پہلے پڑھا جاتے، یہی امامِ مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے اور امامِ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے، حلبی نے کہا اگر امام رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو اس کے اس

---

[1] رد المحتار، ج ۱، ص ۴۴۹

غیر مشروع کام میں متابعت کی بجائے کچھ دیر بیٹھ جائے تاکہ مشارکت کا احتمال باقی نہ رہے۔

بحرالرائق میں ہے، بعض نے کہا چونکہ رکوع کے بعد طولِ قیام جائز نہیں اس لئے امام کی اتباع نہ کرے۔

اعلیحضرت —— میں کہتا ہوں کہ رکوع کے بعد بیٹھ جانا عدمِ جواز میں طولِ قیام سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ اصلًا اور وضعًا دونوں طرح ناجائز ہے بخلاف طولِ قیام کے (کیونکہ وہاں وضعًا مشروعیت ہے)

۷۲
طحطاوی —— بحرالرائق میں ہے ولیقنت الامام فی الجھریۃ کہ امام جہری نمازوں میں قنوت (نازلہ) پڑھے۔ ابوالسعود میں ہے:۔

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوٰۃ الفجر۔

"اگر مسلمانوں پر کوئی پریشانی آئے تو صبح کی نماز میں قنوت پڑھے"

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بحرالرائق میں لفظِ جھری درحقیقت لفظِ الفجر ہے۔

اعلیحضرت —— آپ امام طحطاوی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فی الجھریۃ کی عدمِ صحت ظاہر ہے جیسا کہ کتبِ احادیث سے ظاہر ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح ہے "تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نمازِ فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوٰۃ الجھر مصحف من صلوٰۃ الفجر [1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۱۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مواظبت اور تکرار دیگر نمازوں کے لئے ثابت نہیں جو صبح کے بارے میں ہے۔

طحطاوی ۷۳ —— علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی (صاحب شرح معانی الآثار) نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک سوائے آفات ومصائب کے صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھا جائے، اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں"۔ بعض فضلاء نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اسی مسلک پر ہیں۔

اعلیحضرت —— بعض فضلاء سے یا علامہ ابراہیم حلبی مراد ہیں یا علامہ شرنبلانی کیونکہ ان دونوں نے غنیہ اور مراقی الفلاح میں یہ بات بیان کی ہے۔

طحطاوی ۷۴ —— صاحب درمختار نے (فائدہ کے تحت) ان باتوں کو بیان کیا جن میں امام کی اتباع کی جائے اور ان میں امام کی اتباع نہ کی جائے۔ جن امور میں امام کی اتباع کی جائے ان میں ایک قنوت بیان کیا گیا۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرنبلانی نے نورالایضاح میں اس کے مناقض بیان کیا اور وہ یہ کہ اگر امام قنوت ترک کر دے تو مقتدی پڑھے بشرطیکہ اس کے لئے امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ممکن ہو، ورنہ امام کی اتباع کرے [۱]

اعلیحضرت —— خلاصہ اور دیگر کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے (جیسے نورالایضاح میں ہے)

طحطاوی ۷۵ —— نوافلِ منذورہ میں اگر قیام کے ساتھ پڑھنے کی نذر ہے تو قیام واجب ہے ورنہ قیام لازمی نہیں اور تعین کے ساتھ بالاتفاق قیام

---

[۱] نورالایضاح، باب الوتر، ص

لازم ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ مسئلہ کہ نوافلِ منذورہ میں قیام واجب نہیں جب تک کہ قیام کی صراحت نہ ہو، متفقہ نہیں بلکہ اختلافی ہے۔

۷۶
طحطاوی ——— مقیم، سواری کی حالت میں شہر سے باہر نفل پڑھ سکتا ہے، امام طحطاوی فرماتے ہیں، تنویر الابصار میں راکبا مفرد کا صیغہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ سواری کی حالت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کی نماز صحیح ہوگی جبکہ قوم کی نماز فاسد ہو جائیگی۔

اعلیٰحضرت ——— جماعت کے ساتھ قوم کی نماز کے فساد کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جانوروں کے درمیان فاصلہ اقتداء سے مانع ہے۔

۷۷
طحطاوی ——— مقتدی کے دعائے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل اگر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی قنوت ترک کر کے امام کی متابعت کرے، اگرچہ اس نے (بوجوہ) قنوت میں سے کچھ بھی نہ پڑھا ہو بشرطیکہ امام کے ساتھ رکوع کے فوت ہو جانے کا خوف ہے البتہ تشہد کو پورا کرے کیونکہ تشہد میں اختلاف مفسدِ نماز نہیں۔ (الدرر)

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں (حالتِ تشہد میں عدمِ اتباعِ امام) تشہد میں مخالفت نہیں بلکہ تشہد کے ساتھ سلام میں بلکہ خروج بصنعہ میں مخالفتِ امام ہے، الدرر کا یہ قول (مخالفتِ امام فی التشہد) اس شخص کے مسلک پر صحیح ہے جو اس کی فرضیت کا قائل نہ ہو۔

۷۸
طحطاوی ——— (صاحب تنویر الابصار نے فرمایا) اگر لوگ عشاء کے فرض (رمضان شریف میں) جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں، اس کی علت صاحبِ درِ مختار نے یہ بیان فرمائی کہ تراویح کی جماعت

فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، شارح کی تعلیل تبع اکیلے آدمی کو بھی شامل ہے یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ فرض نہ ادا کر سکے تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے اور خود شارح کی تفریع اس کی تعلیل کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:

فمصلیہ وحدہ یصلیھا معہ۔

"اکیلے فرض پڑھنے والے جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں"

اعلیٰحضرت ——— امامِ طحطاوی نے شارح (صاحب درمختار) پر اعتراض کیا کہ شارع کی تعلیل سے مفرد کی شمولیت اور تفریع سے اس کے خلاف کا پتہ چلتا ہے، اس کا جواب ردالمحتار میں نہایت عمدہ دیا گیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

(قولہ لانھا تبع) ای لان جماعتھا تبع لجماعۃ الفرض فانھا لم تقم الا بجماعۃ الفرض فلو اقیمت بجماعۃ وحدھا کانت مخالفۃ للوارد فیھا فلم تکن مشروعۃ اما لو صلیت بجماعۃ الفرض وکان رجل قد صلی الفرض وحدہ فلہ ان یصلیھا مع ذلک الامام لان جماعتھم مشروعۃ فلہ الدخول فیھا معھم لعدم المحذور وھذا ما ظھر لی فی وجھہ وبہ ظھر ان التعلیل المذکور لا یشمل المصلی وحدہ فظھر صحۃ التفریع بقولہ فمصلیہ وحدہ الخ [1]

---

[1] ردالمحتار، ج: ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

۷۹
طحطاوی —— حلبی کے حوالہ سے امام طحطاوی نے لکھا ہے کہ تعلیل سابق کے مطابق صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ وتر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے۔

اعلیٰحضرت —— علامہ شامی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ وتر اگرچہ اپنی اصل کے لحاظ سے تابع نہیں ہیں لیکن وتروں کی جماعت تو تابع ہے، فتاویٰ شامی میں ہے:۔

الذی یظھر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح وان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح الخ[1]

۸۰
طحطاوی —— امام صاحب کے نزدیک وتر عشاء کے تابع بھی نہیں (حلبی)

اعلیٰحضرت —— اس بات سے وتروں کی جماعت کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اگرچہ فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں اور یہ بات اس نص کے خلاف ہے جو شرح النقایہ اور غنیہ وغیرہما میں ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) میں مکمل طور پہ کی گئی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:۔

"جس شخص نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے، تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے، درمختار
میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اھ ای مصلی
الفرض وحدہ یصل التراویح مع الامام۔ ردالمحتار میں
ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر
واللہ تعالیٰ اعلم [1]

۸۱
طحطاوی ــــــ اذان کے بعد نماز ادا کیے بغیر مسجد سے باہر جانے کی کراہت کا ذکر کرتے ہوئے چند افراد کے استثناء کے بعد صاحب تنویر الابصار اور اس کے شارح (صاحب درمختار) فرماتے ہیں :۔

(الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) او کان
الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ
لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ
ان یعود۔ (نہر الفائق)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ومن عزمہ جار مجرور آخری یعنی لحاجۃ کے ساتھ متعلق ہے یعنی کسی حاجت کی طرف جانے والا واپسی کا عزم رکھتا ہو۔

اعلیحضرت ــــــ میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ طحطاوی جار مجرور کو (صرف لحاجۃ کی بجائے) درس، وعظ اور حاجت (تینوں) کے ساتھ متعلق گردانتے تو تمام ابحاث ختم ہوجاتیں (اور کوئی اشکال باقی نہ رہتا)

۸۲
طحطاوی ــــــ مختصر البحر کے حوالے سے ایک مسئلہ علامہ طحطاوی نے بیان فرمایا۔

---

[1] فتاوی رضویہ، ج ۳، مطبوعہ لائلپور، ص ۴۸۰، ۴۸۱

جیسے ابوالسعود نے زیلعی سے نقل کیا۔

اعلیٰحضرت —— کتاب کی وضاحت اور شبہہ کے ازالہ کے طور پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مختصر البحر، بحرالرائق نہیں بلکہ ایک علیحدہ کتاب ہے اور صاحبِ بحرالرائق پر یہ بہت سی باتوں میں مقدم ہے کیونکہ امامِ زیلعی نے بھی اسی کے حوالہ سے مسئلہ نقل کیا۔

۸۳

طحطاوی —— سفرِ شرعی جس سے نماز میں قصر واجب ہوتی ہے، سال کے چھوٹے دنوں کے حساب سے تین دن اور تین رات کی مسافت ہے، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں چونکہ دن کی مقدار شہروں کے اختلاف سے مختلف ہے اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ "بلغار" میں مسافتِ سفر تین ساعتیں یا اس سے کم ہو کیونکہ ان کے نزدیک سال کے چھوٹے دن ایک ساعت یا کچھ کم اور زیادہ کے ہوتے ہیں۔ (حلبی)

اعلیٰحضرت —— علامہ شامی کی طرف سے اس کا بہترین جواب دیا گیا ہے لہٰذا وہاں دیکھا جائے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں :۔

ان المراد من التقدیر باقصر ایام السنۃ انما ھو فی البلاد المعتادۃ التی یمکن قطع المرحلۃ المذکورۃ فی معظم الیوم من اقصر ایامھا فلا یرد ان اقصر ایام السنۃ فی بلاد بلغار قد یکون ساعۃ او اکثر او اقل فیلزم ان یکون مسافۃ السفر فیھا ثلاث ساعات او اقل لان القصر الفاحش غیر معتبر کالطول

الفاحش والعبارات حیث اطلقت تحمل
علی الشائع الغالب دون الخفی النادر الخ [1]

۸۴
طحطاوی ـــــــ امام طحطاوی فرماتے ہیں، مشہور ہے کہ بلغار کے دن رات سے کہیں زیادہ لمبے ہوتے ہیں اس لئے کبھی وہاں کا دن ۲۳ ساعتوں کا ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) جس طرح دن گرمیوں میں زیادہ لمبا ہوتا ہے اسی مناسبت سے سردیوں میں نہایت چھوٹا بھی ہوتا ہے تو اگر دن نہایت لمبے ہوں تو عشار کے حق میں فرق پڑے گا کیونکہ غروبِ شفق سے پہلے صبح طلوع ہو جائے گی لیکن دنوں کے چھوٹا ہونے کی صورت میں بھی زوال ضرور پایا جائے گا اور اسی طرح سایہ ایک د و مثل ضرور ہوگا چاہے دن نہایت مختصر ہی کیوں نہ ہوں۔

(اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ دونوں کے نہایت لمبے ہونے یا نہایت مختصر ہونے سے مدتِ سفر کے تعین میں کوئی فرق نہیں پڑے گا) (مرتب)

۸۵
طحطاوی ـــــــ مدتِ سفر کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا :۔

مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا بالسیر الوسط
مع الاستراحات المعتادۃ۔

المعتادۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل کی

---

[1] ردالمحتار، ۱ج، ص ۵۲۶

اور فرمایا کہ یہ بات شیخ زین کے افادات میں سے ہے، وہ عبارت یہ ہے:۔

"(المعتادۃ) ھی معلومۃ عند الناس فیرجع

الیھم عند الاشتباہ۔

اعلیٰحضرت ـــــــ شیخ زین کا یہ قول 'البدائع' سے لیا گیا ہے۔

۸۶
طحطاوی ـــــــ تنویر الابصار میں ہے کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز (فرض) کی بجائے دو رکعات پڑھے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اس پر صاحب درمختار نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب مدت سفر پوری ہو جائے ورنہ سفر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے محض واپسی کی نیت سے سفر کی مدت پوری ہو جائے گی۔

سفر کے غیر مستحکم ہونے کے بارے میں یہ بحث کی گئی کہ قصر کی علت، تین دن کے سفر کے ارادے سے آبادی سے مفارقت ہے نہ کہ تین دن میں سفر کی ہیں کیونکہ حکم سفر محض آبادی سے جدائی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا جب تک حکم اقامت کی علت یعنی شہر میں داخلہ ثابت نہ ہو، سفر کا حکم باقی رہے گا (نتیجہ یہ ہے کہ محض نیت عود سے حکم اقامت ثابت نہیں ہوگا۔)

اعلیٰحضرت ـــــــ امام طحطاوی نے فعل مجہول کے ساتھ بحث کی طرف اشارہ کیا اور فاعل کا ذکر نہیں کیا، اعلیٰحضرت نے اس کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ بحث کرنے والی شخصیت علامہ ابن ہمام ہیں۔

۸۷
طحطاوی ـــــــ مذکورہ بالا بحث کے بارے میں امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بحث نہایت مضبوط ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اولاً ابن ہمام کی بحث کو لاشئ قرار دیا

جسے علامہ طحطاوی قوی بحث قرار دے رہے ہیں، اس کے بعد اعلیٰحضرت نے ابنِ ہمام کی بیان کردہ علتِ قصر اور علتِ حکمِ اقامت کو رد کرتے ہوئے علتِ قصر بیان فرمائی اور پھر پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیا نیز اسے ایک مثال کے ذریعے ثابت کیا۔ ابنِ ہمام نے قصر کے لئے آبادی سے مفارقت کو علت قرار دیا جبکہ اعلیٰحضرت نے مشقت کو علت قرار دیا جس سے ثابت ہوا کہ تین دن اور تین رات کی سیر مکمل ہوتے ہی بہ تحقیقِ مشقت پر قصر کی رعایت کا استحقاق ہے اور محض آبادی سے جدائی اور صرف نیت سے مشقت حاصل نہیں ہوتی۔

اب سوال پیدا ہوا کہ پھر آبادی سے جدا ہوتے ہی قصرِ صلوٰۃ کیوں ہے۔ تو اس کا جواب آپ نے یوں دیا کہ چونکہ رخصت تخفیفِ مشقت کے شروع ہوتے ہی ہونی چاہیئے نہ کہ تکمیل پر، اس لئے شارح نے سفر کی نیت سے آبادی سے جدا ہوتے ہی قصر کا حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سر پہ بوجھ رکھ دے، پھر اسے سفر کا حکم دے اور اس پر تخفیف کرنا چاہے تو یہ اس صورت میں ہوگی کہ اس کے آغازِ سفر ہی میں کچھ بوجھ اتار دے، اگر سفر مکمل کرنے پر بوجھ اتارتا ہے تو تخفیف نہ ہوگی، اسی طرح شریعت نے اسی مقصدِ تخفیف کے پیشِ نظر محض بستی سے جدائی کے ساتھ ہی رخصت کا حکم فرمایا، پھر جب مدتِ معتبرہ کو پہنچ جاتے اور واپسی کا ارادہ کرے تو اب چونکہ وہاں مشقت باعثِ رخصت نہیں ہے لہذا وہ بوجھ جو مشقت کے پیشِ نظر اٹھا دیا گیا تھا، دوبارہ رکھ دیا جاتا ہے (تو معلوم ہوا کہ قصر کی علت مشقت ہے نہ کہ آبادی سے جدائی اور نہ صرف مشقت کے تحت تخفیف ہے)

۸۸
طحطاوی ——— امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل اور کسی کو تکلیف دئے بغیر آگے جا سکتا ہے البتہ اگر کہیں اور جگہ نہ ملے اور امام کے سامنے جگہ ہو تو گردنیں پھلانگ کر آگے جا سکتا ہے کیونکہ آگے بڑھنے والے پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی کے قول پر تفریع کے انداز میں اعلیٰحضرت نزولِ برکت کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام پر برکت کا نزول ہوتا ہے، پھر اس شخص پر جو امام کے بالکل مقابل پہلی صف میں ہے، پھر اس کے دائیں اور پھر بائیں طرف کے نمازیوں پر، پھر دوسری صف میں اسی ترتیب کے ساتھ اور پھر آخری صف تک اسی ترتیب سے برکات کا نزول ہوتا ہے۔

۸۹
طحطاوی ——— کہا گیا ہے کہ جو کام بدھ کو شروع کیا جائے وہ مکمل ہوتا ہے[1]۔

اعلیٰحضرت ——— اس بارے میں ایک حدیث پاک میں ہے :۔

ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم[2]

"بدھ کو شروع کیا جانیوالا کام مکمل ہوتا ہے۔"

۹۰
طحطاوی ——— عیدین کے احکام اور اوقات کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ عید الفطر کے احکام وہی ہیں جو عید الاضحیٰ کے ہیں البتہ عید الاضحیٰ کی نماز قربانی کے تیسرے دن تک مؤخر کی جا سکتی ہے (جبکہ عید الفطر کی نماز دوسرے دن زوال سے قبل تک مؤخر ہو سکتی ہے)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول یجوز تاخیرھا سے

---

[1] پیشِ نظر حاشیہ میں یہ صفحہ غیر مطبوعہ ہے۔

[2] احمد رضا بریلوی، امام : الحجۃ الفائحۃ واتیان الارواح ، ص ۲۰

پتہ چلتا ہے کہ (تاخیر میں) کراہت تنزیہی ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ امامِ طحطاوی نے یَجُوزُ کے لفظ سے کراہتِ تنزیہی کا مفہوم سمجھا، اعلیٰ حضرت نے غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ کبھی جواز کو واجب کے مقابل بولا جاتا ہے، اس وقت یہ مکروہ تحریمی کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

۹۱

طحطاوی ـــــــ نمازِ استسقاء کے ضمن میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ یہ نماز جماعت، خطبہ اور چادر کے الٹانے کے بغیر ہو اور ذمی (غیر مسلم) بھی حاضر نہ ہوں۔ اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کا مسلمانوں کے ساتھ اجتماع مکروہ ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کا اجتماع بلاضرورت اور بغیر مصلحت کے مکروہ ہے البتہ ان کی عبادت کے جواز کے بارے میں فقہاء نے بالاجماع تصریح کی ہے بلکہ مسلمانوں کا تجارت کی نیت سے دارالحرب میں داخل ہونا جائز ہے (لہذا امامِ طحطاوی کا اس اجتماع کو مطلقاً مکروہ کہنا صحیح نہیں)

۹۲

طحطاوی ـــــــ ایصالِ ثواب کے بارے میں علامہ طحطاوی نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی اور فرمایا کہ اسے قرطبی نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصال کرے تو اللہ تعالےٰ ہر قبر کو مشرق سے مغرب تک نور سے بھر دیتا ہے، ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے، پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب دیتا ہے، ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے

بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج فرماتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس روایت میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے ادھر ادھر کی باتوں کا اظہار ہوتا ہے، یعنی اس کے بعض الفاظ اس کی عدم صحت کی دلیل ہیں (مثلاً ساٹھ نبیوں کا ثواب وغیرہ)

۹۳
طحطاوی ——— آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا اسی طرح قبر کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی سے زائرین قبور کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت نے امام طحطاوی کے اس قول کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا اور مطلقاً نہی کے قول کو غلط قرار دیا، آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر یا قبر کی طرف (بغیر پردہ حائل ہونے کے) نماز پڑھنا منع ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ قبر اس نمازی نظروں کے سامنے ہو اور وہ خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، یونہی جب اس کے پہلو میں ہو لیکن جب ان تمام باتوں سے خالی ہو اور کسی قبر کے پاس نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ منع ہے اور اگر وہ کسی نیک شخص کی قبر کے پاس اس کی برکت سے متمتع ہونے کی نیت سے نماز پڑھے تو یہ عمدہ بات ہے، جس طرح ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۹۴
طحطاوی ——— علت، مثلاً بادلوں اور غبار کی صورت میں ایک عادل یا مستور الحال کی خبر، دعوٰی، لفظ اشہد، حکم حاکم اور مجلس قضاء کے بغیر قبول کی جائے (تنویر الابصار و درمختار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حاکم کے سامنے ہلالِ رمضان کی شہادت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اسکی شہادت کو حاکم کے پاس سنا تو اگر اس شاہد کا عدل ظاہر ہے تو سامع پر

روزہ رکھنا واجب ہے اور وہ حکم حاکم کا محتاج نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے ظاہر العدالۃ اور مستور العدالۃ کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص کی عدالت ظاہر اور معلوم ہو جس طرح کہ یہی مذہب ہے کیونکہ جس کے لباس اور صورت سے مخالفت شریعت کا ظہور ہو وہ مستور ہے۔

۹۵

طحطاوی ——— درمختار میں ہے کہ ایک کی شہادت دوسرے پر قبول کی جائے جیسے غلام اور عورت اگرچہ ان کی مثل پر ہو، اس ضمن میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ علی مثلہا سے یہ فائدہ ہے کہ ان کے غیر مثل جیسے آزاد اور مرد کے خلاف شہادت مقبول ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے طحطاوی میں ایک لفظ کے سقوط کی طرف اشارہ فرمایا (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نسخہ میں لفظ من یماثلہا ہو گا جبکہ پیش نظر نسخہ طحطاوی میں علی من لم یماثلہا ہے)۔ مرتب

۹۶

طحطاوی ——— تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ عید الفطر کے چاند کے لئے علت مذکورہ اور عدالت کے علاوہ نصاب شہادت اور لفظ اَشْہَدُ کی بھی شرط ہے۔ علت متقدمہ کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے بادلوں، گرد و غبار اور دھوئیں کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی کی بیان کردہ علتوں کے علاوہ لکڑی کا برادہ، بارش اور نصاب کا بھی اضافہ فرمایا۔

۹۷

طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کسی شہر میں حاکم نہ ہو تو وہاں کے باشندگان، ثقہ (قابل اعتماد) آدمی کے قول پر روزہ رکھیں، علامہ طحطاوی نے اسکی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو وہاں قاضی ہو اور نہ ہی حکمران (فتاویٰ ہندیہ)[۱]

---

[۱] فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۰

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰحضرت نے حاکم کی تعریف میں علماء کو بھی شامل کیا اور فرمایا کہ جہاں حکمران نہ ہو وہاں علماء حکمران ہیں، مسلمانوں پر واجب ہے کہ انکی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں، اگر علماء زیادہ ہوں تو ان میں سے زیادہ علم والا ہی والی ہے ورنہ (بصورتِ مساوات) قرعہ اندازی کریں۔ یہ پورا مسئلہ الحدیقۃ الندیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

۹۸
طحطاوی ——— عید الفطر کے چاند کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار کے مصنف نے فرمایا (وافطروا باخبار عدلین) مع العلۃ (للضرورۃ) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ منح اور ہندیہ کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ دو عادلوں کی خبر سے افطار کا حکم جواز کے لئے وجوب کے لئے نہیں کیونکہ ان دونوں فتاوی میں لاباس للناس ان یفطروا سے تعبیر کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— منح اور ہندیہ کی طرح فتاوی خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر اور جواہر الاخلاطی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۹۹
طحطاوی ——— صاحب درمختار نے بیان فرمایا کہ حاکم تنہا رمضان المبارک کا چاند دیکھے تو اسے اختیار ہے کہ گواہ قائم کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے، شاہد کے بارے میں علامہ طحطاوی، حلبی کے حوالے سے فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس کا مطلب حاکم کا کسی شخص کو شہادت پر آمادہ کرنا ہے، پھر وہ شاہد گواہی دے اور کہے کہ مجھے کسی آدمی نے خبر دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور اس نے مجھے شہادت دینے کی ترغیب دی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے علامہ طحطاوی کے بیان کردہ طریقۂ شہادت سے اختلاف کرتے ہوئے ایک الیا طریقہ بیان فرمایا جو زیادہ قرین قیاس ہے؛

آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کرکے اس کے سامنے خود شہادت دے۔

طحطاوی[۱۰۱] ـــــــ عید الفطر کے چاند کے بارے حضرتِ امامِ اعظم رحمہ اللہ سے بحرالرائق میں ایک روایت نقل کی گئی جس کے راوی امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے چاہے آسمان میں کوئی علت ہو یا نہ ہو جس طرح ہلالِ رمضان کے بارے میں ہے، یونہی بدائع میں بھی ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مشائخ میں سے کسی نے اس کو ترجیح نہیں دی البتہ ہمارے اس زمانہ (۹۵۵ھ) میں اس پر عمل مناسب ہے کیونکہ لوگ چاند کے دیکھنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

پھر علامہ طحطاوی نے مصر میں رونما ہونے والا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ۹۵۵ھ میں اہلِ مصر دو جماعتوں میں بٹ گئے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، یونہی عید الفطر کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی القضاۃ (حنفی) کے سامنے (ہلالِ رمضان کی) گواہی دی، مطلع صاف تھا لہٰذا ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ پس انہوں نے اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا اور لوگوں کو خود قاضی نے افطار کا حکم دیا، یونہی ہلالِ فطر میں ہوا یہاں تک کہ بعض مشائخ شافعیہ نے بغیر جماعت کے عید کی نماز پڑھی اور شہر کی غالب اکثریت نے ان کی مخالفت کی اور امام کی مخالفت کے باعث ان کے اس فعل سے اختلاف کیا۔

اعلیٰحضرت —— ظہر میں اختلاف کے سبب کو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اول رمضان کو حالتِ افطار میں صبح کی (اور روزہ نہ رکھا)

طحطاوی ۱۰۱ —— واقعۂ مصر کے سلسلہ میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی کے پاس گواہی دی۔

اعلیٰحضرت —— یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دی۔

طحطاوی ۱۰۲ —— چاند دیکھنے والوں (جن کی گواہی رد کی گئی) اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا۔

اعلیٰحضرت —— جن لوگوں کی شہادت کو قاضی نے رد کر دیا پھر انہوں نے روزہ رکھا، ان کا روزہ حکمِ شریعت کے مطابق تھا کیونکہ شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جو رمضان شریف کا چاند دیکھے وہ روزہ رکھے اگرچہ اس کی بات کو رد کر دیا گیا ہو۔

طحطاوی ۱۰۳ —— ایک عظیم جماعت نے ان کی اتباع میں روزہ رکھا۔

اعلیٰحضرت —— ان کے متبعین نے روزہ رکھ کر گناہ کا ارتکاب کیا اگر انہوں نے چاند نہیں دیکھا تھا۔

طحطاوی ۱۰۴ —— اور اس نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا۔

اعلیٰحضرت —— ھو ضمیر کا مرجع قاضی ہے یعنی قاضی نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور ظاہرِ روایت پر عمل کیا۔

طحطاوی ۱۰۵ —— تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں بیان کیا گیا کہ مطالع کا اختلاف اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا دیکھنا ظاہر مذہب پر غیر معتبر ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (یونہی) بحرالرائق نے خلاصہ سے بیان کیا، پس اہلِ مغرب کی روایت سے اہلِ مشرق

کے لئے (روزہ یا افطار) لازم ہوگا جب کہ ان کے لئے رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :۔

فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب

میں یلزم کی ضمیر مرفوع متصل ثبوت ہلال کی طرف لوٹتی ہے چاہے ہلالِ صوم ہو یا فطر اور اهل المشرق، یلزم کا مفعول ہے۔

اعلیٰحضرت —— اہلِ مغرب کی روٴیت کو اہلِ مشرق کے لئے ثبوتِ ہلال کے قول میں ہلالِ فطر کو بھی شامل کیا اور کہا کہ بطریق موجب (یعنی دو شہادتیں) ہوں یا خبرِ مستفیض ہو، اس تعمیم اور پھر طریق موجب اور استفاضہ خبر کے ذکر سے معلوم ہوا کہ ہلالِ فطر بھی استفاضہ سے ثابت ہوتا ہے (اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تمام چاندوں میں یہی حکم ہے۔

۱۰۶ **طحطاوی** —— تنویر الابصار میں ان کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کہا گیا ہے کہ اگر کان میں پانی داخل ہو جائے، چاہے خود روزہ دار کے فعل سے ہی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس پر صاحب درمختار نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص لکڑی کے ساتھ کان کو کھجلائے پھر لکڑی باہر نکالے تو اس پر میل ہو تو چاہے کتنی ہی مرتبہ ایسا کرے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرح الملتقیٰ میں اس فعل سے روزے کے عدمِ فساد پر اجماع ذکر کیا گیا ہے۔

اعلیٰحضرت —— شرح الملتقیٰ سے شاید سکب الانہر[۱] مراد لی ہے جیسے مراقی الفلاح

---

[۱] سکب الانہر (مخطوطہ)

کے حواشی پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰۷
طحطاوی ——— باب الہدی میں علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کے حوالے سے ایک روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ روایت عباس بن مرداس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے جس طرح اسے حفاظ نے ذکر کیا۔

اعلیحضرت ——— اللہ تعالے علامہ طحطاوی کی مغفرت فرمائے، سبقتِ قلم سے انہوں نے ایسا لکھ دیا ورنہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علامہ طحطاوی کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کے بارے حفاظ سے یہ بات نقل نہیں کی بلکہ یہ ابن حبان کا قول حضرت عباس بن مرداس کے بیٹے کنانہ کے بارے میں ہے علاوہ ازیں خود ابنِ حبان کے قول میں اختلاف ہے کہ اس نے کنانہ کو ضعفاء میں شمار کر کے یہ بات لکھی اور ثقات میں بھی ذکر کیا اور توثیق کی جس طرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت وقال فی کتاب الضعفاء حدیثہ منکر جدا الخ [1]

۱۰۸
طحطاوی ——— مسجدِ نبوی کی فضیلت کے بیان میں شارح تنویر الابصار نے بیان کیا کہ حدیثِ پاک کی رو سے مسجدِ نبوی میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار کے برابر ہے (یہ مسئلہ شارح علیہ الرحمہ نے زیارۃِ روضۂ اقدس کے ضمن میں فرمایا) کہا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے البتہ جس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے اعضائے مبارکہ متصل ہیں وہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبۃ اللہ سے، عرش سے اور کرسی سے بھی۔ اور آنحضرت

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۴۹۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت مستحب ہے بلکہ جن لوگوں کو طاقت ہو ان کے لیے واجب ہے، اگر حج فرض ہو تو ابتداء حج سے کرے اور حج نفل ہو تو پھر اگرچہ اختیار ہے لیکن بہر حال اولیٰ یہ ہے کہ روضۂ انور کی زیارت کرے اور اسی کے ساتھ مسجد شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے۔

علامہ طحطاوی نے ابن ہمام کا قول نقل کیا، ابن ہمام کہتے ہیں مجھ ناتواں کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض روضۂ انور کی زیارت کی نیت کرے، جب اسے زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا تو مسجد شریف کی زیارت خود بخود ہو جائے گی۔ یا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ دوبارہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو اور مسجد کی زیارت کی نیت کرے کیونکہ اس میں (اولا روضۂ اقدس کی زیارت میں) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجلال ہے (ابن ہمام کہتے ہیں) ہمارے اس قول کے مطابق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور سوائے زیارت کے دوسرا کوئی مقصود نہ ہو تو (میری رحمت وشفقت کے ذمہ) واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (حلبی)

ازاں بعد علامہ طحطاوی نے مسجد نبوی کی فضیلت میں حدیث پاک نقل فرمائی:

لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصیٰ (حلبی عن الفتح)۔

....

ل فقہائے کرام کی تصریح کے باوجود روضہ انور کی زیارت سے انکار بدعت سیۂ نہیں تو اور کیا ہے؟ ۱۲ مرتب

ے نجدیوں نے یہ سمجھا کہ ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا، خواہ وہ کتنا ہی با برکت ہو منع ہے اگر روضۂ انور ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی اس حدیث (لا تشدوا الرحال الخ) میں مسجد نبوی کی فضیلتِ عظیمہ پر دلالت موجود ہے جس طرح اس حدیث میں جس کو شارح علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا۔

طحطاوی ۱۰۹ ——— نکاح بالاقرار کے انعقاد کے بارے میں تنویر الابصار میں دو قول بیان کئے گئے ہیں:

فلا ینعقد بالاقرار علی المختار وقیل ان کان بمحضر من الشھود صح وجعل انشاء وھو الاصح۔

اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

فتحصل ان فی انعقاد النکاح بالاقرار قولین مصححین۔

اعلیٰحضرت ——— بلکہ یہاں تیسرا قول بھی ہے جس کی تفصیل قاضی خاں سے گزر چکی ہے اور اسے فتح القدیر کے حوالے سے فتاوٰی شامی میں نقل کر کے کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل حق ہے، فتاوٰی شامی کی عبارت یہ ہے:۔

وقال فی الفتح قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقر بعقد ماض ولم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا وان اقر الرجل انہ زوجھا وھی انھا زوجہا یکون نکاحا ویتضمن اقرارھما الانشاء بخلاف اقرارھما بماض لانہ کذب وھو کما قال ابوحنیفۃ اذا قال لامرأتہ لیست لی امرأۃ ونوی بہ الطلاق

يقع كانه قال انى طلقتك ولو قال لم اكن تزوجتها ونوى الطلاق لا يقع لانه كذب محض الخ يعنى اذا لم تقل لنشهد وجعلتما هذا نكاحا فالحق هذا التفصيل [1]

ان اقوال میں توفیق ممکن ہے یعنی اگر عقدِ ماضی کا اقرار ہے حالانکہ عقد نہیں ہوا تو پھر انعقاد نہیں ہوگا اور اگر ایک دوسرے کے زوج اور زوجہ ہونے کا اقرار ہے تو یہ انشاء شمار ہوگا تو بات ایک ہی ہے، اگر اقرار سے ثبوت ہے تو انعقاد صحیح نہیں اور اگر انشاء کا مفہوم پایا جاتا ہے تو صحیح ہے۔

طحطاوی[۱۱۰] —— حلبی کی ایک عبارت علامہ طحطاوی نے نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں :-

فتختص بکل لفظ لا یفید الملک ولا ینعقد به النکاح الخ

اعلیحضرت —— فتاوٰی شامی میں بکل لفظ یفید الملک ولا ینعقد به النکاح الخ ہے اور یہی صحیح ہے (گویا کہ علامہ طحطاوی کی نقل کردہ عبارت میں "لا" زائد ہے۔

طحطاوی[۱۱۱] —— اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کرے تو اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خود بھی موجود ہو کیونکہ اس صورت میں لڑکی خود عاقدہ ہوگی اور یہ دو گواہ ہوں گے لیکن اس کی عدم موجودگی میں صحیح نہیں کیونکہ گواہ دو نہیں (تنویر الابصار مع الدر المختار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ اجازت پر موقوف ہوگا

جیسے حموی میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں جیسا کہ ہم نے فتاویٰ شامی کے حاشیہ (ص ۴۴۹) پر تنبیہ کی ہے۔

(نوٹ) غالباً اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ نکاح فاسد ہے کیونکہ گواہوں کی عدم موجودگی سے نکاح فاسد ہونا جیسے اسی حاشیۂ طحطاوی میں درِ مختار کی عبارت ہے :۔

وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کالشھود الخ [۱]

۱۱۲

طحطاوی ——— کتابیہ کے نکاح کے بارے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ صحیح ہے، صاحبِ درِ مختار نے وان کرہ تنزیھا (اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے) کی قید لگائی ہے، علامہ طحطاوی نے فرمایا ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہتِ تحریمیہ کے لئے نہی یا اس کے قائم مقام کی ضرورت ہے کیونکہ وہ واجب کے رتبہ میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— جس طرح کراہتِ تحریمی کے لئے نہی کی ضرورت ہے اسی طرح کراہتِ تنزیہی کے لئے بھی خاص نہی کا ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اختلاف ہی نہیں ہوگا۔

(پھر اس مسئلہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں) اولیٰ وہ تحقیق ہے جو فتح القدیر میں موجود ہے)، فتح القدیر کی عبارت یہ ہے :۔

(دیجوز تزویج الکتابیات) والاولیٰ ان لایفعل

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲، ص ۵۹

ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما [1]

۱۱۳ **طحطاوی** ——— اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اس سے نکاحِ صحیح کے ساتھ شادی کی ہے تو اس مدعا علیہ کیلئے اس مدعیہ کے ساتھ وطی جائز ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کے طور پر فرماتے ہیں کہ کیا پنچ (حَکَم) کو بھی قاضی کی مثل شمار کیا جائیگا۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حَکَم بھی قاضی کی طرح ہے البتہ قصاص اور حدود میں وہ حکم دینے کا مجاز نہیں۔

علامہ شامی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

قلت الظاھر نعم لانھم انما فرقوا بینھما فی انہ لا یحکم فی قصاص وحد ودیۃ علی عاقلۃ [2]

فتح القدیر میں ہے:۔

وینفذ حکمہ علیھما ولھذا اذا کان المحکم بصفۃ الحاکم لانہ بمنزلۃ القاضی ——— ولا یجوز

---

[1] فتح القدیر، ج ۳، ص ۱۳۵

[2] ردالمحتار، ج ۲، ص ۲۹۵

التحکیم فی الحدود و القصاص ـــــ قالوا تخصیص الحدود والقصاص یدل علی جواز التحکیم فی سائر [1]

114 **طحطاوی** ـــــ اگر ولی اقرب نے بالغہ لڑکی سے اذن نکاح چاہا اور وہ خاموش رہی پھر اس نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو اگر خاوند اور مہر معروف ہیں تو جائز ہے (درمختار)

اس پر بحرالرائق میں اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو اجازت کے بغیر توکیل کی اجازت نہیں پس اس کا تقاضا عدم جواز ہے یا یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

علامہ طحطاوی نے مزید بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ دوسری صورت متعین ہے یعنی یہ استثناء ہے۔

اعلیٰ حضرت ـــــ بندۂ ضعیف نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ یہ تمام بحث لاحاصل ہے اور صحیح واجب الاعتماد بات یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے اور نکاح فضولی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے :-

"وکیل بالنکاح کو اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذون مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو، بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر بلا اذن ہوگا"

---

[1] فتح القدیر ، باب التحکیم ، ج ۶ ، ص ۴۰۸

بہر حال مذہبِ راجح پر یہ نکاح، نکاحِ فضولی ہوتے ہیں [۱]

۱۱۵
طحطاوی —— اگر نکاح کرنے والا لڑکی کا باپ یا دادا ہو تو صرف خاوند کا ذکر ہی کافی ہے کیونکہ وہ مہر میں کمی نہیں کرتے جبکہ ان کا غیر ہو تو مہر کا ذکر بھی ضروری ہے۔

اعلیٰحضرت —— یعنی باپ یا دادا کسی اعلیٰ غرض کے پیشِ نظر مہر میں کمی نہیں کریں گے، لہٰذا یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے، یا تو یہی الفاظ لغرض فوقہا ہیں یا اسی مفہوم کے کچھ اور الفاظ ہیں۔

۱۱۶
طحطاوی —— اگر باپ یا دادا، نابالغہ کا نکاح کر دیں تو چاہے غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں ہی کیوں نہ ہو، لازم ہو جائے گا (تنویر الابصار مع الدر المختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ غیر کفو میں امامِ ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے۔

اعلیٰحضرت —— پس اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں ہے :-

ومن زوج ابنتہ وھی صغیرۃ عبدا او زوج ابنہ وھو صغیر امۃ فھو جائز قال وھذا عند ابی حنیفۃ ایضا لان الاعراض عن الکفاءۃ لمصلحۃ تفوقہا وعندھما ھو ضرر ظاھر لعدم الکفاءۃ فلا یجوز واللہ اعلم [۲]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۵۵، ۵۶ ملخصاً

[۲] ہدایہ اولین، ج ۲، باب الاولیاء والاکفاء، ص ۳۲۲

۱۱۷
طحطاوی ——— اگر باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص غبنِ فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں نکاح کر کے دے تو صحیح نہیں، علامہ طحطاوی نے وان کان المزوج غیرھما میں ھما ضمیر کا مرجع بنایا۔

اعلیٰحضرت ——— تنویر الابصار مع در المختار میں بیان کیا گیا کہ اگر باپ اور دادا سوءِ اختیار سے اور خاوند سوءِ عسرت سے معروف نہ ہو تو اس صورت میں باپ دادا غیر کفو میں یا غبنِ فاحش کے ساتھ نکاح کر کے دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں لیکن اگر نکاح کے بعد خاوند غیر کفو میں بدل جائے تو پھر کسی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں لہٰذا نکاح کے عدمِ جواز کے لئے خاوند کا سوءِ عسرت سے معروف ہونا نکاح سے پہلے ضروری ہے، بعد کا اعتبار نہیں۔

۱۱۸
طحطاوی ——— نکاحِ فاسد کی تعریف میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ وہ نکاح جس میں شرائطِ نکاح میں سے کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہوں کا نہ ہونا۔

علامہ طحطاوی نے نکاحِ فاسد کی چند مثالیں بیان فرما کر آخر میں فرمایا کہ نکاح فاسد سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی۔ ان مثالوں میں سے ایک مثال "کافر کا مسلمان عورت سے نکاح" بیان فرمائی۔

اعلیٰحضرت ——— (آپ فرماتے ہیں) باب ثبوت النسب کے آخر میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر کا مسلمان عورت سے نکاح فاسد نہیں بلکہ باطل ہے لہٰذا نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی عدت واجب ہوگی۔

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں:

قلت و فی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل۔

اس کی تشریح کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

لانہ لیس بشبہۃ بقرینۃ عدم وجوب العدۃ منہ واللّٰہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللّٰہ العظیم [1]

لہٰذا علامہ طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں کہ نسب ثابت ہو جائے گا۔ فتاوٰی شامی میں ہے:۔

(لانہ نکاح باطل) ای فالوطئ فیہ زنی لا یثبت بہ النسب بخلاف الفاسد فانہ وطئ بشبہۃ فیثبت بہ النسب [2]

119
طحطاوی ——— دس عقودِ فاسدہ کو ایک نظم میں بیان کیا گیا ہے، نظم کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

والواجب الاکثر فی الکتابۃ
من الذی سماہ او من قیمۃ

حلبی کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے فرمایا الکتابۃ اور من القیمۃ میں "تا" کو مجرور پڑھا جائے گا اور وقف کرکے "تا" کو "ہا" نہیں پڑھیں گے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ۔ ج ۲ ، ص ۲۴۱

[2] ردالمحتار ، ج ۲ ، باب ، فصل فی ثبوت النسب ، ص ۶۳۳

کیونکہ نظم میں رجز ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے عدمِ توقف کی وجہ بیان فرمائی اور وہ اختلافِ قافیہ سے احتراز ہے۔

۱۲۰
طحطاوی ——— ایک اور شعر کے آخری الفاظ الامانۃ اور القیمۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ان کو مرفوع پڑھا جائے گا اور سکون کے ساتھ وقف نہیں کیا جائے گا جیسے کہ اس سے قبل حلبی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی نے لما مرقالہ الحلبی کہہ کر جس حوالے کی طرف اشارہ فرمایا، اعلیٰحضرت نے اسے علامہ طحطاوی سے غیر مستحسن قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس سے قبل علامہ طحطاوی نے صرف حکم بیان فرمایا تعلیل نہیں بیان فرمائی اس لئے یہاں تعلیل کا حوالہ دینا مناسب نہیں البتہ تعلیل علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے :-

لئلا تختلف القافیۃ [1]

۱۲۱
طحطاوی ——— طلبِ مہر کی بنا پر عورت خاوند کو جماع سے منع کر سکتی ہے، اس کے علاوہ اسے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور خاوند اس کی مرضی کے بغیر بھی جماع کر سکتا ہے البتہ اگر مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منع کرے تو امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک جماع جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے لیکن یہ اس وقت جبکہ اس سے قبل اس کی مرضی سے جماع کر چکا ہو اور اگر اس سے قبل ایسا نہیں ہوا تو عدمِ جواز پر اتفاق ہے۔

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۵۲ -

اعلیٰحضرت ـــــــــ اسی طرح بعض وہ اشیاء جو عادتاً (عرفاً) مشروط سمجھی جاتی ہیں جیسے موزے (جرابیں وغیرہ) مکعب[1]، ریشمی چادر اور مٹھائی (جو تقسیم کی جاتی ہے) کے لئے رقم وغیرہ ان کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے بھی عورت جماع سے منع کرسکتی ہے کیونکہ وہ بھی غیر مصرح مہر کی طرح ہیں، فتاویٰ شامی میں اسکی تصریح اس طرح کی گئی ہے :-

وقد رأیت فی الملتقط التصریح بلزومہ کما قلنا حیث ذکر فی مسئلۃ منع المرأۃ نفسہا حتی تقبض المھر فقال ثم ان شرط لہا شیئا معلوما من المھر معجلا فاوفاھا ذلک لیس لہا ان تمنع نفسہا وکذلک المشروط عادۃ کالخف والمکعب ودیباج اللفافۃ ودراھم السکر علی ماھو عادۃ اھل سمرقند[2]

۱۲۲
طحطاوی ـــــــــ تنویر الابصار مع الدر میں ہے کہ اگر باپ اپنے چھوٹے فقیر لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کرے تو باپ سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا البتہ اگر وہ خود ادائیگی کا ضامن بن جائے تو مطالبہ کیا جائے گا جس طرح نفقہ کے بارے میں ہے کہ باپ اسی صورت میں ادائیگی کرے گا جب وہ ضامن ہو۔

---

[1] مکعب کے معنیٰ لغات میں زنبیل، ابھرے ہوئے پستان والی لڑکی وغیرہ ہیں، یہاں یا تو زنبیل مراد ہے یا پستان کے اوپر کا کپڑا یعنی باڈیس،

[2] ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۳۴۹

اعلیٰحضرت ——— باپ، قاضی کے فرض کرنے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کا ضامن ہوگا کیونکہ فقہاء کرام کی تصریح موجود ہے کہ نفقہ یا تو باہمی رضامندی سے قرض بنتا ہے یا قاضی کے فرض کر دینے سے اور کفالت کیلئے دَین ہونا شرط ہے اسی لئے فقہاء نے زوجہ کے نفقہ کی کفالت کو باطل قرار دیا ہے۔

علامہ شامی نے مختلف اقوال کے درمیان اسی طرح تطبیق دی ہے فتاویٰ شامی میں ہے:۔

ان الاب لا یطالب بنفقۃ زوجۃ ابنہ الا اذا ضمنہا مقید بالمفروضۃ والمقضیۃ توفیقا بین کلامہم [۱]

۱۲۳
طحطاوی ——— جب تک مہرِ معجل ادا نہ کیا جائے عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خاوند کو جماع سے منع کر دے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر پورا مہر مؤجل ہو تو پھر بھی عورت کو حقِ امتناع حاصل ہے کیونکہ عادۃً تمام مہر کی تاخیر کے سبب جماع مؤخر ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام ثانی کے قول پر فتویٰ کی وجہ عرف وعادت کا لحاظ ہے، لہٰذا جہاں عرف یہ ہوگا وہاں عورت کو حقِ امتناع حاصل ہوگا لیکن ہمارے ملک میں مہر کی ادائیگی سے پہلے دخول معروف ہے اس لئے یہاں باتفاقِ ائمہ عورت کو امتناع کا حق نہیں کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے اور یہی بات خود طحطاوی نے صراحۃً بیان کی کہ یہ اس وقت ہے جب پہلے سے مشروطہ ہو،

---

[۱] شامی، ج ۲، ص ۶۵۱

اگر حلولِ مہر سے قبل دخول کی شرط لگا دی جائے اور عورت بھی راضی ہو تو اسے روکنے کا حق بالاتفاق نہیں ہے۔

۱۲۴
طحاوی —— ہر وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح شمار ہوتا ہے، کفار کے مابین بھی درست ہے۔

اس کی دلیل کے طور پر صاحبِ درِ مختار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا:

ولدت من نکاح لا من سفاح

جس کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین (معاذ اللہ) غیر مسلم تھے۔ علامہ طحاوی نے اس استدلال کو غیر مناسب قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی کفر کی طرف نسبت ہے جو سوءِ ادب ہے اور صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ کفر سے محفوظ تھے، اللہ تعالٰی نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے اور اسی پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے بارے میں فرمایا کہ جہنم کے ادنٰی عذاب میں وہ شخص مبتلا ہے جسے آگ کے جوتے پہنائے گئے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے" اور یہ بات ابو طالب کے حق میں ہے اور یہ ادنٰی عذاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیٰحضرت —— میں کہتا ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو طالب کفر پر قائم رہے اور اسی پر اس نے انتقال کیا، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کو خوب جانا کیونکہ بچپن میں آپ کی تربیت کی، سفر و حضر میں آپ کے

ساتھ رہے، آپ کے معجزات کو دیکھا، قرآنِ پاک کو سنا اور اس کا ذکر کیا
ان تمام باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب زیادہ ہو لیکن اس کے باوجود تخفیف
کیوں ہے؟ یا تو اس کے بدلے میں ہے جو آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی حمایت و مدد کرتے رہے، یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم
کے پیشِ نظر ہے کیونکہ آپ طبعی طور پر ابوطالب سے محبت کرتے تھے
اور وہ آپ کی حمایت میں کمربستہ رہے کیونکہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔
ظاہر ہے پہلی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآنِ پاک کے مطابق کفار کے
اعمال کالعدم ہیں اور انہیں محض دنیا میں فائدہ پہنچتا ہے لہٰذا ابوطالب
کے عذاب میں تخفیف صرف اور صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تکریم و توقیر کی وجہ سے ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپکی
تکریم والدین کے بارے میں کہیں زیادہ ہے اور اسی طرح ان کو پہنچنے
والی تکلیف آپ کی پریشانی کا باعث ہے اور اگر معاذ اللہ وہ کفر پر
ہوتے تو ان کا عذاب ابوطالب کے عذاب سے بہت خفیف ہوتا حالانکہ
حدیثِ پاک سے واضح ہے کہ ابوطالب کا عذاب سب سے خفیف ہے
علاوہ ازیں آپ کے والدینِ کریمین نے نہ تو زمانۂ بعثت کو پایا اور نہ ہی
اسے رد کیا پس ثابت ہوا کہ وہ مسلمان تھے اور ہم مسلمانوں کو اس بارے
میں قطعاً کوئی شک نہیں، سیدھے راستے کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔

طحطاوی 125 — والدین کریمین کے اسلام کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے
ایک فاضل کا واقعہ بھی نقل فرمایا کہ اسے علماء کے مختلف اقوال کے بارے
میں کافی تفکر تھا چنانچہ اسی تفکر کے عالم میں وہ سو گیا، صبح ہوئی تو امیرِ شہر کا
ایلچی اسے امیر کے پاس بطورِ مہمان لے گیا، راستے میں ایک شخص نے

اس کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے مسئلہ بتایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اللہ تعالےٰ نے زندہ فرمایا اور انہوں نے رسالت کی گواہی دی لہٰذا جو شخص اس حدیث کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف ہے اور حقیقت کو سمجھنے سے عاری ہے۔

اعلیٰحضرت ——— ان یضیفہ میں ضمیر مرفوع متصل کا مرجع جندی یعنی امیر ہے اور ضمیر منصوب منفصل کا مرجع وہ شخص فاصل ہے یعنی امیر نے اس فاضل کی دعوت کی،

۱۲۶
طحطاوی ——— جو نکاح حرمت محل (جس طرح محارم) کی وجہ سے حرام ہو منعقد ہو جائیگا لہٰذا نفقہ بھی واجب ہوگا اور قاذف کو حد بھی لگائی جائے گی، لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے کیونکہ وراثت صرف نکاح صحیح میں ثابت ہے اور وہ بھی خلافِ قیاس، لہٰذا اپنے مورد پر بند رہے گی۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے لیکن اولاد ماں باپ کی وارث ہوگی کیونکہ ان کی ولادت نکاحِ صحیح پر بھی موقوف نہیں اس لئے کہ نکاحِ صحیح تو خلافِ قیاس نہیں (کہ صرف اسی پر اقتصار ہو) لہٰذا جہاں نسب ثابت ہوگا وہاں وراثت بھی ثابت ہوگی اسی لئے نکاحِ باطل میں وراثت نہیں جیسے مسلمان کی اولاد بت پرست عورت سے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔

۱۲۷
طحطاوی ——— صاحبِ درِ مختار نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کا انقطاع مدتِ ایلاء سے زیادہ اس کی مرضی کے بغیر نہ کرے۔

اس پر علامہ طحطاوی آزاد عورت کی مدتِ ایلاء چار ماہ اور لونڈی کی مدتِ ایلاء دو ماہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کیا ہر ایک میں اسکی

اپنی مدتِ ایلاء معتبر ہوگی یا آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائیگا۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امامِ طحاوی کی جانب سے تعینِ مدت میں تشکیک کو تعجب خیز قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اگر آزاد اور لونڈی دونوں کی اپنی اپنی مدت کا اعتبار کیا جائے تو پھر لونڈی کی فضیلت لازم آتی ہے کیونکہ اس کے لئے دو ماہ میں ایک مرتبہ جماع کا حق ثابت ہوگا جب کہ آزاد عورت کے لئے چار ماہ میں ایک مرتبہ، اور یہ آزاد عورت پر زیادتی ہے اور یہ مطلوب کے خلاف ہے کیونکہ یہ تنقیص آزاد عورت پر ایسی زیادتی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس کی تائید میں علامہ طحاوی کا قول جسے صاحبِ درمختار نے نقل فرمایا، بیان کیا کہ آزاد عورت کے لئے چار دنوں میں ایک دن اور لونڈی کے لئے سات دنوں میں ایک دن کا حق ہے، اسی طرح حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ بھی آپ نے بطورِ تائید پیش فرمایا جس میں مجاہدین کو چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت کا حکم دیا گیا تھا اور اس میں آزاد اور لونڈی کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی بحث مکمل کرنے کے بعد فتاوٰی شامی کو دیکھا تو وہاں بھی یہ بات مذکور تھی، شامی میں ہے:-

وھو اربعة اشھر یفید ان المراد ایلاء الحرة ویؤید ذٰلک ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع فی اللیل امرأة تقول الخ[1]

---

[1] شامی، ج۲، ص ۳۹۸

۱۲۸
طحطاوی ——— ”اگر عورت کی جانب سے نافرمانی کا ڈر ہو تو پہلے سمجھایا جائے پھر علیحدگی اختیار کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو مارا جائے۔“ قرآنِ پاک میں بھی حکم دیا گیا ہے۔[۱] علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ ھجر کی مراد میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ بستر علیحدہ کیا جائے الخ۔

اعلیحضرت ——— واھجروھن سے بستر کی علیحدگی آیت کا ظاہری مفہوم ہے۔

۱۲۹
طحطاوی ——— بعض کے نزدیک ترکِ جماع مراد ہے۔

اعلیحضرت ——— آیتِ کریمہ میں اس معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔

۱۳۰
طحطاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو بستر کی علیحدگی اور ترکِ جماع کے ساتھ ترکِ کلام بھی کیا جائے۔

اعلیحضرت ——— واھجروھن فی المضاجع کے ظاہر الفاظ سے تو یہ مفہوم بعید ہے، شاید دلالۃً یہ مفہوم اظہر ہو۔

۱۳۱
طحطاوی ——— درِمختار میں ہے کہ خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ ہر مباح کام میں خاوند کی اطاعت کرے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ جب خاوند اسے حکم دیگا تو یہ کام اس پر واجب ہو جائے گا جس طرح بادشاہ کا حکم رعایا کے لئے (وجوب کا درجہ رکھتا ہے)

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کتاب الجہاد کے شروع میں بحر الرائق کے

---

[۱] والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن الآیۃ پ۵ ع۲ النساء

حوالے سے محشی نے نقل کیا کہ عورت پر خاوند کے احکام کی پابندی صرف انہی امور میں ہے جو نکاح سے متعلق ہیں اور فتح القدیر کے حوالے سے ہے کہ اطاعت واجب ہے لیکن ان امور میں نہیں جن میں روحانی خطرات ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ امام طحطاوی کا مطلقاً خاوند کے حکم کی اطاعت کا یہ قول محشی کی نقل کردہ عبادات سے متصادم ہے۔

۱۳۲ طحطاوی ——— علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر عورت باوجود (حیض ونفاس سے) پاک ہونے کے خاوند کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو خاوند اسے سزا دے سکتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (صرف طہارت کی قید کافی نہیں بلکہ) مناسب تھا کہ ایسی مرض سے سلامتی کی قید لگائی جاتی جس کے ساتھ جماع موافق نہیں یا ضرر رساں ہے، اسی طرح عورت کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔

۱۳۳ طحطاوی ——— اگر طلاق کو طلاق نامہ کے آنے سے مشروط کرتے ہوئے کہا کہ جب تیرے پاس میری یہ تحریر آئے، تجھے طلاق ہے پس اس عورت کے پاس خاوند کی تحریر پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے وہ اسے پڑھے یا نہ پڑھے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی نے جو عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل فرمائی اس کے بارے میں اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، یہ نامکمل ہے یا تو علامہ طحطاوی نے اختصار سے کام لیا ہے یا فتاویٰ عالمگیری کے نسخہ میں عبارت رہ گئی ہے ورنہ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ ہندیہ میں مزید عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ تحریر عورت کے پاس نہ پہنچے طلاق نہیں واقع ہو گی اور اگر اس نے کہا جب تیرے پاس میری یہ تحریر

پہنچے، پس تجھے طلاق ہے پھر اس کے بعد (طلاق کا ذکر نہ ہو بلکہ) دیگر ضروریات کا ذکر ہو تو بھی طلاق صحیح ہو گی۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے :۔

وان علق طلاقها بمجیئ الکتاب بان کتب اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فان لم یجیئ الیها الکتاب لا یقع وان کتب اذا جاءك کتابی هذا فانت طالق وکتب بعد هٰذا حوائج فجاءها الکتاب وقرأت اولم تقرأ یقع الطلاق وان بدا له بعد ما کتب فمحا الحوائج وترك اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فجاءها الکتٰب وقع الطلاق لان قوله کتابی هٰذا اشارة الی ماکتب قبل الطلاق واذا وصل الیها ذٰلك وقع الطلاق وان بدا له بعد ماکتب فمحا اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق وترك الحوائج فوصل الیها ذلك لا یقع الطلاق لان شرط وقوع الطلاق ان یصل الیها ماکتب قبل قوله هٰذا فاذا محا ذٰلك لم یصل الیها ما یتعلق به الطلاق الخ [1]

۱۳۴ **طحطاوی** ——— علامہ طحطاوی نے فرع کے عنوان کے تحت یہ مسئلہ درج فرمایا کہ اگر کوئی شخص جھوٹی طلاق کا اقرار کرے تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہو گی البتہ قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۴۷۱

اعلیٰحضرت —— آپ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں اس مسئلے پر فتویٰ دے چکا ہوں اور اس دلیل سے کہ ہر شخص کسی بھی بات کے اقرار میں خود مختار ہے لہٰذا اس کا اقرار صحیح قرار دیا جائے گا اور میں نے درِ مختار کے حاشیے پر بھی اس کا ذکر کیا ہے (اب علامہ طحطاوی کا ذکر کردہ یہ مسئلہ دیکھا) الحمدللہ یہ معقول، منقول کے موافق ہوا اور یہ محض اللہ تعالیٰ بلند و بالا کی عطا فرمودہ قوت ہی سے ہے۔

۱۳۵
طحطاوی —— الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الحقی بو قبتک اور وھبتک لاھلک کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت —— بو قبتک صحیح نہیں بلکہ بر فقتک صحیح لفظ ہے جس طرح فتاویٰ ہندیہ میں ہے:۔

وفی الحقی برفقتک یقع اذا نوی کذا فی البحر الرائق [1]

۱۳۶
طحطاوی —— طلاق کے ضمن میں الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الدر المنتقیٰ اور فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے چند کنایات بیان فرمائے جن میں سے ایک وھبتک لاھلک او ابیک او امک اور دوسرا عفوت عنک لاجلھم ہے۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ الدر المنتقیٰ میں وھبتک لاھلک کو الفاظِ کنایہ میں شمار کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور اس بات کا بھی کہ میں نے تیرے خاندان کی وجہ سے تجھے معاف کر دیا۔ پس علامہ طحطاوی سے عبارت دیکھنے میں لغزش واقع ہوئی

---

[1] فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۳۷۵

(کیونکہ) الدر المنتقی کے متن الملتقی میں ہے وھبتک لاھلک، اسکی تشریح
میں مجمع الانہر میں ہے" میں نے تجھے تیرے خاندان کی وجہ سے معاف کر دیا
یا میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے سپرد کر دیا کیونکہ میں نے تجھے طلاق
دے دی یعنی عفوت عنک لاجلھم کو بطور احتمال بیان کیا گیا،
اصل الفاظ کنایہ کے طور پہ بیان نہیں کیا جبکہ علامہ طحطاوی نے ان الفاظ کو
مستقل الفاظِ کنایہ میں شمار کیا ہے

۱۳۷
طحطاوی ——— الفاظِ کنایہ میں سے ایک اظفری بمرادک ہے یعنی تو اپنی مراد کو
پالے۔

اعلیٰحضرت ——— گذشتہ کی طرح یہاں بھی دو احتمال ہیں جس طرح خود علامہ
طحطاوی نے اس سے قبل صاحبِ درِمختار کے قول افلحی کے تحت
بحرالرائق کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس قول میں نیت کے ساتھ طلاق واقع
ہو جائے گی کیونکہ اس قول کا معنی "چلی جا" بھی ہے اور" اپنے مقصد میں
کامیاب ہو جا" بھی ہے (لہٰذا جب دو معنوں کا احتمال ہے تو نیتِ طلاق
سے طلاق واقع ہو جائے گی ۱ مرتب)
اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے وقوعِ طلاق اس وقت
واضح ہے، جب عورت طلاق طلب کرے یا کہے کہ میں چاہتی ہوں تو مجھے
مجھے طلاق دے تو جواب میں خاوند کہے اظفری بمرادک ظاہر ہے
یہاں مراد سے مطلوب طلاق ہے۔

۱۳۸
طحطاوی ——— یہ عبارت درمختار کی ہے، صاحبِ درمختار نے تعلیقِ طلاق کی
شرائطِ صحت کے ضمن میں پہلی شرط یہ بیان کی کہ جس شرط سے طلاق کو معلق
کیا جائے وہ ایسی معدوم ہو جو وجود میں آسکتی ہو کیونکہ اگر وہ متحقق ہو تو

طلاق فی الفور واقع ہو جائے گی، معلق نہیں رہے گی اور اگر وہ محال ہو تو وہ کلام لغو ہو جائیگی، محال کی مثال یہ ہے کہ خاوند بیوی کو کہے، اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق ہے چونکہ اونٹ کا داخل ہونا محال ہے اس لئے یہ کلام لغو ہو جائے گی۔

دوسری شرط لفظِ طلاق اور شرطِ تعلیق کا اتصال ہے۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق کو کسی امر محال سے معلق کرنے سے لغویت ایک ظاہری اور بدیہی امر ہے لیکن اگر امرِ محال سے عدمِ طلاق کو معلق کیا جائے تو کیا طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ مثلاً یہ کہے کہ "اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق نہیں" اس صورت میں کلام کے مفہوم کا اعتبار کیا جائے تو طلاق تنجیزی واقع ہو گی کیونکہ طلاق کو ایک وجودی سے معلق کیا گیا ہے لیکن محض نیت کرنے اور فرض کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وقوع ہوتا ہے جس طرح اگر کوئی کہے لا حاجۃ لی الیک (مجھے تیری طرف کوئی حاجت نہیں) تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہ طلاق کے الفاظ نہیں اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی تعلیق کا مفہوم ہے الفاظ نہیں (لہذا طلاق نہیں واقع ہو گی)

۱۳۹ طحطاوی ——— تنویر الابصار کے مصنف نے مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے اگر تو زید کی زیارت کرے تو تجھے طلاق ہے اب اسی عورت سے اس شخص نے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی زیارت کی تو طلاق واقع نہیں ہو گی بلکہ کلام لغو ہو جائے گی۔

اسی ضمن میں صاحب درِ مختار نے بحر الرائق کے حوالے سے بیان کیا

ہمارے عرف میں عورت کی زیارت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان لے کر جائے جسے وہاں جا کر پکایا جائے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصر میں آجکل اس کے خلاف معروف ہے یعنی وہاں عورت زیارت کرنے والی شمار کی جائے گی اگرچہ اس کے پاس ایسی چیز بھی ہو جسے پکایا نہیں جاتا جیسے پھل وغیرہ۔

اعلیٰحضرت —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے عرف میں زیارت کا مفہوم ان دونوں سے عام ہے کیونکہ ہمارے ہاں عورت زائرہ شمار ہوگی چاہے وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لے جائے۔

۱۴۰ طحطاوی —— طلاقِ مریض کی بحث میں صاحبِ درِ مختار نے المجتبیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ اگر مقعد[۱] مسلول[۲] اور مفلوج[۳] کی بیماری طویل ہو جائے اور اسے چلنے پھرنے سے معذور نہ کر دے تو وہ صحیح کی طرح ہے، اس پر تفریع کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بیماری طویل نہ ہو یا طویل تو ہو لیکن چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو تو وہ مریض ہے۔

اعلیٰحضرت —— علامہ شامی نے کتاب الوصایا میں درِ مختار کے اس قول واعتمد فی التجرید کی تشریح میں جو لکھا ہے وہ اس کے خلاف ہے، فتاویٰ شامی کی عبارت یہ ہے:-

---

[۱] الذی اقعدہ المرض عن القیام۔

[۲] من السل بالکسر مرض معروف۔

[۳] من یحدث فی احد شقی البدن طولا فیبطل احساسہ وربما کان فی الشقین ویحدث بغتۃ۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۱۶۵)

والظاهر انه مقيد بغير الامراض المزمنة التي طالت ولم يخف منها الموت كالفالج ونحوه وان صيرته ذا فراش ومنعته عن الذهاب في حوائجه [1]

۱۴۱
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت علی مثل امی اور احترام یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ کنایہ ہے لہٰذا جو اس نے ارادہ کیا وہی واقع ہوگا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چاہے نیت کرے چاہے دلالتِ حال ہو، طلاق واقع ہو جائے گی۔

اعلیحضرت ——— صرف دلالتِ حال سے وقوعِ طلاق کے قول سے فقیر کو اختلاف ہے۔

۱۴۲
طحطاوی ——— کفارہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، جس کے صحیح ہونے کی امید نہ ہو یا بوڑھا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر قیمت ادا کرے اور اگر ان کو صبح و شام کے کھانے کا مالک بنائے یا ایک وقت کا کھانا اور دوسرے وقت کی قیمت ادا کرے یا دو صبح یا دوپہر یا ایک سحری اور شام کے وقت کھانا کھلائے تو جائز ہے (تنویر الابصار و درِ مختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کھانا جو مساکین کے لئے مباح کیا گیا، انہی کے ہاتھوں ضائع جائے تو جس نے مباح کیا

---

[1] شامی، ج ۵، ص ۴۲۳

اس کی ملک میں ضائع ہوگا یا جس کے ہاتھوں ضائع ہوا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔
" میں کہتا ہوں کہ جب وہ کھانے میں بدل گیا اور ماکول ہوگیا تو مباح کنندہ کی ملک زائل ہوگئی، اب وہ کسی کی ملک نہیں ہوگا۔"

اعلیٰحضرت ——— ضائع کا اسم وہ چیز ہے جو ہلاک (ضائع) ہو رہی ہے پس یہ اس کو بھی شامل ہوگا جب پانی کو مباح کیا جائے تاکہ اس کے ساتھ وضو کیا جائے غسل کیا جائے یا اس کے ساتھ کپڑے دھوئے جائیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء بھی (یعنی جب کوئی چیز کسی نے مباح کردی تو وہ مبیح عنہ کی ملک نہیں رہے گی)

۱۴۳
طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے :۔

لو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ اجزأ عن یومہ ذلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ لو اباحہ میں اباحت سے مراد تملیک ہے یعنی اگر کفارہ ادا کرنے والے نے مسکین کو ایک ہی دن میں پورے طعام (کفارہ) کا مالک بنا دیا یا ایک ہی دن میں کئی بار کے ذریعے مالک بنایا تو فقط اسی دن کا کفارہ ادا ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی کا اباحت سے تملیک مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ اباحت کے مقابلے میں مصنف "او ملکہ" لائے ہیں (جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں سے ایک معنی مراد نہیں ہے) امام طحطاوی نے یہ بات اس لئے بنائی کہ مصنف نے اولاً اباحۃ دفعۃ کہا پھر ملکہ بدفعات کہا جس سے علامہ طحطاوی نے گمان کیا کہ دونوں مسئلوں میں صرف دفعۃ

اور دفعات کا فرق ہے ورنہ اگر اباحت اور تملیک کو ہم معنٰی نہ مانا جائے تو یہ قیود (دفعۃ اور دفعات) باطل ہیں لیکن امامِ شامی نے اس بات کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ قبیلۂ احتباک سے ہے یعنی دونوں جگہوں میں مصنف نے اس بات کی تصریح کردی جسے دوسرے مقام پہ ذکر نہیں کیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ دونوں مقامات پر بدفعۃ اور دفعات مراد ہے یعنی دونوں مسئلوں میں عبارت مقدر ہے علامہ شامی کی عبارت یہ ہے :۔

(قولہ دفعۃ) ای او بدفعات وقولہ بدفعات ای او بدفعۃ کما افاد فی البحر فھو من قبیل الاحتباک حیث صرح فی کل من الموضعین بما سکت عنہ فی الموضع الآخر لہ

اب تنویر الابصار کی عبارت یوں ہوگی :۔

ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ او بدفعات اجزأ عن یومہ ذٰلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات او بدفعۃ فی یوم واحد علی الاصح۔

۱۴۴
طحطاوی ـــــــ عنین کے احکامات کے سلسلہ میں تنویر الابصار میں باب باندھا گیا، باب العنین وغیرہ، علامہ طحطاوی نے وغیرہ کے تحت فرمایا :۔

شمل الخصی والشکاک والمسحور والخنثی المشکل والمعتوہ والشیخ الکبیر الخ۔

لہ رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۵۸۳

اعلیٰحضرت ــــــ الشکاز کی تعریف کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے معانقہ کرے، اسے چھوئے یا اسے بوسہ دے تو بلا دخول انزال ہو جائے (یعنی سرعت انزال کا مریض)

۱۴۵

طحطاوی ــــــ صاحبِ درمختار نے عنین کا لغوی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علی الجماع

صاحب تنویر الابصار نے اصطلاحی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علیٰ جماع فرج زوجتہ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لغوی معنیٰ اصطلاحی معنیٰ سے زیادہ عام ہے، کیونکہ اس میں تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت کا مفہوم ہے جب کہ اصطلاحی معنی میں صرف زوجہ کا ذکر ہے۔

اعلیٰحضرت ــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک اعتبار سے تو لغوی معنی اعم نہیں بلکہ اخص ہے کیونکہ اصطلاحی معنی میں تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے فرج میں جماع پر قادر نہ ہو اگرچہ اس کی دبر میں قادر ہو یا باقی تمام عورتوں کی فروج میں جماع پر پہلے قادر رہ چکا ہو اور لغوی معنیٰ خاص ہے کہ مطلقاً جماع پر قادر نہ ہو لیکن (دوسرے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے جس طرح علامہ طحطاوی نے فرمایا) لغوی معنیٰ کے اعتبار سے تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت مراد لی گئی ہے اور اصطلاحی معنیٰ میں صرف اپنی بیوی کی فرج سے جماع پر عدمِ قدرت مراد ہے پس اس معنیٰ کے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے یعنی یہ (صرف بیوی کی فرج ہی نہیں بلکہ) ان فروج کو بھی شامل ہوگا جن سے جماع کی عدمِ قدرت کا بیان کیا گیا ہے۔

۱۴۶
طحطاوی ——— امامِ طحطاوی فرماتے ہیں، "ابنِ عقیل نے کہا کہ عنین سے دبر میں جماع کی بھی نفی ہے کیونکہ یہ قُبُل (فرج) میں جماع سے بھی سخت ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فرج میں جماع کی عدمِ قدرت سے دُبر میں جماع کی عدمِ قدرت ثابت کرنا صحیح نہیں کیونکہ بعض اوقات جادو کے سبب، فرج میں جماع پر قدرت نہیں ہوتی۔

۱۴۷
طحطاوی ——— عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی مہلت دے، پھر فرماتے ہیں، حموی شرح کنز میں ہے اور اسکی کلام دلالت کرتی ہے کہ غیرِ قاضی کی تاجیل معتبر نہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محکم بھی ہو تو اسے بھی اختیار نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یہ بات فتاویٰ خیریہ کی تصریح کے خلاف ہے البتہ فتاویٰ خیریہ میں صرف ضابطۂ کلیہ بیان کیا گیا ہے، کوئی دلیل نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ حد اور قصاص کے علاوہ تحکیم جائز ہے [1]

۱۴۸
طحطاوی ——— باکرہ عورت کی پہچان کے لئے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے، اگر سیدھا دیوار پہ لگے تو وہ باکرہ ہے ورنہ ثَیّبہ ہے۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت وضاحت فرماتے ہیں کہ تجربہ سے ثیبہ اور باکرہ کے درمیان کیفیتِ پیشاب میں فرق ثابت ہوچکا ہے۔

۱۴۹
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ زوجین میں کسی ایک کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ وہ عیب زیادہ ہو مثلاً

---

[1] فتاویٰ خیریہ برحاشیہ فتاویٰ حامدیہ، ج ۲، ص ۲۷

جنون، جذام، برص، رتق اور قرن وغیرہ، ائمہ ثلاثہ نے ان پانچوں عیوب میں خاوند کے اختیار کی مخالفت کی ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین عیوب میں مخالفت کی ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہی قہستانی نے ہر اس عیب کو لاحق کیا جس کی وجہ سے عورت کے لئے خاوند کے ساتھ ٹھہرنا ناممکن ہو۔

اعلیٰحضرت ——— اسے زیلعی نے تبیین میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب خاوند میں ایسا عیب ہو جس کے باعث عورت اپنا حق نہ پا سکتی ہو تو اسے رد کا اختیار ہے کیونکہ وہ اس عیب کی وجہ سے اپنا حق حاصل نہیں کر سکے گی پس وہ مجبوب اور عنین کی طرح ہو گا لیکن مرد کو یہ اختیار نہیں کیونکہ عورت میں عیب کی وجہ سے خاوند طلاق کے ذریعے ضرر سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے متمتع ہو۔

۱۵۰

طحطاوی ——— بچے کی تربیت عصبات کے بعد ذو الرحم کے ذمے ہے (درمختار)

علامہ طحطاوی نے ذوالرحم کو محرم کی قید سے مقید کیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر مطلقاً ذوالرحم مراد ہو تو یہ ان عورتوں کو بھی شامل ہو گا جو محرم نہیں جس طرح پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہنیں اور یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ یہ درمختار کے بعد والے قول ولاحق لولد عم و عمۃ و خال و خالۃ لعدم المحرمیۃ کے مخالف ہے۔

اعلیٰحضرت ——— لاحق لولد عم الخ مشتہاۃ کے حق میں ہے جب کہ چچازاد سے امن نہ ہو جس طرح خود علامہ طحطاوی نے بعد میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے اس لئے دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے،

بحرالرائق کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے یہ عبارت نقل کی ہے :۔

عبر بالولد لیعم الذکر والانثیٰ وھذا فی حق الانثیٰ المشتہاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون الخ[1]

بحرالرائق میں ہے :۔

لکن ینبغی ان یکون محل عدم الدفع الی ابن العم ما اذا کانت الصغیرۃ تشتہی وھو غیر مامون اما اذا کانت لا تشتہی کبنت سنۃ فلا منع لانہ لا فتنۃ وکذا اذا کانت تشتہی وکان مامونا[2]

۱۵۱
طحطاوی ـــــــ چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں کو حقِ حضانت (تربیت) حاصل نہیں کیونکہ وہ محرم نہیں (درِ مختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ عدمِ محرمیت کی علت کا تقاضا ہے کہ ان مذکورہ بالا کو حقِ پرورش حاصل نہیں اگرچہ بچی غیر مشتہاۃ ہی کیوں نہ ہو۔

علامات اعلیٰحضرت ـــــــ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے مختلف کتبِ فقہ کے حوالوں سے بیان فرمایا کہ چچا زاد بھائیوں کو، بچہ یا چھوٹی بچی پرورش کے لئے نہ دی جائے (قاضی ملخصاً)، غیر محرم اور عصبہ فاسق کو بچی کی پرورش کا کوئی اختیار نہیں (کفایہ وہندیہ)[3] محرم ہی کو بچی کی تربیت کا حق حاصل ہے۔ (فتاوٰی خیریہ عن المنہاج للعقیلی، خلاصہ، تاتارخانیہ)، چچا زاد کو لڑکی کی پرورش کا کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۴۶

[2] بحرالرائق، ج۴، ص ۱۶۹

[3] فتاوٰی ہندیہ، ج ۱، ص ۵۴۲

حق نہیں (خانیہ و فتح القدیر)[1]

ہدایہ میں ابنِ عم کے لئے عدمِ حق حضانت کو بلا تفصیل بیان کیا گیا ہے اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے جو دلیل بیان کی ہے اس کے ظاہر الفاظ تفصیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ صاحبِ ہدایہ نے ابنِ عم کو حقِ حضانت حاصل نہ ہونے کی دلیل "فتنے سے حفاظت" بیان کی[2] اور ظاہر ہے کہ فتنہ مشتہاۃ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۵۲
طحطاوی ——— علامہ طحطاوی نے فتاویٰ قاری الہدایہ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ فقہاء کے قول ویصح اسلام الصبی العاقل میں صبی سے مراد وہ ہے جو سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو جائے، اس پر بطورِ دلیل فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات سال کی عمر میں دعوتِ اسلام دی۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ کی عمر دس سال تھی۔

۱۵۳
طحطاوی ——— پرورش کرنے والی، ربیبہ کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا (تنویر الابصار)

اس مسئلے کے ضمن میں درِ مختار میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر بچے کی ماں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور اس بچے کو اس کی نانی اس کے سوتیلے باپ کے گھر میں رکھے تو باپ کو بچہ واپس لینے کا حق ہے، بحر الرائق میں ہے، مجھے اس بارے میں تردد ہے کہ اگر بچے کو

---

[1] فتاویٰ خانیہ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۴۲۳ — فتح القدیر، ج ۴، ص ۱۸۶

[2] ہدایہ اولین ، ص ۴۳۵ (بابِ حضانۃ الولد ومن احق بہ)

اس کی خالہ یا اس جیسی کوئی رشتہ دار کسی اجنبی کے ہاں ٹھہرائے تو آیا حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا؟ صاحبِ بحر الرائق فرماتے ہیں کہ ساقط ہو جائے گا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ زوج الام اور اجنبی میں فرق ہے۔

صاحب نہر الفائق کے قول کی وجہ علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی کہ اگرچہ زوج الام اپنی بیوی کے بچے پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود ماں سے تعلق کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے اور بسا اوقات بعض اغراض کے تحت اپنی بیوی یا اس بچے کو منع کر دیتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے اس دلیل کو اقویٰ قرار دیتے ہوئے وجہ بیان فرمائی کہ چونکہ عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے اور عام طور پر گھر کا سب سامان عورت کے اختیار میں ہوتا ہے اس لئے اجتناب کے باوجود ماں ازروئے شفقت بچے کو خاوند کے مال میں سے بالخصوص پھل اور کھانا وغیرہ دے دیتی ہے چنانچہ خاوند بدگمانی کرتا ہے اور عورت کو متہم کرتا ہے اور اس بنا پر وہ بچے کو ناپسند کرتا ہے حتیٰ کہ بیوی اور خاوند کے درمیان اختلاف رونما ہو جاتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ عورتیں اجنبی کے مال سے اجتناب کرتی ہیں اور وہ بھی ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا، ان تمام باتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ اجنبی لوگ چھوٹے بچوں پر مشفق ہوتے ہیں اور زوج الام کو بچے سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ المختصر اجنبی سے عداوت متصور نہیں جبکہ مربی علاقہ عداوت ہے لہذا دونوں میں فرق ہے۔

۱۵۴

طحطاوی ——— ماں اور دادی کو بچی کے حیض آنے تک حقِ حضانت ہے اور ان کے غیر کو اس بچی کے مشتہاۃ ہونے تک حق ہے لیکن امام محمد علیہ الرحمہ

کے نزدیک ماں اور دادی کے لئے مشتہاۃ ہونے تک حقِ حضانت ہے۔ (تنویرالابصار) درِ مختار میں زیلعی کے حوالے سے اس کی وجہ کثرتِ فساد بیان کی گئی ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ امام محمد علیہ الرحمہ کی اس روایت پر عمل درآمد اس وقت ہو سکتا ہے جب بچی کا باپ یا کوئی عصبہ موجود ہو نیز حاضنہ سے کوئی بہتری کی امید نہ ہو اور عصبہ سے مراد محارم ہیں اور بچی ان کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد بھی نہ کی جائے۔

۱۵۵
طحطاوی ـــــ مسائلِ نفقہ کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالقادر کی کتاب 'الواقعات' کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰحضرت ـــــ یہ علامہ عبدالقادر بن یوسف آفندی ہیں جو قدری وزری مشہور ہیں۔

۱۵۶
طحطاوی ـــــ کیا غیر اللہ کے ساتھ قسم کھائی جا سکتی ہے؟ لبعض کے نزدیک مکروہ ہے اور لبعض کے نزدیک مکروہ نہیں، بالخصوص ہمارے زمانے میں اسی پر فتوٰی ہے اور حدیثِ پاک میں جو نہی وارد ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عادۃً اور تفاخر کے طور پر قسم نہ کھائی جائے اگر وثوقاً ہو تو کوئی حرج نہیں (درِ مختار)

اعلیٰحضرت ـــــ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، حدیثِ پاک میں طلاق کے ساتھ قسم کی مذمت کی گئی، ابنِ بلبان نے تلخیص الجامع میں اس کی تصریح کی ہے جیسے علامہ شامی نے (ردالمحتار کے) ص ۶۹ پر نقل کی ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر ص ۷۰ پر اس کی توجیہ کی ہے۔

۱۵۷
طحطاوی ـــــ یمینِ لغو کے بارے میں مصنفِ تنویرالابصار نے فرمایا کہ اس میں گناہ نہیں ہوگا لیکن امامِ محمد علیہ الرحمہ نے اس پر جزم نہیں کیا

بلکہ عدمِ مواخذہ کی امید سے معلق کیا۔

اب امامِ محمد علیہ الرحمہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک میں اس آیت لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم کے ذریعہ عدمِ مواخذہ پر جزم کیا گیا ہے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ یمینِ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لئے عدمِ مواخذہ کو امامِ موصوف نے امید سے معلق کیا ہے، نہر الفائق میں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ دو چیزیں ہیں، ایک کفارہ، دوسرا عذاب۔ تو جب آیت میں مواخذہ بالکفارہ کے ساتھ منفی ہو گی تو آیت میں آخرت کے بارے میں سکوت ہے اسی لئے امام موصوف نے رجاء سے معلق کیا ہے۔ امامِ حموی نے نہر الفائق کی عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کیا کہ امامِ شافعی تو امامِ محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ کے بعد ہوئے ہیں لہٰذا اس وقت اختلاف ہی نہ تھا تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اختلافِ تفسیر کی بنا پر امامِ محمد علیہ الرحمہ نے امید کے ساتھ معلق کیا ہے۔

اعلیحضرت ——— یمینِ لغو کی تفسیر میں صرف امامِ شافعی ہی کا اختلاف نہیں بلکہ امام شافعی بلکہ امامِ محمد رحمہما اللّٰہ سے پہلے ائمہ مجتہدین میں اختلاف تھا۔

۱۵۸
طحطاوی ——— وسلطان اللّٰہ ۔ کے الفاظ اسی وقت قسم بن سکتے ہیں جبکہ قدرت کی نیت کی جاتی، اگر بادشاہی یا قوتِ مراد لی جائے تو قسم نہیں بنتی لہٰذا عرف کے اعتبار سے فرق کیا جائے گا یعنی جہاں سلطان سے معنٰی قدرت لئے جاتے ہیں وہاں قسم منعقد ہو جائے گی اور جہاں نہیں وہاں نہیں۔

اعلیحضرت ——— ردالمحتار[۱] میں اسکی بہترین توجیہ کی گئی اور وہ یہ کہ [illegible]

[۱] ردالمحتار، ج۳، ص۴۵

قد یہت کے الفاظ کے ساتھ اس کلام سے احتراز کیا گیا، جب السلطان کے ساتھ البرھان و الحجۃ کے الفاظ بھی ہوں کیونکہ لفظ برہان اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

۱۵۹ طحطاوی ——— وہ زنا جس سے حد واجب ہوتی ہے اس کی تعریف صاحب تنویر الابصار نے یہ فرمائی:۔

وطی مکلف ناطق طائع فی قبل مشتہاۃ خال عن ملک وشبہۃ فی دار السلام او تمکینہ من ذلک او تمکینھا۔

محیط میں اس کے ساتھ العلم بالتحریم کی بھی قید لگائی گئی، صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ زنا ہر ملت میں حرام ہے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ صاحب فتح القدیر کا رد ظاہر نہیں کیونکہ ہر ملت میں حرمت کا ثبوت اس بات کے مخالف نہیں کہ بعض لوگ اس سے لاعلم ہوں، نیز کسی صاحب نے ہر ملت میں اس کے حلال ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا اور اسی کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اگر وہ شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کیا ہے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر نہیں جانتا تو اسے بتاؤ کہ پھر ارتکاب زنا کرے تو کوڑے لگاؤ [1]

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی کے اس جواب کے ساتھ کہ بعض لوگوں کی جہالت اس کی حرمت ثابتہ کے مخالف نہیں، یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو شریعت حقہ کے بہت سے احکام کو اپنی باطل

---

[1] امیرالمومنین نے یہ حکم اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے یمن میں زنا کا ارتکاب کیا۔ مرتب

شریعت کے مخالف دیکھتے ہیں لہٰذا نو مسلم کا اپنے دین میں کسی بات کی حرمت کو جاننے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دینِ اسلام میں اس کی حرمت کو بھی جانتا ہو

۱۶۰ طحطاوی ——— زنا کے ثبوت کے لئے جو چار گواہ گواہی دیں ان سے قاضی پوچھے

ماھو وکیف ھو واین ھو ومتی زنیٰ وبمن زنیٰ۔ "ماھو" سے زنا کی شرعی تعریف یعنی "ایلاج" کا سوال ہوگا تاکہ غیر ایلاج سے احتراز ہو جائے، کیف ھو سے یہ مطلب ہے کہ آیا ارتکابِ زنا اطاعت کے ساتھ ہوا یا اکراہ کے ساتھ، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب زنا موجبِ حد کی تعریف میں لفظِ "طائعًا" کے ذریعے مکرہ سے احتراز ہو گیا تو یہاں اس کی کیا ضرورت ہے؟

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کیف ھو کے ذریعے سوال صحیح ہے کیونکہ ایک زنا وہ ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور اس کو جمیع قیود کے ساتھ علماء ہی جانتے ہیں۔ اس تعریف سے مکرہ کا خارج ہونا اسے مطلقًا زنا کی تعریف سے تو خارج نہیں کرتا اور زنا کی شرعی تعریف جس کے بارے میں گواہوں سے سوال کیا جاتا ہے محض آنکھوں اور ہاتھوں کے زنا نیز ران یا ناف کے جماع سے احتراز کے لئے ہے اسی لئے شارح نے اسے محض ایلاج قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مکرہ سے زنا میں فرج میں ذکر کا دخول پایا جاتا ہے لہٰذا یہ سوال ضروری ہو گیا کہ کیف ھو تاکہ اس کے ذریعے مکرہ وغیرہ کو حدِ زنا سے خارج کیا جا سکے۔

۱۶۱ طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے "تتمہ" کے عنوان کے تحت فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ اہلِ جنت کی صفات میں سے ہے کہ ان کے دُبر نہیں ہونگے کیونکہ یہ دنیا میں ناپاک فضلے حاجت کے لئے بنائے گئے ہیں اور جنت

ناپاکی کی جگہ نہیں۔

اعلیحضرت علیہ الرحمۃ ——— مذکورہ بالا علت پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں کے بارے میں بھی یہی بات مناسب ہے کیونکہ وہ پیشاب کے سوراخ ہیں۔

۱۶۲
طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ بچے، غلام اور عورت پر جہاد فرض نہیں ہے، امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا مالک اپنے غلام کو جہاد کا حکم دے تو ان کے حکم کی تعمیل میں فرض ہوگا۔ بحر الرائق میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ بات مسلمان غلام کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے لیکن عورت کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت پر صرف انہی احکام میں خاوند کی اطاعت واجب ہے جو نکاح سے متعلق ہیں۔

اعلیحضرت علیہ الرحمۃ ——— نکاح سے متعلق امور جن میں بیوی پر خاوند کی اطاعت واجب ہے، یہ ہیں، زیبائش اختیار کرنا، جماع کی طرف بلائی جائے تو حاضر ہونا بشرطیکہ جماع اپنی شروط کے ساتھ ہو، خاوند کے گھر سے ناجائز باہر نہ جانا، کسی کے ہاں، چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو، رات نہ گذارنا البتہ اگر باپ کو بالخصوص اس کی ضرورت ہو تو وہاں رات گذار سکتی ہے، نفلی روزے ترک کر دینا، لباس اور بدن کو عطر وغیرہ سے خوشبو لگانا اور حیض کے بعد شرمگاہ کو خوشبودار روئی وغیرہ سے صاف کرنا وغیرہا۔

۱۶۳
طحطاوی ——— اگر دار حرب سے قیدیوں کو خریدنے کا ارادہ کیا جائے اور قیدیوں میں مرد، عورتیں، علماء اور جہال ملے جلے ہوں تو انہیں کس ترتیب سے خریدا جائے، اس بحث میں علامہ طحطاوی نے الدر المنتقیٰ کے حوالے سے فرمایا کہ مردوں کو مقدم کیا جائے تاکہ دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے

علامت الحصر ——— اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر امام کو تکثیرِ لشکر کی ضرورت ہو تو مردوں کو پہلے خرید ے ورنہ عورتوں کی خرید کو مقدم کرے تاکہ ان کی عصمت محفوظ ہو سکے۔

۱۶۴
طحاوی ——— مالِ غنیمت میں سے بعض لوگوں کے لئے حصہ مقرر ہے جبکہ بعض کے لئے کچھ عطیہ ہے، مؤخر الذکر افراد میں سے ایک وہ ذمی ہے جو راستہ دکھائے (تنویر الابصار)

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کفار سے استعانت جائز ہے اور خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہودیوں کے خلاف یہودیوں سے مدد لی اور مالِ غنیمت میں سے بھی انہیں کچھ حصہ دیا۔

علامہ طحاوی نے مسئلۂ مذکورہ کے ضمن میں فتح القدیر کی عبارت نقل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف مشرکین سے استعانت جائز ہے جبکہ وہ خوشی سے آمادہ ہوں نیز نہ تو ان کو حصہ دیا جائے اور نہ ہی ان کیلئے جھنڈا ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے ان کو پورا حصہ دیا ہو بلکہ کچھ مال دیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں بعض افراد کو واپس کردیا، صاحبِ فتح القدیر نے فرمایا:۔

ولعل رده من رده فی غزوة بدر رجاء ان یسلم الخ [1]

---

[1] فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۴۳۔

اعلیٰحضرت ——— " لعل ہٰذا من الخ " فتح القدیر کی کلام نہیں بلکہ صاحبِ فتح القدیر نے اسے امامِ شافعی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ انہوں نے اسے نصب الرایہ میں بیان کیا۔

۱۶۵
طحطاوی ——— بزازی نے کہا کہ اگر کوئی شخص شراب پیئے، ارتکاب زنا کرتے یا قطعی حرام کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی توہین کی۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازی کے قول لانہ استخف باسم اللہ تعالیٰ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کفر کی وجہ استخفاف ہے اور استخفاف کا تعلق دل سے ہے لہٰذا اگر استخفاف ثابت ہو جائے تو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— موجباتِ کفر مختلف ہیں بعض میں دونوں جانبیں (استخفاف و عدمِ استخفاف) برابر ہیں اور استخفاف صرف دلیل ہی سے ثابت ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جمال کی کم پرواہ کرے اور لباس مبارک کے میلا ہونے کو اگر القاء پر یا اس بات کے اظہار پر کہ دنیا قابلِ التفات نہیں یا کسی دوسرے اچھے مقصد سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر محمود ہے اور اگر اس بات کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے انداز میں ہو تو کفر ہے اور یہ بات ظاہر سے معلوم ہوئی۔

بعض موجبات وہ ہیں جن میں جانبِ استخفاف راجح ہے تو جب تک اس کے خلاف پر دلیل نہ ہو، استخفاف ہی سمجھا جائے گا جیسے قرآن پاک کو (معاذ اللہ) نجاست میں ڈالنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے وقت اپنا ستر کھولنا، پس اس ضابطے کو اچھی طرح محفوظ کر لے جزئیات

میں تجھے نفع دے گا، اللہ تعالے بہتر جاننے والا ہے اور در المختار ج ۳ ص ۴۳۸ میں ملاحظہ کریں۔

۱۶۶ طحطاوی ——— بحر الرائق کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے باب المرتد میں بیان فرمایا

ویکفر بقولہ لم تعص الانبیاء حال النبوۃ و لا قبلہا لرد ہ النصوص۔

اعلحضرت ——— الاشباہ میں لم تعص کی بجائے لم یعصوا ہے اور امام حموی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ لم یعصموا ہے (عصیان سے نہیں بلکہ عصمت سے ہے) کیونکہ اکابر محققین اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ تو نبوت کے بعد اور نہ ہی پہلے کبھی عصیان کے مرتکب ہوئے، ان محققین میں سے ایک حضرتِ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بھی افضل القریٰ اور الزواجر میں یہی نقل فرمایا، حموی کی عبارت یہ ہے :-

وقد یقال ان المیم سقطت من ثنایا الاقلام فاوجبت فساد الکلام وان الاصل کان ولو قال الانبیاء لم یعصموا حال النبوۃ ولا قبلہا کفر لانہ رد النصوص والمراد بالنصوص حینئذٍ الادلۃ الدالۃ علی عصمتہم المذکورۃ فی علم الکلام واللہ الہادی الی بلوغ المرام [1]

۱۶۷ طحطاوی ——— بحر الرائق میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ہمارے نبیِ اکرم

---

[1] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۷۹

صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش نہ ہوتی ۔ اس قول سے وہ کافر تو نہ ہوگا البتہ یہ بات خطا ہے۔

اعلیحضرت ——— میں کہتا ہوں یہ بات (خطا نہیں بلکہ) صحیح اور متفق علیہ ہے اور صحیح احادیث میں مذکور ہے لہٰذا اس قولِ خطا سے بچنا چاہیے۔

۱۶۸
طحطاوی ——— کسی شخصِ معین کی لعنت سے انکار کفر نہیں۔

اعلیحضرت ——— یہ بات محلِ غور ہے کیونکہ نصوصِ متواترہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ جس طرح مطلقاً لعنت ثابت ہے اسی طرح لعنتِ مطلقہ[1] کا ثبوت بھی ہے اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

۱۶۹
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دو شریکوں میں سے ایک کا مال ضائع ہو گیا، پھر دوسرے نے اپنے مال سے سامان (تجارت) خریدا، اگر انہوں نے عقدِ شرکت میں وکالت کی تصریح کی ہے بایں طور کہ ہم میں سے جو بھی اپنے مال سے جو کچھ خریدے گا وہ دونوں میں مشترک ہوگا تو حسبِ شرائط خریدا ہوا مال دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ وکالت باقی ہے اور اگر انہوں نے محض شرکت کا ذکر کیا تھا اور وکالت کا ذکر نہیں کیا تھا تو پھر وہ مال صرف اسی کا ہوگا جس نے خریدا ہے، یہاں درمختار اور طحطاوی دونوں میں ولم یتصادقا علی الوکالۃ کے الفاظ ہیں۔

اعلیحضرت ——— صحیح عبارت لم ینصا علی الوکالۃ فیہا ہے جیسے علامہ شامی نے طحاوی سے نقل کی ہے[2]

---

[1] لعنتِ مطلقہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انبیاء کی لعنت کا اقرار کیا جائے اور کسی ایک کی لعنت کا انکار سب کا انکار ہے۔

[2] ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۴ ، فتح القدیر ، ج ۵ ، ص ۴۰۰ -

۱۷۰
طحطاوی ——— تعلیقِ وقف کی بحث میں علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی ایک طویل عبارت نقل فرمائی جس میں وقفِ مریض کا ذکر ہے، پھر خود ہی سوال اٹھایا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ منقولہ عبارت وقفِ مریض کے بارے میں ہے اور تمہاری کلام تعلیقِ وقف کے سلسلہ میں ہے تو اس کا جواب علامہ طحطاوی نے یہ دیا کہ اس سے قبل صاحبِ بحر الرائق نے طحاوی کے حوالے سے بتایا کہ مرضِ موت میں وقف، وصیت بعد الموت کی طرح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ صحیح ہے کہ بحر الرائق نے طحاوی سے نقل کیا لیکن اس کے بعد اس کے خلاف کو صحیح قرار دیا، اس لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ اس شخص پر تعجب ہے جس نے بحر الرائق کی ابتدائی عبارت نقل کی لیکن پوری عبارت نہیں دیکھی۔

۱۷۱
طحطاوی ——— مسجد کا بانی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اہلِ مسجد کو مسجد کی زیادتی سے منع کریں اور اگر وہ راستے میں سے کچھ حصہ مسجد میں داخل کر کے مسجد کو وسیع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یہ اجازت اس وقت ہے جب راستہ بطورِ علامت ہو اور گزرنے والے کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے نیز مسجد کو توسیع کی ضرورت ہے، زیلعی اور الدر وغیرہما میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۲
طحطاوی ——— اگر کسی بستی کے خراب ہونے اور وہاں کے ماحول کے خراب ہو جانے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہو جائے تو امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی کی اجازت سے اس کا سامان بیچ کر دوسری مساجد میں صرف کیا جائے۔ زیلعی[1] نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

[1] شامی، ج ۳، ص ۳۷۱

اعلیٰحضرت ——— امام زیلعی نے لفظِ عند کے ساتھ ذکر کیا جو ظاہرِ روایت کے اوپر دلالت کرتا ہے لیکن الدر سے اس کے غیر کا پتہ چلتا ہے۔

۱۷۳
طحطاوی ——— شرح الملتقیٰ میں ہے کہ اگر متولی کسی غیر کو مختار بنائے تو صحیح نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— اگر کسی کو تولیت کی وصیت کرے تو جائز ہے اور وہی وصی، متولی ہوگا جس طرح فتاویٰ خیریہ اور اسی فتاویٰ طحطاوی میں ہے۔

۱۷۴
طحطاوی ——— وقف میں اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے کسی دوسرے کے لئے فارغ ہو تو مفروغ لہ کے لئے حق اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک قاضی کی طرف سے تقرری نہ ہو۔

اعلیٰحضرت ——— اور یہ فارغ ہونے والا شخص بھی واقف یا قاضی کے علم کے بغیر (اپنے آپ) معزول نہیں ہو سکتا جیسے عنقریب متن میں آئے گا:

ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح والا لا [۱]

۱۷۵
طحطاوی ——— اگر کسی معین شخص کو نگران مقرر کیا پھر حاکم کو نگران بنایا گیا۔ اب اس شخصِ معین نے کسی دوسرے شخص کی تقرری کی، پھر وہ مرگیا تو کیا اختیارات حاکم کی طرف لوٹیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض صحت کی حالت میں ہوئی تو حاکم کو اختیار حاصل ہو جائے گا اور اگر حالتِ مرض میں تفویض کئے گئے تو جب تک مفوض الیہ زندہ ہے، حاکم کو اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے۔

اعلیٰحضرت ——— حموی نے اس بات کی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ شرط واقف

---

[۱] در مختار مع حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۵۵۷

کو باطل کرنے کی طرف لے جاتی ہے (واقف نے تو اس کے بعد حاکم کو مقرر کیا ہے لہٰذا اس صورت میں واقف کی شرط باطل ہو جائیگی)

۱۷۶
طحطاوی ——— علامہ شیخ قاسم سے سوال کیا گیا کہ سلطان حقمق نے بیت المال سے مصالح مسجد کے لئے زمین مہیا کی تو کیا یہ وقف صحیح ہے؟ علامہ موصوف نے فتویٰ دیا کہ یہ وقف صحیح ہے اور دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں [1]

اعلحضرت ——— یعنی یہ اسی طرح لازم ہو جائے گی جس طرح وقف لازم ہوتا پس دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ وقف شرعی نہیں جس میں شروط کا اعتبار کیا جائے جیسے علامہ شامی نے بیان فرمایا ہے، فتاویٰ شامی میں ہے :-

افتی المولیٰ ابو السعود بان اوقاف الملوك والامراء لا یراعی شرطها لانها من بیت المال وتؤول الیه ——— ولعل مراد العلامة القاسم بقوله ان الوقف صحیح ای لازم لا ینتقض علی وجه الارصاد المقصود منه وصول المستحقین الی حقوقهم ولم یرد حقیقة الوقف الخ [2]

۱۷۷
طحطاوی ——— صاحب درمختار نے نہر الفائق کے حوالہ سے نقل کیا کہ مصر میں امراء کے اوقاف عام طور پر زمین کے وہ ٹکڑے ہوتے ہیں جو بیت المال کے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے الاشباہ والنظائر مع الحموی ، ص ۱۸۸

[2] ردالمحتار ، ج ۳ ، ص ۳۹۳

وکیل سے صورۃً خریدے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب ان کا خریدنا صحیح نہیں تو وقف بھی صحیح نہیں، پھر علامہ طحطاوی التحفۃ المرضیہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المال سے خریدی ہوئی زمین کا حال معلوم نہ ہو تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی جب یہ معلوم ہو کہ خریدی گئی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خریدنا صحیح ہے یا نہیں تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا لیکن جب نفسِ شراء کا بھی علم نہ ہو تو پھر صحت پر محمول نہیں کیا جائے گا، اب یہ صورۃً وقف ہو گی کیونکہ وقف سلطان کے لئے خریدنا لازم نہیں ہے جیسے علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، فتاویٰ شامی میں ہے :-

وان کان الواقف لها السلطان من بیت المال من غیر شراء فافتی العلامۃ قاسم بان الوقف صحیح [1]

۱۷۸

طحطاوی ——— الاشباہ والنظائر میں ہے (چند مسائل کے علاوہ) خاموشی کلام کی طرح ہے، ان میں سے ایک مسئلہ سکوت البکر عند استیمار ولیها قبل التزویج و بعدها بیان کیا گیا [2]۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ و بعدہ کا عطف عند استیمار پر ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس مسئلہ یعنی عطفِ بیان میں علامہ طحطاوی نے حموی کی پیروی

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار، ج ۳ : ص ۳۹۲

[2] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۱۴

کی ہے اور جو کچھ ہم نے اس پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں، حموی میں ہے:۔

وبعدہ عطف علیٰ قولہ عند استیمارھا الاعلیٰ

قبلہ کما ھو ظاھر لمن تدبر[1]

۱۷۹
طحطاوی ——— لفظِ "قبل" پر بھی عطف جائز ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں۔

اعلیحضرت ——— بلکہ یہی (یعنی لفظِ "قبل" پر عطف ہی) متعین ہے جسطرح ہم نے اپنے مقام پر بیان کیا ہے۔

۱۸۰
طحطاوی ——— مجبور شخص کی خرید و فروخت فاسد ہے یعنی کسی کو کسی چیز کے اصل قیمت سے زیادہ کے ساتھ خریدنے پر مجبور کیا جائے اور یونہی اسے مجبور کر کے اس سے کچھ خریدا جائے۔

اعلیحضرت ——— الاشباہ میں جو حکایت امام صاحب کی اعرابی کے ساتھ پانی فروخت کرنے کے بارے میں مذکور ہے اس میں دیکھیں، شاید وہ امام صاحب سے ثابت نہیں۔

۱۸۱
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دراہم و دنانیر آٹھ مسائل میں ایک ہی جنس ہیں جن میں سے ایک ادائیگی قرض ہے۔

علامہ طحطاوی نے اس کی ایک صورت یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص کے دراہم دوسرے کے ذمے قرض ہیں اور وہ مقروض ادائیگی نہیں کرتا، دریں اثنار اس کے مال سے دنانیر قاضی کے قبضہ میں آجاتے ہیں تو قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ ان دنانیر کو دراہم کی جگہ صرف کرے اور قرض خواہ کا قرض بھی ادا کرے لیکن امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف دیناروں ہی میں

---

[1] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۱۴

اس طرح کر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غیر دینار بھی اسی حکم میں ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— ظاہرِ روایت کے مطابق قرض خواہ خود بخود دینار نہیں لے سکتا جبکہ اس کا قرض درہم ہوں اور یونہی بالعکس، قاضی خاں نے باب الصرف میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے جسطرح باب الحجر میں آرہا ہے:۔

والفتوٰی الیوم علیٰ جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتھم العقوۃ[1]

فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:۔

وان ظفر بدنانیر مدیونہ فی ظاھر الروایۃ لیس لہ ان یأخذ الدنانیر وذکر فی کتاب العین والدین لہ ان یأخذ والصحیح ھو الاول[2]

۱۸۲

طحطاوی ——— غصب شدہ کھانا اگرچہ پکانے کے سبب اسے اپنی اصل سے بدل دیا گیا ہو جب تک اس کی قیمت نہ ادا کی جائے یا ضمانت نہ دی جائے یا معاف نہ کرایا جائے، خریدنا حرام ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امامِ طحطاوی کی یہ تعمیم صاحبین کے مذہب پر صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک غاصب، مغصوب کے تبدیل یا ہلاکت ہونے سے مالک نہیں بنتا جب تک اس کی قیمت ادا نہ کرے یا ضمانت نہ دے لیکن امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غاصب مغصوب کا مالک ہے اگرچہ بسببِ ملک میں خبث ہے لہذا یہ اسیطرح

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۸۶

[2] قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری، ج ۲، ص ۲۵۲

ہوگا جیسے بیعِ فاسد میں خریدا ہوتا ہے یعنی مشتری کے لئے طیب ہے کیونکہ خبث کا تعلق صرف غاصب کے ساتھ ہے لہذا مغصوب کے تبدیل ہونے یا ہلاکت پذیر ہونے سے اس کا تعلق مغصوب منہ کے ساتھ نہیں ہوگا کیونکہ وہ تعلق ضمانت کی طرف منتقل ہو گیا بلکہ ہماری تحقیق کے مطابق غاصب کی ملکیت پر تمام ائمہ کا اجماع ہے جیسے کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے۔

۱۸۳
طحطاوی ——— بیعِ فضولی کے ضمن میں بحرالرائق عن البزازیہ کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی :-

والصحیح انہ اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الیٰ فلان یتوقف علیٰ اجازۃ فلان کذا فی البحر عن البزازیۃ [1]

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ بزازیہ میں کتاب البیوع کی فصل عاشر کے آخر میں یہ عبارت ہے لیکن وہاں لفظِ الصحیح نہیں ہے [2]

۱۸۴
طحطاوی ——— فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی قرضخواہ مقروض کے دراہم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور قرض معجل بھی ہو اور نہ ہی یہ دراہم اس کے دراہم سے زیادہ کھرے ہوں تو وہ لے سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے اسے اگر مدیون کے دینار مل جائیں اور مقروض کے ذمہ دراہم ہوں تو نہیں لے سکتا۔

---

[1] بحرالرائق ، ج ۶ ، ص ۱۴۹

[2] فتاویٰ بزازیہ علیٰ حاشیہ فتاویٰ ہندیہ ، ج ۴ ، ص ۴۹۰

اعلیحضرت ——— فتاوی خانیہ کے باب الصرف میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔[1]

۱۸۵
طحطاوی ——— کسی شخص سے ایک مقررہ وعدہ پر کوئی چیز بنوانا بیع سلم ہے بشرطیکہ وقتِ مقرر میں عجلت نہ ہو بلکہ مہلت ہو (تنویر الابصار مع الدر المختار)

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اجل، یا تو اجلِ سلم کی طرح ہوگا جس طرح ایک مہینہ یا زائد تو یہ بلا تفصیل سلم ہے اور اگر اجل سلم کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں، اس میں تعامل جاری ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر جاری ہو سکتا ہے تو پھر طلبِ صفت ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہونگی، اگر اجل بطورِ عجلت ہے تو بھی طلبِ صفت کہلائیگی لیکن اگر بطورِ مہلت ہو تو اجل فاسد ہوگی۔

اعلیحضرت ——— امام طحطاوی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تجزیہ اس صورت میں ہے جب تعامل جاری نہ ہو سکتا ہو تو اس صورت میں فساد کی دو شرطیں ہیں، اجل کا ذکر بطورِ مہلت کیا جائے اور تعامل بھی نہ ہو سکے اور صحت کے سلسلہ میں دو باتوں سے ایک بات ضروری ہے، تعامل یا ذکر بطورِ عجلت، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے پس صحت کے لئے دو شرطیں ہیں، تعامل اور اجل بلا مہلت اور ان دونوں میں سے ایک کے پائے جانے سے حصولِ فساد ہے۔

۱۸۶
طحطاوی ——— استصناع بطور بیع صحیح ہے، بطور معاہدہ صحیح نہیں ہے۔ (تنویر الابصار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اہلِ مذہب سے ایک جماعت نے بطورِ معاہدہ صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۲۶

اعلیٰحضرت ـــــــــ اس جماعت میں سے حاکم شہید بھی ہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

(نوٹ، بحرالرائق میں بھی اسی طرح ہے:۔

فقد اختلفوا فی کونہ مواعدۃ ومعاقدۃ فعند الحاکم الشہید والصفار ومحمد بن سلمۃ وصاحب المنشوءۃ مواعدۃ [1] (مرتب)

۱۸۷ **طحطاوی** ـــــــــ درمختار میں بیع الوفا کی یہ صورت بیان کی گئی کہ کوئی شخص کسی عین چیز کو مثلاً ایک ہزار درہم پہ بیچے اور یہ بات طے ہو جائے کہ جب وہ چیز واپس لوٹائے گا تو رقم واپس کر دی جائے گی۔ اس کے بعد کہا گیا ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ الخ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب بیعِ وفا کی صورت میں علی ان اذا رد علیہ الثمن الخ کہہ دیا تو پھر ثم اذا ذکر الفسخ صحیح نہیں لہٰذا اسے حذف کرنا اولیٰ ہے تاکہ اختلاف صحیح ہو سکے۔

اعلیٰحضرت ـــــــــ میں کہتا ہوں کہ جب بیع مطلق ہوا اور نفسِ عقد میں شرطِ فسخ اور عدمِ لزوم کا نہ تو صراحۃً ذکر ہوا اور نہ دلالۃً اور عقد کے بعد اس کا معاہدہ ہوا اور اس بیع میں بائع کے علم میں غبنِ فاحش یا اصل ثمن پر زائد منافع بھی نہ ہو تو وہ بیع رہن نہ ہو گی اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ بیع وفا وہ ہے جس میں نفسِ عقد میں فسخ کا ذکر ہو جس طرح بحرالرائق اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے اور اسی میں اختلاف جاری ہوتے ہیں اور درمختار میں تیسرے قیل کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف اجمالی صورتیں ہیں اگرچہ بعض صورتیں

---

[1] بحرالرائق ج ۶ ، ص ۱۷۱

بیعِ وفا کی نہیں ہیں لہذا علامہ طحطاوی کا قول سیأتی الخلاف ساقط ہو جائیگا۔

۱۸۸
طحطاوی ——— اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ حاکم سے میرا فلاں کام کرادو اور رشوت کا ذکر نہیں کرتا پھر کام بن جانے پر کچھ دیتا ہے تو کیا یہ عطیہ لینا جائز ہے؟ بعض کے نزدیک ناجائز ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بدلۂ احسان ہے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی کے لئے مناسب تھا کہ جواز سے عطیہ معہودہ کی استثنار کرتے کیونکہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔

۱۸۹
طحطاوی ——— اگر کوئی شخص اپنے مقروض سے کہے کہ میرا فلاں کام بادشاہ سے کرادو اور میں نے قرض سے تمہیں بری الذمہ کر دیا تو یہ ابراء صحیح نہیں کیونکہ یہ اصلاح مہم کی خاطر ہے اور اصلاح مہم قرض دار کا اخلاقی فرض ہے۔

اعلیحضرت ——— اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس کام کا کرنا اخلاقی فرض ہے اس پر کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔

۱۹۰
طحطاوی ——— لفظِ بحر سے قبل بحر الرائق کی عبارت ہے اور اس کے بعد فتاوٰی ہندیہ کی عبارت شروع ہوتی ہے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی کے قول "تمۃ" سے لے کر یہاں تک تمام عبارت بحر الرائق سے منقول ہے۔

۱۹۱
طحطاوی ——— یتیموں کے مال میں وصی کے لئے مصانعت جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— مصانعت کا مطلب ہے ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کیلئے کوئی چیز بطور رشوت دینا یعنی جب وصی کو معلوم ہو کہ اگر وہ یتیم کے مال سے بطور رشوت نہ دے تو مشقت زیادہ ہوگی یا مال کم ہو جائے گا تو وہ

ظالم کو کچھ دے کر بچاؤ کر سکتا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے :۔

وفی فتاوی النسفی فی مسائل المیراث الوصی اذا طولب بجبایۃ دار الیتیم وکان بحیث لو امتنع من اداء المؤنۃ فدفع من الترکۃ جبایۃ دارہ فلا ضمان علیہ وکان کالمصانعۃ [1]

۱۹۲

طحاوی ——— خلاصہ میں ہدیہ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں :۔

(۱) لینا دینا دونوں حلال اور یہ باہمی میل جول کی خاطر ہے۔

(۲) لینا دینا دونوں حرام اور وہ ظلم پر مدد کی خاطر کچھ لیا جائے۔

(۳) دینا حرام نہیں البتہ لینا حرام ہے اور وہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کیلئے دیا جائے اور اس کا حیلہ، حیلہ استجار ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— خلاصہ کی عبارت یہ ہے :

(ترجمہ) اور تیسری (قسم) اپنے نفس سے ظلم دور کرنے کے لئے ہدیہ دینا اور یہ لینے والے کے لئے حرام ہے اور حیلہ یہ ہے کہ اس کو تین دن کے لئے یا اس کی مثل کے لئے اجرت پر حاصل کر لے تاکہ وہ اس کے لئے کام کرے پھر اس سے کام لے (لیکن یہ حیلہ اس وقت ہوگا) جبکہ وہ کام جائز ہو، مثلاً پیغام پہنچانا وغیرہ اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو جائز نہیں ہے"

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دفع ظلم کے لئے کچھ لینا جائز نہیں چاہے ظالم کوئی دوسرا شخص ہی کیوں نہ ہو

---

[1] فتاویٰ ہندیہ ، ج ۶ ، ص ۱۵۰

کیونکہ حیلۂ استئجار امرِ جائز میں ہوتا ہے اور مظلوم سے دفع ظلم تو شرعًا ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو لہٰذا اس پر اجر لینا جائز نہیں اور یہی مراد بحر الرائق کے اس قول کی ہے جو گذر چکا ہے کہ کسی کی مشکلات حل کرنا دیانۃً لازم ہے اور اس کی دلیل فتاوٰی ہندیہ کا وہ قول ہے جو محیط کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ اگر معاملہ کو ٹھیک کرنے اور ظلم سے نجات دلانے کے بعد کچھ دیا تو دینا اور لینا دونوں صحیح ہیں (اس تفصیل کے بعد) اب اس قول کی حاجت نہیں رہے گی جو میں نے بحر الرائق کے قولِ مذکور پر ص ۸۶ پر لکھا ہے کہ شاید اصلاحہا لہم مستحق علیہ دیانۃ اس وقت ہو جب وہ بادشاہ کی جانب سے اس کام پر بانتخواہ متعین ہو، پس بحکم اجارہ اس پر واجب ہو گا،، اور جو کچھ شامی ج ۴، ص ۱۷۴ پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں۔

۱۹۳
طحطاوی ــــــ بعض لوگوں کے نزدیک غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے جس طرح قرآنِ پاک میں حضرتِ آدم علیہ السلام اور حضرتِ داؤد علیہ السلام کے لئے لفظِ خلیفہ استعمال ہوا۔

اعلیٰحضرت ــــــ حدیثِ پاک میں حضرتِ امام مہدی کے لئے خلیفۃ اللہ کا لفظ آیا ہے جس سے غیر انبیاء علیہم السلام پر اس لفظ کے اطلاق کا جواز ثابت ہے۔

۱۹۴
طحطاوی ــــــ صاحب تنویر الابصار نے فرمایا کہ " بادشاہ عادل ہو یا جائر اس کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنا جائز ہے"

علامہ طحطاوی نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ عہدہ قبول کیا

حالانکہ حضرتِ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ مثال نہایت غیر مناسب ہے کیونکہ کہیں اس سے فاسق، ظالم اور عیب جو قسم کے لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، صحابہ کرام کے ساتھ اپنے بغضِ عظیم کی تسکین کے لئے توہین کی جرأت نہ کریں حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک جائر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو اپنی جگہ پر نہ رکھے جیسے عادل، کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرتِ علی المرتضٰی اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں برحق امام اور سچے خلیفہ تھے البتہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے احکامات کی سماعت وطاعت لازم تھی لیکن انہوں نے اس کے برعکس دعوٰی کر کے خلافت کو اس کے غیر مقام پر رکھا اور یہ لفظ اس لفظ سے زیادہ تعجب خیز بھی نہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حواری، پھوپھی زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیا اور فرمایا کہ تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی لڑے گا اور تو ظالم ہوگا تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں سے مراد وہی شخص ہے جو کسی چیز کو اس کے غیر مقام پر رکھتا ہے۔

اب اگر یہ وضع عناد سے ہو تو قابلِ مذمت ہے اور اجتہاد میں خطا ہو تو مجتہد معذور مستحق اجر غیر عاصی ہوگا (حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خطائے اجتہادی واقع ہوئی) پس یہ لفظ قبیح ہے کیونکہ اس سے صحابہ کرام کی توہین کا دروازہ کھل جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی توبہ قبول فرمائے ہر قسم کی قوت، اللہ بلند و بالا کے لئے جو نہایت توبہ قبول کرنے والا بخشنہار، مہربان ہے۔

۱۹۵
طحطاوی ——— اجتہادی مسئلہ میں اگر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا تو مطلقاً نافذ نہیں ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے (تنویر الابصار)

امام طحطاوی نے کمال کا قول نقل کیا کہ اگر قصداً اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو یہ اچھے مقصد کے لئے ایسا نہیں کر رہا بلکہ باطل خواہش کے تحت ایسا کر رہا ہے اور بھول کر ایسا فیصلہ کرنے والے کا فیصلہ اس لئے نہیں قبول کیا جائے گا کہ مقلد نے اس کی تقلید اس لئے کی وہ اس کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے، اس لئے نہیں کہ وہ غیر کے مذہب پر فیصلہ کرے۔

اعلیٰحضرت ——— مقلد سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس قاضی کو فیصلہ کیلئے قاضی بنا کر اس کی تقلید کی۔

۱۹۶
طحطاوی ——— بابِ شہادت میں فرع (جس کا عدل ظاہر ہے) کا اپنے اصل کا عدل ثابت کرنا کافی ہے جس طرح دو گواہوں میں سے ایک کا دوسرے گواہ کی عدالت ثابت کرنا کافی ہے کیونکہ فرع اصل کا ناقل ہونے کی وجہ سے اس کی مثل ہو گیا اور مثل کی تعدیل سے عدل تہمت سے ملوث نہیں ہوتا

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس تعلیل لان العدل لا یتھم بمثلہ کا مطلب ظاہر نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— الحمد للہ! اس تعلیل کا مطلب واضح ہے کیونکہ وہ شخص جس کے قول پر اکتفا نہیں کیا جاتا (بلکہ دوسرے کے قول کی بھی ضرورت ہوتی ہے) وہ اپنے اصل یا اپنے ساتھی کی تعدیل اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اپنی گواہی چل سکے کیونکہ دوسرے کی عدم موجودگی میں وحدت کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہے۔

۱۹۷
طحطاوی ——— زمین کے دعویٰ میں حد بندی شرط ہے جس طرح اس کے خلاف گواہی میں شرط ہے اگرچہ زمین مشہور ہو البتہ جب گواہ زمین کو بالتعیین جانتے ہوں، اس وقت حد بندی کی ضرورت نہیں (تنویر الابصار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ قاضی کو علم ہو جائے اور گواہوں کی معرفت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اعلیٰحضرت ——— الا اذا عرف الشھود میں عرف باب تفعیل (تعریف) سے ہے، معرفۃ (مجرد) سے نہیں لہذا امام طحطاوی کا اعتراض ساقط ہو گیا، ردالمحتار پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۹۸
طحطاوی ——— اگر مضارب، رب المال کی ہدایات کے خلاف عمل کرے تو غصب ہو گا چاہے رب المال بعد میں اجازت بھی دے دے کیونکہ مخالفت کی وجہ سے وہ غاصب شمار ہوتا ہے (تنویر الابصار مع درمختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لتصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ کے الفاظ سے جو علت بیان کی گئی ہے وہ تعلیل الشی بنفسہ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالک کی اجازت نہ ہونا اس کے غصب کی دلیل ہے، مخالفت کے باعث اس کا غاصب ہونا دلیل نہیں تاکہ عین دعویٰ کا دلیل ہونا لازم آئے، اب معنیٰ یہ ہو گا کہ جب وہ غاصب ہو گیا تو مالک اس کی اجازت سے غصب کو مضاربت میں بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا، اس کو بغور دیکھیں، شاید حق اس سے متجاوز نہ ہو گا۔

۱۹۹
طحطاوی ——— اجارہ فاسدہ میں مضارب کو نفع میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا بلکہ عمل کے مطابق اجر ہو گا، امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر نفع حاصل نہ ہو تو اجر عمل بھی نہیں دیا جائے گا اور یہ صحیح ہے تاکہ اجارہ صحیحہ پر اجارہ فاسدہ

کی فضیلت لازم نہ آئے۔

اعلیٰحضرت ——— کیونکہ جب اجارۂ صحیحہ میں فائدہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔

طحطاوی ۲۰۰ ——— اگر کوئی شخص یہ کہے منحتک ثوبی او جاریتی ھٰذہ وحملتک علیٰ دابتی ھٰذہٖ تو یہ عاریت ہوگی بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نہ کرے کیونکہ یہ الفاظ عاریت کے لئے صریح ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ بادشاہ کی جانب سے ہوں تو ہبہ ہوگا جیسے کہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے:-

وقیل ھو من السلطان ھبۃ کما فی الظھیریۃ [1]

طحطاوی ۲۰۱ ——— امام طحطاوی نے فتاوٰی ہندیہ کے حوالے سے فرمایا کہ موہوب لہ کے لئے ملک کا ثبوت قبضہ کے ساتھ مشروط ہے، اس کے بعد تفریع میں "قبض" کی بجائے لفظِ "قبول" ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میرے پاس فتاوٰی ہندیہ کا جو نسخہ ہے اس میں لفظِ قبض کی بجائے لفظِ قبول ہے اور یہی اس تفریع کے لئے ظاہر ہے جو آگے آرہی ہے:-

حتی لو حلف لا یھب فوھب ولم یقبل الاٰخر حنث [2]

طحطاوی ۲۰۲ ——— قہستانی نے اس مسئلہ کی تائید کی ہے جو محیط میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا مال راستے میں رکھا تاکہ وہ اٹھانے والے کی ملک ہو جائے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ج۴، ص۳۷۵ فتاوٰی خانیہ ج۳، ص۲۶۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج۳، ص۳۹۰

توبہ جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت شرط نہیں۔)

اعلیٰ حضرت ——— میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں (محیط کی) تائید نہیں بلکہ محیط میں مذکورہ مسئلہ کی مخالفت ہے اور اگر مان بھی لیا جائے (کہ تائید ہے) تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبولیت شرط نہیں ہے مع ہذا محیط میں رکنیت کا انکار ہے شرط کا انکار نہیں اور قہستانی کے اس استدلال کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

۲۰۳

طحطاوی ——— صاحبِ تنویر الابصار نے ارکانِ ہبہ میں سے ایک رکن شرطِ خیار کا نہ ہونا بتایا، اس پر بطورِ تفریع صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ اگر اس نے شرط لگادی تو صحیح ہو جائے گی اگر وہ جدا ہونے سے پہلے اختیار کرلے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ عدم صحتها بخیار الشرط کے الفاظ اولیٰ ہیں کیونکہ تفریع اس پر قرینہ ہے ورنہ معنیٰ یہ ہوگا کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت ——— امام قاضی خاں نے فتاویٰ خانیہ میں فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ واہب کو تین دن کا اختیار ہے تو ہبہ صحیح ہو جائیگا اور اختیار باطل ہوگا کیونکہ ہبہ عقدِ غیر لازم ہے لہٰذا اس میں شرطِ خیار صحیح نہیں (تنویر الابصار کے) متن سے یہی بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے البتہ (درمختار کی) تفریع اس کے خلاف ہے۔ پھر میں نے فتاویٰ خانیہ میں اسی مسئلہ منقولہ کے متصل دیکھا کہ اگر کوئی شخص غلام یا کوئی اور چیز ہبہ کرے اور موہوب لہ کو تین دن کا اختیار دے (تو اس صورت میں) اگر موہوب لہ مجلس برخاست ہونے سے قبل جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ نہیں (اور اختیار باطل ہے) اور جب اختیار واہب کو ہو تو اس وقت شرط صحیح نہیں اور

جب اختیار موہوب لہ کو ہو تو ہبہ صحیح نہیں، پس مصنف علیہ الرحمہ کی کلام محلِ تخصیص میں مطلق ہے (کسی ایک کی تخصیص نہیں) اور شارع کی تفریع علیٰ وجہ الاختلاف ہے۔

میرے لئے (بیع اور ہبہ) دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ ہبہ بنفسہٖ لازم نہیں ہوتا لہذا واہب کے لئے شرطِ خیار لغو ہے جس طرح فتاوٰی خانیہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے لیکن بیع عقد لازم جازم ہے لہذا بائع مشتری کے لئے اور اسی طرح مشتری بھی خیار کی شرط لگا سکتے ہیں اور اگر موہوب لہ کے لئے اختیار ہو تو یہ عطیہ کے ذریعے تکلیف پہنچانا اسے تین دن تک اپنے مال میں تصرف سے روکنا اور انتظار کرنا کہ آیا موہوب لہ قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے، پس اس میں قلبِ موضوع ہے، علاوہ ازیں قبولیت میں اختیار دینا ہلکا پن ہے، بیع میں خیارِ شرط حاجت کو پورا کرنے کے لئے ہے تاکہ زیادتی نہ ہو اور یہاں کوئی حاجت نہیں لہذا جائز نہیں اور اگر شرطِ خیار ہو تو اصلاً قبولیت کے منافی ہے کیونکہ اس کی بنا رکاوٹ، تردد اور شک پر ہے پس جب موہوب لہ کو اختیار دیا گیا اور اسی حالت میں وہ جدا جدا ہوئے تو گویا کہ وہ بغیر قبولیت کے جدا ہوئے اور یہ بات معلوم ہے کہ جب تک مجلس میں موہوب شے قبول نہ کی جائے، ہبہ صحیح نہیں۔

۲۰۴

طحطاوی ـــــــ فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میرے مال میں سے تیرے لئے کھانا، لینا یا کسی کو دینا حلال ہے تو اس کے لئے قائل کے مال میں سے کھانا لینا اور کسی کو دینا جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ فتاوٰی خانیہ اور ہندیہ میں وغیرہا میں ہے کہ کھانا تو حلال ہے

لیکن لینا یا کسی کو دینا جائز نہیں اور اس کی دلیل فتاویٰ خانیہ میں ہے اور وہ یہ ہے :-

لان اباحة الطعام المجهول جائزة وتمليك المجهول باطل (ملخصاً) ؎۱

۲۰۵
طحطاوی ——— مشترکہ چیز جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی، کیا ہبہ کی جا سکتی ہے؟ عام کتب فقہ میں ہے اور یہی مذہب ہے کہ چاہے شریک کے لئے ہو یا اجنبی کیلئے ہبہ نہیں کی جا سکتی، اور ایک قول یہ ہے کہ شریک کے لئے جائز ہے اور یہی مختار ہے (تنویر الابصار مع ردِ مختار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ فقہاء کی عبارات سے قول کا معتمد علیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے اہلِ مذہب سے اطلاق کی حکایت کے بعد دوسرے قول کو ابنِ ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اعلیحضرت ——— امام قاضی خان نے بھی یونہی ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۰۶
طحطاوی ——— مشترکہ مال سے قرض دینا بالاجماع جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک ہزار روپیہ دیا کہ نصف قرض ہے اور نصف مضاربت کے لئے ہے۔

۲۰۷
طحطاوی ——— یہ عبارت تنویر الابصار کی ہے، مطلب یہ کہ اگر موہوب لہ کو مشترکہ چیز ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دی جائے تو وہ نہ تو اس کا مالک ہو گا اور نہ ہی وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اعلیحضرت ——— یہی صحیح و مختار ہے، یہی ظاہرِ روایت کے مطابق ہے اور اسی پر

؎۱ فتاویٰ خانیہ بر فتاویٰ ہندیہ ، ج ۳ ، ص ۲۶۱

عمل ہے، علامہ شامی کا بھی اسی پر اعتماد ہے جبکہ فتویٰ اس کے خلاف ہے جو بعض فتاویٰ میں مذکور ہے، اسے "ظاہر روایت پر جو صحیح ہے" ترجیح نہیں دی جاسکتی اگرچہ دوسری جانب "وبہ یفتی" کے الفاظ ہیں مکمل بحث فتاویٰ شامی میں ملاحظہ کی جائے۔

۲۰۸
طحطاوی ——— محبت میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ عملِ قلب ہے (اور اس میں انسان مجبور ہے) اسی طرح اگر ارادہ ضرر نہ ہو تو عطیات میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دی جاسکتی ہے اور اگر ارادہ ضرر ہو تو پھر امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کو برابر دے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک (میراث کی طرح) لڑکے کو دوگنا دے (درِ مختار مع الطحطاوی)

بزازیہ میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو ہبہ کرنے میں تثلیث افضل ہے یعنی میراث کی طرح لڑکے کو دوگنا دے اور امامِ ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہے اور یہی مختار ہے اور اگر تمام مال اپنے بیٹے کو دے دیا تو قضاءً جائز ہے لیکن واہب گنہگار ہوگا (بزازیہ)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازیہ کی نص قصدِ اضرار سے خالی ہے۔

اعلیحضرت ——— ایک کو دوسرے پر فضیلت تفضیل کی صورت میں ہے لیکن جب ایک کو تمام مال ہبہ کر دیا جائے تو مطلقاً ضرر پہنچانا ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ طحطاوی نے بزازیہ کی نص کا ذکر نہیں کیا بلکہ بزازیہ کے قول وعندالثانی التنصیف وھو المختار سے اس کا قصدِ اضرار سے خالی ہونا مراد لیا جبکہ درِ مختار میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تسویہ قصدِ اضرار کی صورت میں ہوگا (ورنہ تفضیل جائز ہے)

۲۰۹
طحطاوی ــــــ سید حموی نے المفتاح نامی کتاب کے حوالے سے تملیک اور ہبہ کے بارے میں بحث کی ہے جسے علامہ طحطاوی نے "تنبیہ" کے عنوان سے نقل فرمایا، وہ یہ ہے: تملیک ہبہ کے معنی میں ہے اور قبضہ سے مکمل ہوتی ہے، جب قبضہ اور تسلیم نہ پائے جائیں تو اس کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے ہبہ پر قیاس کرتے ہوئے عدم جواز کا قول کیا ہے جبکہ اکثر مشائخ کے نزدیک بغیر تسلیم کے بھی جائز ہے، اور یہ غیر ہبہ ہے کیونکہ ہبہ اور تملیک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، نام کا اختلاف تو ظاہر ہے اور حکم میں اختلاف یوں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو درخت پر موجود پھل ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے، اس سے ثابت ہوا کہ تملیک بغیر تسلیم کے صحیح ہے اور یہ ہبہ کا غیر ہے، اسی پر فتویٰ اور لوگوں کا عمل ہے، نیز مقر کی موت تسلیم کے قائم مقام ہے اور اسی پر اتفاق ہے (مفتاح)

اعلیٰحضرت ــــــ یہ نقل مجہول غیر معقول اور غیر مقبول ہے، جہالت اس لئے کہ مفتاح نامی کتاب کتبِ مذہب سے نہیں ہے اور غیر معقول اس لئے کہ تملیک فی الحال کی چار صورتیں ہیں:

(۱) تملیک عین بالعوض

(۲) تملیک عین بلاعوض

(۳) تملیک منافع بالعوض

(۴) تملیک منافع بلاعوض

تملیک عقلی طور پر ان چار صورتوں میں منحصر ہے اور یہ بات بالبداہۃ معلوم ہے کہ جس تملیک کا یہاں ذکر ہے وہ نہ تو تملیکِ عین بہ عوض ہے نہ تملیک منافع بالعوض اور نہ ہی تملیک منافع بلاعوض بلکہ تملیک عین بلاعوض ہے

اور یہی تو ہبہ ہے، متونِ فقہ میں اسی طرح تفسیر کی گئی ہے۔ قاضی زادہ نے نتائج الافکار میں فرمایا کہ ہبہ کا شرعی مفہوم مال کی بلا عوض تملیک ہے، اسی طرح عام شروح بلکہ متون میں مذکور ہے۔

نیز شریعتِ مطہرہ میں ایسا کوئی عقد نہیں کہ جس میں تملیک عین بلا عوض فی الحال ہو اور وہ ہبہ بھی نہ ہو، اگر کوئی ایسا عقد ہوتا تو اس کے لئے کتبِ فقہ میں کوئی کتاب، باب، فصل یا کچھ عنوان مختص ہوتا جیسے کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کے لئے باب باندھے گئے ہیں لیکن تمام کتب مذہب اس بات کی طرف ادنیٰ اشارے سے بھی خالی ہیں لہٰذا یہ عقد شریعت میں غیر معروف ہے بلکہ لوگوں کے درمیان یقینی طور پر یہ بات مشہور ہے کہ اگر کہا جائے کہ زید نے عمرو کو اپنے مکان کا بلا عوض مالک بنایا تو اس سے کوئی شخص بھی ہبہ کے سوا کوئی دوسرا مفہوم نہیں سمجھے گا اور کسی عقلمند بچے اور نہ ہی کسی فاضل عالم کے دل میں اس کے سوا (ہبہ کے سوا) کوئی دوسری بات کھٹکے گی۔

ہدایہ اور دیگر متعلقہ کتب میں ہبہ کے قبضہ کے ساتھ مشروط ہونے کی تعلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ہبہ عطیہ پر مبنی عقد ہے اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت کرنے میں معطی پر ایسی چیز لازم کی جا رہی ہے جو عطیہ کے خلاف ہے اور وہ مالِ موہوب کا سپرد کرنا ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(صاحبِ مفتاح کا) مسئلۂ اقرار سے استدلال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام بغیر سمجھے کے واقع ہوئی کیونکہ یہاں (صورتِ اقرار میں) مطالبہ اقرار کی وجہ سے ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ مملک کے قبول کئے بغیر تملیک صحیح ہو جائے، پھر اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں کہ

بیع کا اقرار جائز ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے کہ بیع صرف بائع سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں مشتری کی جانب سے تو کوئی بات بھی نہیں بلکہ وہ بات جس سے استدلال مذکورہ میں غفلت برتی گئی ہے، یہ ہے کہ اقرار کی دو صورتیں ہیں، ایک لحاظ سے خبر ہے اور ایک لحاظ سے انشار، پس خبر سے مشابہت کی وجہ سے اقرار کی صورت میں مطالبہ ہوتا ہے، اس لئے مطالبہ نہیں ہوتا کہ یہ کوئی نیا عقد ہے جو قبضہ کا محتاج نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غیر منقسم گھر کے نصف حصے کا غیر کے لئے اقرار کرے تو صحیح ہے جس طرح در دو غیرہ میں ہے تو یہ صحت محض اقرار کے خبر سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر یہ انشار ہوتی تو یہ قول صحیح نہ ہوتا جیسے کہ اس پر فقہار کی نص وارد ہے۔

اگر اس واہم (صاحب مفتاح) کے وہم کو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اقرار کے باب میں اس سے قبل یہ بات متن اور شرح میں گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا تمام مال یا جس مال کا میں مالک ہوں، فلاں کے لئے ہبہ ہے تو یہ اقرار نہیں ہوگا پس تسلیم ضروری ہوگی بخلاف اقرار کے [1]

جمیع مالی او ما املکہ لہ هبة لا اقرار فلابد من التسلیم بخلاف الاقرار۔

لامِ تملیک سے معلوم ہوا کہ یہ ہبہ ہے اور تسلیم شرط ہے اور اقرار میں تسلیم کی شرط کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ ایک لحاظ سے خبر ہے، اس واسطے نہیں کہ وہ ایک ایسا عقد ہے جو تسلیم کا محتاج نہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کہ تملیک بیع اور ہبہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۳۰

دونوں کو شامل ہے، پس جب کسی نے کسی دوسرے کے لئے تملیک کا اقرار کیا تو دیکھا جائے، اگر درختوں پر موجود پھلوں کی تملیک کا اقرار کیا ہے تو اس سے مراد بیع ہوگی اور اقرار کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائے گا تاکہ اس کی کلام ممکن حد تک صحیح قرار پائے لیکن ہبہ کے اقرار کی صورت میں اس نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو بوجہ مشغولیت (پھل کا درخت پر ہونا) پوری نہیں کی جاسکتی۔ اور یونہی ہر بات میں ہوگا کہ جب کوئی اقرار کرے کہ میں نے اس سے قبل فلاں کو مالک بنایا اور اس نے مشغولیت یا اجزار یا ان کے علاوہ کسی قسم کی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ تملیک کے اقرار سے اس کی ملکیت ختم ہوگئی اور جس کے لئے اقرار کیا اس کی ملکیت ثابت ہوگئی اور عطیات میں یہ بات بلا قبضہ صحیح نہیں لہذا ایسا اقرار ہبہ کا اور اسی وقت قبضہ دینے کا اقرار ہوگا لیکن اگر وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تو واہب سے ہبہ کا صدور قبضہ دینے کو مستلزم نہیں پس وہ موہوب لہ کے لئے حصولِ ملک کا اقرار نہیں ہوگا اور دونوں اقراروں میں یہی فرق ہے۔

یہ مطلب جو صاحبِ مفتاح نے سمجھا کہ تملیک میں قبضہ ضروری نہیں، اگر موصوف یہ دلیل ذکر کرتے تو ہم تعین کرتے کہ یہ نقل اور فتویٰ مشائخ پر افترا ہے لیکن استدلال سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ کے سمجھنے میں خطا واقع ہوئی۔

اس سے قبل ہم نصوصِ قاطبہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ یہاں تملیک سے مراد ہبہ ہے اور اس بات کا اس فاضل (علامہ طحطاوی) نے بھی کلام کے شروع میں اعتراف کیا کہ تملیک ہبہ کے معنیٰ میں ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے [1]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۳۹۲

لہٰذا جب قبضہ کے بغیر یہ تام نہیں ہوتی تو بلا تسلیم کیسے مکمل ہو گی پھر نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا، آیا یہ ہبہ ہوگا یا یہ کلام بالکل صحیح نہیں ہوگی کیونکہ تملیک عام ہے جیسے ہم ردالمحتار سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور تملیک بلا قبضہ کو بالکل صحیح قرار دینا اور مفتیٰ بہ قول بتانا تو نہایت تعجب خیز ہے۔

تتمہ ــــــ جامع الفصولین، خیر رملی اور عقود الدریہ میں یہ نص موجود ہے کہ کسی دستاویز میں یہ تحریر ہو کہ فلاں نے فلاں کو تملیکِ صحیح کے ساتھ مالک بنایا تو یہ تملیک فاسد غیر مقبول ہے کیونکہ جہتِ تملیک مجہول ہے[1] اور یہ عقدِ جدید من گھڑت ہے۔ جس کا شریعت اور عرف میں کوئی وجود نہیں البتہ جو شخص اس قول کو ہبہ پر محمول کرتے ہوئے قبول کرے تو مقبول ہو جائے گا اور یہ بات کہ اقرار کرنے والے کی موت بالاتفاق تسلیم کے قائم مقام ہے، اس اجماع کے خلاف ہے کہ تسلیم سے پہلے عاقدین میں سے کسی ایک کی موت عقد کو باطل کر دیتی ہے، پس حق بات یہ ہے کہ یہ نقل مجہول لامعقول ہے جس پر نہ صرف یہ کہ اعتماد جائز نہیں بلکہ یہ لائقِ توجہ ہی نہیں، عصمت و توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

طحطاوی ۲۱۰ ــــــ مفتاح کی گذشتہ عبارت کے ذکر کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ تملیک کو ہبہ کے مقابلہ میں لانے کی صورت میں مناسب یہ تھا کہ کہا جاتا ولو ملکہ۔ کیونکہ اقرار بالملک کی صورت یہ ہے کہ کہے یہ چیز

---

[1] فتاوی خانیہ بر حاشیہ فتاوی ہندیہ، ج ۳، ص ۲۶۱ پر ہے وتملیک المجهول ... ل

فلاں کے لئے نہ ہے تو یہ خبر ہے، تملیک نہیں ہے [۱]

اعلیٰحضرت ——— قرۃ العیون میں بھی امامِ طحطاوی کے حاشیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

۲۱۱ طحطاوی ——— اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو خط لکھے اور اس میں لکھے کہ جواب اسکی دوسری طرف لکھ دو تو مکتوب الیہ کے لئے وہ کاغذ لوٹانا ضروری ہے اور اسے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— اسی طرح اگر اس مکتوب میں لکھے کہ اسے پڑھ کر فلاں کو پہنچا دو تو مکتوب الیہ کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں، اب یا تو وہ کاتب کی طرف لوٹا دے یا اس (جس کے بارے میں کہا گیا ہے) کی طرف پہنچا دے۔

۲۱۲ طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درِمختار میں ہے کہ اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل واجب ہوگا اگر مقررہ اجر معلوم ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں (کہ درِمختار کے قول) لو المسمی معلوما سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اجرِ مقرر کی صورت میں اجرِ مثل واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مفہوم یہ ہے کہ جب مقررہ اجرت معلوم نہ ہو تو اجرِ مثل واجب نہیں ہوگا حالانکہ عدمِ علم کی صورت میں اجرِ مثل ہی واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں امامِ طحطاوی کے الفاظ یہ ہیں:

معانه یجب بالغا ما بلغ

اعلیٰحضرت ——— یجب بالغا ما بلغ کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ مقررہ اجرت

---

[۱] مخطوطہ میں یہاں علامہ طحطاوی کی عبارت موجود نہیں، تتبع کے بعد اعلیٰحضرت کی طرف سے اسی قول کو حاشیہ کے طور پر درج کرنا مناسب سمجھا گیا۔ واللہ اعلم

سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

۲۱۳ طحطاوی ——— امامِ طحطاوی نے حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ بزاز اور طیالسی نے بھی اسے روایت کیا اور طبرانی نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اسے بیان کیا، یہ بات المقاصد الحسنہ[1] میں ہے۔

علات المختصر ——— علامہ شامی نے بھی (ردالمحتار میں) اسی طرح المقاصد الحسنہ کے حوالے سے بلا تبصرہ نقل فرمایا حالانکہ حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم (احمد بن عبداللہ اصبہانی (م ۴۳۰ھ)) کی تصنیف ہے، حافظ ابوقاسم سلیمان طبرانی اس کے مؤلف نہیں ہیں[2]

۲۱۴ طحطاوی ——— تنویرالابصار مع درِمختار میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس نے اسی شخص یا کسی دوسرے سے یہ عقد باندھا کہ وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے جنایت کی دیت دے گا، تو یہ عقد عقدِ موالات کہلاتا ہے۔

امامِ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے عقدِ موالات باندھا تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اسکی طرف سے دیت ادا کرے گا۔

امام طحطاوی مزید فرماتے ہیں کہ امامِ نخعی کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۷۹ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ) کی تصنیف کے بارے میں ہے: المقاصد الحسنۃ فی کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔

[2] کشف الظنون ج ۱ ص ۶۸۹

ہے کہ صحتِ موالاۃ، وراثت اور دیت کی شرط پر موقوف نہیں بلکہ صرف عقد ہی کافی ہے کیونکہ حاکم نے وراثت اور دیت کو بطور شرط ذکر نہیں کیا بلکہ صحتِ عقد کے بعد ان دونوں کو حکم قرار دیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— کسی بات کا حکم ہونا اس کے شرط ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جب کسی چیز میں تمام شروط پائی جاتی ہیں اس وقت اس پر حکم نافذ ہوتا ہے جب کہا جاتا ہے عقد کذا تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے تمام شرائط کو پورا کیا لہذا اگر وراثت اور دیت کو شرط قرار دیا جائے تو ابراہیم نخعی کے قول والاہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کہا" میں نے تجھ سے عقد باندھا کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری طرف سے دیت ادا کرے گا جیسے کوئی کہے الرجل الرجل الخ تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو مجہول النسب غیر عربی ہوگا جس کے لیئے نہ تو ولایتِ عتاقہ ہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ عقدِ موالات ہو جو اس کی طرف سے دیت ادا کرے۔

۲۱۵
طحطاوی ——— اگر کوئی شخص والیتک کہے یعنی میں نے تجھ سے عقد باندھا اور دوسرا کہے قبلت " میں نے قبول کیا" تو اس صورت میں عقدِ موالات منعقد ہو جائے گا۔ (تحفہ بحوالہ شرنبلانی)

اعلیٰحضرت ——— تحفہ کی یہ عبارت دو باتوں کا احتمال رکھتی ہے، یا تو اس مجموعۂ عبارت کا عوض ہے جو اوّلاً ذکر کی گئی یا صرف انت مولای کا بدل ہے اس دوسری صورت میں بقیہ عبارت ضروری ہے کیونکہ ملک العلماء جو صاحبِ تحفہ کے تلمیذ ہیں، انہوں نے اپنی شرح البدائع، جسے انہوں نے اپنے استاذ کے سامنے پیش کیا تو استاذ نے ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا، میں لکھا ہے کہ یا کوئی کہے والیتک اور جواباً دوسرا شخص عقد میں وراثت اور دیت کے

تذکرہ کے بعد کہے قبلت، میں نے قبول کیا۔

۲۱۶
طحطاوی ——— علامہ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کی عبارت سے ارث اور دیت کی شرط کے بغیر عقد کو ثابت کرتے ہوئے صاحبِ تحفہ کی تفسیر کو بطور تائید پیش کیا (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے) اسے قاضی زادہ نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں جو ارث اور دیت کے عدمِ شرط ہونے پر دلالت کرے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی عبارت میں صراحتاً ایسی بات نہیں۔

۲۱۷
طحطاوی ——— امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی زادہ کا رد محقق بالدلائل نہیں بلکہ محض جواز اور امکان پر مبنی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

۲۱۸
طحطاوی ——— عقدِ موالاۃ کی شرائط کے بیان میں صاحبِ درمختار نے فرمایا:۔

والخامس ان یشترطا العقل والارث

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس شرط کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— قد سبق کی بجائے قد سلف فیہ کے الفاظ مناسب ہیں[۱]

۲۱۹
طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے مجمع الفتاویٰ سے ایک مسئلہ نقل فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیمار بیوی کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے روکے اور اجازت کے لئے مہر کے ہبہ کا مطالبہ کرے، اس صورت میں اگر عورت بعض مہر ہبہ کر دے تو ہبہ باطل ہوگا کیونکہ وہ عورت بمنزلہ مجبور ہے۔

صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ اس جزیہ سے اس نو ہیدِ فتویٰ کا جواب

---

[۱] کیونکہ سبقت کے معنی کسی سے آگے بڑھنا اور سلف کے معنی محض گذشتہ ذکر کے ہیں (مرتب)

بھی حاصل ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کرے اور زفاف سے منع کرتے ہوئے اس سے گواہی حاصل کرے کہ اس (لڑکی) نے اپنے باپ سے ماں کی وراثت حاصل کر لی ہے، پھر جب لڑکی اقرار کر لے تو وہ اسے شب باشی کی اجازت دے تو اس صورت میں اقرار صحیح نہیں کیونکہ وہ مجبور کے حکم میں ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ علت اس وقت ظاہر ہو گی جب خاوند اس عورت پر دوسری شادی کرنا چاہے یا لونڈی سے شب باشی کا ارادہ کرے کیونکہ اس سے اس میں صبر کی طاقت باقی نہیں رہتی۔

اعلیٰحضرت ——— ہم نے اس کا جواب رد المحتار کے حاشیے پر دیا ہے چنانچہ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

۲۲۰ طحطاوی ——— جو بات محض نفع بخش ہو اس میں بچہ بالغ کی طرح ہے لہذا اس کا (کسی کی طرف سے) ہبہ قبول کرنا اور اسلام لانا صحیح ہے۔

اعلیٰحضرت ——— بچے کا اسلام اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ سمجھدار ہو ورنہ نہیں جس طرح مجنون کا اسلام صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار اور اعتقاد کا نام ہے اور ان دونوں کے لئے اذعان ثابت نہیں۔

۲۲۱ طحطاوی ——— ناسمجھ اگر اپنا مال غلط کاموں میں ضائع کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں کی جائیگی۔

اعلیٰحضرت ——— جو شخص اپنا مال ناجائز کاموں میں ضائع کرے وہ فاسق ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہوا جو شب برات وغیرہ میں آتش بازی کرتے ہیں یا پتنگ بازی کرتے ہیں اور یہ دونوں کام ہندوستان بلکہ دوسرے مقامات پر بھی عام ہیں، اللہ تعالیٰ

ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۲۲ طحطاوی ——— صاحب درمختار نے نقل فرمایا کہ بزازیہ میں ہے، اگر کوئی شخص کسی کی جیب سے دراہم غصب کرے، پھر اسے بتائے بغیر واپس کر دے تو بری الذمہ ہو جائے گا۔

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بچے سے کچھ درہم لے اور اپنی ضرورت میں خرچ کرے، پھر ان کی مثل دراہم واپس لوٹائے تو عہدہ برآ نہیں ہوگا جب تک کہ بچہ بالغ ہو کر اسے بری الذمہ قرار نہ دے۔

۲۲۳ طحطاوی ——— اگر کوئی شخص مالِ مغصوب یا مالِ ودلیعت میں تصرف کر کے نفع حاصل کرے تو اسے صدقہ کر دے جبکہ وہ دراہم اشارہ کے ساتھ یا ودلیعت و غصب کے دراہم کے ساتھ خریدنے اور نقد قیمت ادا کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائیں اور اگر اس کی طرف اشارہ کیا اور نقد سودا کیا، پھر بھی صدقہ کرے کیونکہ نقدیت کی وجہ سے خبث پیدا ہو گیا اگرچہ وہ اشارہ کے ساتھ متعین نہیں ہوا۔

اعلیٰحضرت ——— مجھے اس بات سے اختلاف ہے جس کا ذکر میں نے ردالمحتار کے حاشیے پر کیا ہے۔

۲۲۴ طحطاوی ——— دراہم مغصوب و ودلیعت کے غیر متعین ہونے کی صورت میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ امام کرخی کے نزدیک تین صورتوں میں نفع صدقہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ کا قول کیا گیا ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب نفع میں چار صورتیں جاری ہوتی ہیں تو اس چیز کے حصول میں بھی یہی چار صورتیں پیدا ہونگی جو خریدی گئی ہے کیونکہ نفع اپنے اصل کے تابع ہے۔

اعلیٰحضرت ——— رد المحتار میں تبیین کے حوالے سے ہے کہ ادائیگی ضمانت سے پہلے حلال نہیں، بعد میں جائز ہے مگر جو کچھ قیمت سے زائد ہے اور وہ نفع ہے وہ (کسی صورت میں) جائز نہیں، اسے صدقہ کردے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حکمِ نفع، حکمِ اصل کے خلاف ہے، پھر فتاویٰ ہندیہ میں تبیین کے حوالے سے دیکھا وہاں صراحت ہے کہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد اصل کا حاصل کرنا جائز ہے لیکن صورتِ نقد میں نفع کا استعمال جائز نہیں۔ امام کرخی کا مذہب ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے مشائخ نے اسے ہر حال میں غیر طیب قرار دیا ہے، چاہے ضمانت سے قبل ہو یا بعد، ہر حال میں نفع کا استعمال اچھا نہیں اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ علامہ طحطاوی کا کلام اس صورت کے بارے میں ہو کہ جب ضمانت ادا نہ کی جائے کیونکہ اس صورت میں اصل اور نفع دونوں ناپاک ہیں اسی لئے اس پر خبث کا حکم لگایا گیا ہے یعنی امام کرخی کے نزدیک اس وقت جب اشارہ کیا جائے اور نقد ادائیگی ہو اور مختار قول کے مطابق مطلقاً ناجائز ہے۔

۲۲۵
طحطاوی ——— حموی میں صدر الاسلام سے ہے کہ اگر غصب شدہ ہزار روپے سے کھانے کا سامان خریدا تو کھانا جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی ضمانت ادا کرنے سے پہلے (جائز ہے)

۲۲۶
طحطاوی ——— صدر الاسلام کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا کھانا حلال نہیں کیونکہ سبب میں ایک قسم کا خبث پایا جاتا ہے، پھر اس پہ تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض ظالم غیر عابد چیزیں خریدتے ہیں، پھر اپنی حاجات پوری کرنے کے بعد قیمت ادا کرتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— عدمِ ملک کی وجہ سے خبث پایا گیا، پس یہی خبث نقود میں بھی منتقل ہو گا البتہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد چونکہ یہ خبث زائل ہو جاتا ہے لہذا یہ کھانا بھی حلال ہے اور مغصوب مال سے خرید کردہ لونڈی سے وطی بھی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر تحقیق کی ہے۔

۲۲۷
طحطاوی ——— اگر کسی شخص نے کپڑا وغیرہ غصب کیا اور اس سے لونڈی خریدی تو اس کے ساتھ وطی حلال نہیں اور اگر اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے شادی کی تو جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ خلاف صحیح ہے یعنی امام طحطاوی کا یہ قول کہ لونڈی سے وطی جائز نہیں، یہ ضمانت کی عدم ادائیگی تک ہے، بعد ادائے ضمانت صحیح ہے۔

۲۲۸
طحطاوی ——— اگر ان دونوں میں سے ایک کے ذریعے عورت سے نکاح کیا یا کپڑا وغیرہ خریدا اور ضمانت ادا کر چکا ہے تو نفع حلال ہے۔

اعلیٰحضرت ——— ھما کا مرجع دراہم غصب و ودلیعت ہیں یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خریدا۔

۲۲۹
طحطاوی ——— مختصر کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی جس کا کچھ ذکر پیچھے ہو چکا ہے کہ اگر مغصوبہ کپڑے سے لونڈی خریدے تو وطی حلال نہیں البتہ اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے کسی عورت سے شادی کی تو وطی جائز ہے۔

اسکے تحت علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب دراہم غصب جو معین بھی ہوں اور نقد بھی، کے ساتھ کچھ خریدا تو اس کا استعمال حرام نہیں کیونکہ عین کے ساتھ عقد کا تعلق نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یہ بات جو علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی، اس ضابطہ کے موافق ہے

جو بیع فاسد میں ذکر کیا گیا کہ اگرچہ کلام اس میں ہو جس میں ضمانت ادا کی گئی تو اس وقت وہ ملک ہو گی اگرچہ ملک خبث ہی سہی اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر خبث فسادِ ملک کے سبب سے ہو تو غیر معین میں حلال نہیں پس نفع بغیر عقد و نقد کی تفصیل کے حلال ہو گا اور مطلقاً جواز کے قول سے بظاہر جو فائدہ نظر آتا ہے کہ چاہے ضمانت ادا کی جائے یا نہ، وہ ضابطہ کے خلاف ہے، ضابطہ میں کہا گیا ہے کہ جب خبث عدمِ ملک کے سبب سے ہو تو متعین و غیر متعین دونوں میں عمل ہو گا، پس اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ مقامِ لغزش ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر کتاب الغصب اور بیع فاسد کے بیان میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔

۲۳۰
طحطاوی ——— کسی شخص نے ورق غصب کیا اور اس پر کچھ لکھا آیا مالک کی ملک منقطع ہو جائیگی؟ اس میں اختلاف ہے، سغدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ ملک منقطع نہیں ہو گی۔

اعلیٰحضرت ——— خلاصہ میں ہے کہ منقطع ہو جائے گی۔

۲۳۱
طحطاوی ——— کتاب بحرِ ذاخر میں ہے کہ مغصوبہ بکری کو پکایا یا بھونا تو... قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو لیکن ضمانت پر راضی نہ ہو تو غاصب کے لئے قیمت کی ضمانت ادا کرنے یا اس کے ذمہ قرض ہو جانے سے قبل نہ تو کھانا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھلانا، یونہی کسی دوسرے کو کھانا جائز نہیں۔ (مکی)

اعلیٰحضرت ——— السراج الوہاج کے ص۵۵ پر "غصب الشاۃ" کے ذکر میں یہ مسئلہ زیادہ بین اور واضح ہے۔

۲۳۲
طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز غصب کی

اسے تبدیل کردیا یہاں تک کہ اس کا نام بدل گیا اور وہ زیادہ نفع بخش ہوگئی یا وہ مغصوبہ چیز غاصب کی ملک سے مخلوط ہوگئی اور امتیاز ناممکن ہوگیا تو اس صورت میں غاصب کو ضمانت دینی پڑے گی اور وہ چیز کا مالک ہوجائے گا لیکن ادائیگی ضمانت سے قبل نفع حاصل کرنا جائز نہیں، صاحبِ درمختار فرماتے ہیں، قیاس یہ ہے کہ کہ ضمانت کی ادائیگی سے قبل بھی انتفاع حلال ہے۔

علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، زیلعی نے کہا قیاس یہ ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے اور یہ قول امام زفر، امام حسن رحمہما اللہ کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت یونہی ہے

اعلیٰحضرت ——— یہ بات واضح طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ظاہر روایت کے خلاف ہے لیکن خلاصہ، ہندیہ اور دیگر کتب میں اسے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول قرار دیا گیا ہے، صاحبین کا قول استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ امام نجم الدین نسفی اس قول کی امام اعظم کی طرف نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اگر اسے امام اعظم رحمہ اللہ ہی کا قول قرار دیا جائے اور یہ سوال کیا جائے کہ اس صورت میں اور بیع فاسد کے ساتھ مبیع میں کیا فرق ہوگا کیونکہ اس سے انتفاع امام صاحب کے نزدیک حلال نہیں حالانکہ اس میں ملک ثابت ہے اگرچہ ملک خبیث ہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح فرق کیا جائے گا کہ مغصوب میں تبدیلی ہوجائے تو رد نہیں کی جاسکتی جبکہ بیع فاسد کے مبیع کا رد کرنا حق شریعت کے تحت واجب ہے کیونکہ یہ بیع فسخ ہے پس غیر کا حق اس چیز کی ذات سے ہے جبکہ بدلے ہوئے مغصوب میں یہ بات نہیں۔

۲۳۳
طحطاوی ——— مغصوبہ زمین کے مسائل کو صاحبِ درمختار نے تفصیل سے بیان فرمایا۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل علامہ کرخی نے اپنی بعض کتب میں ذکر فرمائی اور فرمایا کہ کتاب میں جو کچھ ہے اس سے یہی مراد ہے۔

اعلیٰحضرت ——— کتاب کے مطلقاً ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ البدایہ مراد ہے اور ہوسکتا ہے کہ مبسوط مراد ہو لیکن مختصر القدوری مراد لینا ممکن نہیں جیسے عام طور پر فقہاء مطلقاً ذکرِ کتاب کے وقت مختصر القدوری مراد لیتے ہیں کیونکہ امامِ قدوری کو امام کرخی سے تین واسطوں سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

۲۳۴
طحطاوی ——— ضمانت غصب کے ضمن میں صاحبِ درمختار نے چند مثالیں بیان فرمائیں مثلاً زمین غصب کی اور اس پر مکان تعمیر کیا یا درخت لگائے یا مرغی نے کسی کا موتی نگل لیا وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں زیادہ قیمت والے کو اختیار ہے، چاہے تو کم قیمت والی چیز لیکر مالک کو قیمت دے دے یا وہ چیز چھوڑ دے اور کم قیمت والے سے اپنے چیز کی قیمت وصول کرے (مثلاً زمین غصب کی اس پر مکان بنایا، اب قیمت زیادہ ہوگئی اب یا تو زمین کی قیمت دے یا مکان بھی چھوڑ دے اور اسکی لاگت وصول کرلے، امامِ محمد علیہ الرحمہ کا یہی قول ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں یونہی ذکر کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ خانیہ میں جو کچھ اس بارے میں مذکور ہے وہ بھی اس قول کو رد کرتا ہے کہ صاحبِ اکثر صاحبِ اقل کو قیمت کا مالک بنائے [1]

۲۳۵
طحطاوی ——— کسی غیر کی زمین میں عمارت تعمیر کی یا درخت لگائے تو درخت

---

[1] فتاویٰ خانیہ بر فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۲۴۲

کاٹنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام کرخی فرماتے ہیں کہ یہ حکم نہیں دیا جائے گا اور وہ غاصب قیمت کی ضمانت دے گا، اسی پر بعض متاخرین، مثلاً صدر الاسلام وغیرہ کا فتویٰ ہے اور یہ احسن ہے۔

اعلیٰحضرت ——— قہستانی اور عقود میں ان سے اسم تفضیل کے ہمزہ کے بغیر (صرف) "حسن" مروی ہے۔

۲۳۶

طحطاوی ——— درِ مختار میں ہے کہ کسی انسان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں لیکن جہاد میں (جائز ہے)

علامہ طحطاوی نے الا فی الغزو کے دو احتمال بیان کر کے فرمایا کہ تفکرات اور پریشانیوں کی کثرت کی وجہ سے میری سوچ میں ضعف ہے لہذا کسی دوسری جانب رجوع کیا جائے۔

علامہ طحطاوی نے پہلا احتمال یہ ذکر فرمایا کہ غازی، اہلِ حرب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہوسکتا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جب جہاد فرض ہوجائے اور بعض لوگ پہلوتہی کریں تو سربراہ کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو بھیجے جو لوگوں کے گھروں میں داخل ہوکر انہیں نکال لائے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ شامی نے تیسری توجیہ یہ بیان فرمائی کہ جب کسی شخص کا گھر دشمنوں سے بلندی پر واقع ہو تو مجاہدین کے لئے وہاں داخل ہونا جائز ہے تاکہ وہ وہاں سے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔

میں کہتا ہوں کہ ایک چوتھی توجیہ میرے لئے ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ بعض کفار کسی ذمی یا مسلمان کے گھر میں پناہ لیں اور مجاہدینِ اسلام اسے قتل کرنا چاہتے ہوں جبکہ صاحبِ خانہ ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتا ہو

تو مسلمانوں کے لئے اندر داخل ہونا جائز ہے اگرچہ گھر میں مستورات ہوں کیونکہ
خود گھر والا مسلمانوں کو روک کر مستورات کے بے پردہ کرنے کا باعث بنا۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ مجاہدین کسی حاجت یا مصلحت کے تحت اندر
جانا چاہتے ہوں، اور یہ تمام توجیہات ممکن ہیں کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ ضرورت کے
مقامات مستثنیٰ ہیں جیسے تجنیس کے حوالے سے غمز میں ہے۔

۲۳۷ طحطاوی ——— درمختار میں ہے کہ اگر غاصب مغصوبہ مال کو اجرت پر دے اور
اجرت مالک کی طرف لوٹا دے تو یہ مالک کے لئے پاکیزہ ہے کیونکہ اجرت کا
لینا جائز ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ عجیب بات ہے کیونکہ اجازت کا تعلق معدوم چیز کے ساتھ
نہیں ہو سکتا اور اجازت کی صحت کے لئے معقود علیہ کا قائم ہونا شرط ہے
اور وہ اس صورت میں نفع ہے جو معدوم ہے البتہ یہ تعلیل اس صورت میں
جاری ہو سکتی ہے جب تاجر کے مالِ اجرت سے نفع حاصل کرنے سے پہلے
اجرت حاصل کر لی جائے اور مالک کی طرف لوٹا دی جائے۔

۲۳۸ طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے فروع کے عنوان سے چند مسائل بیان
فرمائے جن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سوائے جہاد کے (جس کا ذکر پیچھے
ہو چکا ہے) کسی انسان کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا ناجائز ہے۔

اعلیحضرت ——— یہ مسائل الاشباہ سے منقول ہیں اور حموی (شارحِ اشباہ) نے
الا فی الغزو پر کوئی بحث نہیں کی۔

۲۳۹ طحطاوی ——— امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علامہ طحطاوی
نے شرح النقایہ اور تشنیع المصنف کے حوالے سے ایک عبارت نقل فرمائی
جو یہ ہے:-

وقد ایدلا ماصح عندنا انہ افضل العلماء فی
زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین السلۃ والدین
وقد رأی بعضھم فی المنام انہ شافعی المذہب الخ

اعلیٰحضرت اصل عبارت جو ص ۲۴۳ پر منقول ہے وہ یہ ہے [1]

طحطاوی ۲۴۴ ـــــــ اہلِ ہوا اور بدعتی کی تکفیر میں اختلاف ہے، اگر بدعتی کا مذہب کفر کی طرف پہنچاتا ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے البتہ جس کی بدعت اس طرح نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے، ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ اہلِ مذاہب کی کلام میں ایسے بہت سے لوگوں کی تکفیر ثابت ہے لیکن یہ ان فقہاء کی کلام نہیں جو منصبِ اجتہاد پر فائز ہیں اور غیر مجتہد کا اعتبار نہیں، فقہاء و مجتہدین سے عدمِ تکفیر منقول ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ غیر فقہاء کی کلام جب فقہاء کے اقوال کے خلاف ہو، اس وقت غیر معتبر ہوگی (مطلقاً نہیں)

طحطاوی ۲۴۱ ـــــــ مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ نکلا تو صاحبین کے نزدیک اگر اس کے اعضاء مکمل ہو گئے ہوں تو کھایا جائے گا ان تم خلقہ کی قید سے یہ پتہ چلا کہ ناتمام کو نہیں کھایا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے وہ بمنزلہ جزءِ جانور

---

[1] امام طحطاوی کی منقولہ عبارت میں انہ میں ضمیر کے اضافے ابوبکر الیابانی کے عدم ذکر اور وقد رأی میں واؤ کے اضافے سے عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا اور امام ابوبکر کی بجائے امام ابویوسف مراد لے لئے گئے اور خواب دیکھنے والے خود ابوبکر ہیں جبکہ امام طحطاوی کی عبارت سے خواب کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو جاتی ہے (محمد صدیق ہزاروی)

نوٹ :- آگے خواب کا ذکر ہے جو امامِ ابویوسف کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کے ہے لہٰذا حلال ہے۔

اعلیٰحضرت ——— یہ احتمال صحیح نہیں کیونکہ نص سے ثابت ہے کہ مضغہ ناپاک ہے اسی طرح وہ بچہ بھی جس نے پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز نہیں نکالی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہر نجس حرام ہے۔

طحطاوی ۲۴۲ ——— شرمگاہ، کپورے اور مثانہ مکروہ ہیں اور یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— مادہ جانور کی شرمگاہ اور پِتّہ: دونوں کا بھی مکروہ ہیں جیسا کہ اسی کتاب کے آخر میں مختلف مسائل کے ذکر میں آئے گا [۱]

طحطاوی ۲۴۳ ——— اسی طرح وہ خون بھی مکروہ ہے جو گوشت سے نکلتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— ردالمحتار میں والدم المسفوح کے الفاظ ہیں نیز وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں رہ جاتا ہے مکروہ نہیں اور اسے خود علامہ طحطاوی نے مسائلِ شتّٰی کے باب میں بیان کیا ہے [۲]

طحطاوی ۲۴۴ ——— کیا یہ کراہت تحریمی ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی شرمگاہ اور اس کے بعد مذکورہ اشیاء کی کراہت کے بارے میں دو قول ملتے ہیں۔

طحطاوی ۲۴۵ ——— مچھلی کی ایک قسم الجریث کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے ابوالسعود کے حوالے سے بتایا کہ عینی سے الجِریث جیم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۳۶۰

[۲] ایضاً

اعلیحضرت ــــــ صحیح لفظ الوانی ہے کیونکہ ابوسعود کی عبارت میں عینی سے جو منقول ہے وہ الجریث سمکۃ ہے اور الوانی سے الجریث بکسر الجیم منقول ہے۔

۲۴۶

طحطاوی ــــــ اگر ماکول اللحم جانور نے شراب پی اور پھر اسی وقت اسے ذبح کر دیا گیا تو اس کا گوشت حلال ہے البتہ مکروہ ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ جب مطلقاً کراہت کا لفظ بولا جائے بالخصوص کتاب الحظر میں تو اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے۔

اعلیحضرت ــــــ حلت کے ساتھ مقید کراہت مطلقہ نہیں ہوتی اور اس کی تحقیق رد المحتار کے حاشیہ پر ہم نے کی ہے لہذا وہاں ملاحظہ کی جائے۔

۲۴۷

طحطاوی ــــــ عورت اپنے خاوند کی محبت کے حصول کے لئے تعویذ کرے اور اس سے قبل وہ اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ عمل حرام ہے، حلال نہیں، جامع اصغر میں اسی طرح ہے۔

اعلیحضرت ــــــ جامع صغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں التولہ تا کے کسرہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ، ایک قسم کا جادو ہے جو محبت کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے ــــــ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن وہ تعویذ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ یا کسی قرآنی آیت سے کیا جائے ظاہر ہو یا پوشیدہ، جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسمائے باری تعالیٰ میں تاثیر پائی جاتی ہے ... ہیر محبت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز ہے، البتہ اگر عورت کا ارادہ یہ ہو کہ حاکمیت کے لئے خاوند کو مطیع بنایا جائے تو اس مقصد کے لئے یہ تعویذ یا دوسری کوئی بھی کوشش حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں کیونکہ

اس میں شرعی موضوع کو بدلنا ہے جو مرد کے حق میں ہے اور وہ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے کہ مرد، عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے اور اس صورت میں حرمت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

۲۴۸
طحطاوی ——— ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے اور صرف صبح اور عصر کو نماز کے بعد، کے ساتھ تخصیص کوئی شرعی مسئلہ نہیں (امامِ نووی)

الوالحسن البکری کہتے ہیں کہ شاید یہ اس زمانے میں لوگوں کی عادت ہو۔

اعلیحضرت ——— یعنی فجر اور عصر کے ساتھ تخصیص اس زمانے (امامِ نووی کے زمانے) میں لوگوں کی عادت ہو۔

۲۴۹
طحطاوی ——— امامِ نووی کے زمانے میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

اعلیحضرت ——— امام الوالحسن البکری کی کلام کا تتمہ یہ ہے کہ (یہ امامِ نووی کے زمانے کی عادت ہو گی) ورنہ تمام نمازیں اسی طرح ہیں یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے۔

۲۵۰
طحطاوی ——— جو چیز بازار میں فروخت کی جارہی ہے، اگر گمان غالب ہو کہ یہ ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو وہ چیز نہیں خریدنی چاہیئے۔

اعلیحضرت ——— علامہ طحطاوی نے یہاں فتاوٰی ہندیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ہر وہ چیز جو قائم ہے اور خریدنے والے کو ظنِ غالب ہے کہ یہ غیر سے ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو اس کا خریدنا مناسب نہیں اگرچہ بار بار فروخت ہوتی چلی آئی ہو۔

یہ بات مقصود کو نہایت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے یعنی وہ مغصوبہ چیز خریدنی جائز نہیں جس کے بارے میں گمانِ غالب ہو کہ یہی مغصوبہ ہے۔

۲۵۱
طحطاوی —— مغصوبہ چیز نہیں خریدنی چاہیئے اگرچہ کئی ہاتھوں سے ہو کر آئے۔

اعلیحضرت —— پھر مذہبِ مختار کے مطابق اس حکم میں سامان اور نقود برابر ہیں کیونکہ خبث عدمِ ملک کی وجہ سے ہے لہذا متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرے گا لیکن امام کرخی کے مذہب کے مطابق نقودِ مغصوبہ کا بدل خریدنا جائز ہے جبکہ ان نقود پر عقد نہ ہو لیکن لعینہٖ مالِ مغصوب کا خریدنا جائز نہیں اور قرض میں لینا، امانت رکھنا یا کسی بھی انداز میں لینا، جائز نہیں جب تک غاصب عہدہ برآنہ ہو جائے یا ضمانت نہ ادا کر دے ۔ اس پر اجماع ہے کیونکہ نفسِ مغصوب سے خبث کے ازالہ کی یہی صورت ہے۔

۲۵۲
طحطاوی —— اگر یہ معلوم ہو کہ مغصوبہ چیز لعینہٖ قائم ہے لیکن دوسری چیز سے اس طرح مخلوط ہو چکی ہے کہ امتیاز ناممکن ہے تو امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ غاصب کی ملک ہو جائے گی لیکن جب تک مخالف عوض لے کر راضی نہ ہو جائے، یہ مغصوبہ چیز خریدنی مناسب نہیں۔

اعلیحضرت —— میں کہتا ہوں اگر غاصب نے مغصوبہ چیز کو کسی دوسری شئے سے بدل دیا تو اس کا بدل خریدنا بھی جائز نہیں جبکہ مغصوب متعین ہو کیونکہ وہ ملکِ خبیث کے ساتھ اس کا مالک ہوا لہذا المغنیٰ یہ مذہب کے مطابق براءت سے پہلے انتفاع جائز نہیں اور جب خبث، فسادِ ملک کی وجہ سے ہو تو متعین میں عمل ہو گا البتہ ایک ضعیف روایت اس کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ محض تغیر اور مخلوط ہو جانے سے انتفاع حلال ہو جاتا ہے۔ اگر غیر متعین ہو تو بدل کا خریدنا جائز ہے کیونکہ خبث فسادِ ملک کی وجہ سے ہے اور غیر متعین میں عمل صرف ان لوگوں کے قول پر ہو گا جو رد کرنے یا ضمانت دینے سے قبل خلط اور تغیر کو ملک کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔

امام مفتی الثقلین نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین نے اس بات پر اجماع کیا ہے، پس اس وقت عدم تعین کی وجہ سے خبثِ ملک پایا گیا لہذا اس میں عمل ہوگا اور ابدال اسی وقت جائز ہوگا جب اس مغصوب سے عہدہ برآ ہو جائے یا ضمانت دے دے۔

۲۵۳
طحطاوی ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور نچوڑنے والے پر لعنت کی ہے صاحبِ درِ مختار نے فرمایا کہ شراب کے لئے انگور کا نچوڑنا جائز نہیں کیونکہ اصل کے ساتھ معصیت قائم ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس سے قبل صاحبِ درمختار نے فرمایا:

لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ

لہذا دونوں قولوں میں منافات ہے اور معصیت کی دلیل المنح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کو قرار دیا گیا ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن العاصی

اعلیٰحضرت ——— مطلقاً نچوڑنے والا ملعون نہیں بلکہ وہ جو گناہ کا ارادہ کرے اور شارح علیہ الرحمہ کے قول میں بھی یہی مراد ہے لہذا یہ تعلیل (جو حدیث پاک سے بیان کی گئی ہے) صحیح ہے کیونکہ وہ اس کے ذریعے قصدِ گناہ کرتا ہے، چنانچہ ان دو اقوال میں سے منافات بھی زائل ہو گئی۔

۲۵۴
طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ گانے بجانے والے کو کچھ دینا حرام ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ بلا شرط لیتے ہیں، جائز ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ یہ بات معلوم ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہوتا ہے[1] اور شاید یہ مسئلہ محشی (امام طحطاوی) نے باب الاجارہ میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۵۵
طحطاوی ـــــــ صاحب درِ مختار نے وہبانیہ سے چند اشعار نقل کئے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پرندہ چھوڑے اور یہ کہے کہ جو اسے پکڑے وہی اس کا مالک ہے، تو یہ جائز ہے اور اگر بغیر کسی کی تملیک کے ارادے کے آزاد کیا تو بعض ائمہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اکثر ائمہ نے اسے جائز قرار دیا حالانکہ یہ منقول نہیں بلکہ ظاہر مذہب کے مطابق حرام ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ لیکن احادیثِ مبارکہ سے (بلا تملیک چھوڑنے کا) جواز اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور شارح علیہ الرحمہ نے جو اس سے پہلے حج کے باب میں بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

درِ مختار میں ہے :-

شریٰ عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذھا فھی لہ الخ [2]

۲۵۶
طحطاوی ـــــــ المجتبیٰ کے حوالے سے درِ مختار میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا کہ صاحبِ مال قرضدار کا مال بلا اجازت رہن رکھ سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب نا امید ہو جائے تو اپنا قرض پورا کرتے ہوئے اسے لے سکتا ہے

---

[1] لہذا جہاں گویوں کو کچھ دینا معروف ہے وہاں اسے مشروط ہی تصور کیا جائے گا۔ (مرتب)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱، ص ۵۳۴

لفظِ "قیل" کے ساتھ دوسرا قول بیان کر کے آخر میں کہا گیا "وافقہ المصنف"

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کی نقل میں لفظِ قیل نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— لیکن فتاویٰ شامی میں[1] درمختار کا یہی قول (قیل کے ساتھ) نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ اسی طرح المنح میں تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۵۷
طحطاوی ——— اگر راہن، مرہون کو فروخت کرے تو (اس کی صحت) مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوگی (تنویر الابصار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع نافذ ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت ——— فتاویٰ خانیہ میں عمادیہ سے نقل کیا گیا کہ صغریٰ میں مرہون کی بیع کے نفاذ کا فتویٰ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، اسی طرح طحطاوی کے باب الاجارہ میں بھی گزر چکا ہے۔

۲۵۸
طحطاوی ——— کیا مرتہن، مرہون کے زوائد سے، راہن کی اجازت سے نفع حاصل کر سکتا ہے؟ بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ سود ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ خیر الدین رملی نے بھی فتاویٰ خیریہ میں رہن کے باب ص ۱۶۳ میں یہی فتویٰ دیا ہے۔

۲۵۹
طحطاوی ——— بعض فقہاء نے مرہون کے زوائد سے مرتہن کے انتفاع کو مباح قرار دیا ہے، کئی کتب فقہ اور شروح میں اسی طرح ہے اور حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے[2]

---

[1] ردالمحتار ج ۵، ص ۳۲۲

[2] الاشباہ مع شرح الحموی، ص ۳۱۰

اعلیٰحضرت ——— اباحت کے قول کو اس بات سے مقید کرنا ضروری ہے کہ جب عقد میں شرط نہ رکھی گئی اور عرف میں بھی ایسا نہ ہو، کیونکہ وہ مشروط کی مثل ہے، ردالمحتار کی کتاب البیوع کے باب القرض اور باب الرہن کے شروع میں نیز اسی حاشیہ طحطاوی کے صلـ۲۳۶ پر بھی اسی طرح ہے۔

۲۶۰
طحطاوی ——— دیت کے بیان میں صاحب تنویرالابصار نے آنکھوں کا ذکر کیا علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے فی العینین الدیۃ۔

اعلیٰحضرت ——— تبیین الحقائق میں یہ حدیث مذکور ہے۔

۲۶۱
طحطاوی ——— اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا حصہ کسی دوسرے کے لئے وصیت کردے تو صحیح نہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے زید کی ملکیت کی وصیت کردے پھر وہ مرجائے اور زید اسے اجازت دے دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس صورت میں بیٹے کو موصی لہ کے لئے مال دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص غیر کا مال ہبہ کردے تو محض مالک کی اجازت سے صحیح نہیں ہوگا جب تک مالک مالِ موہوب موہوب لہ کے سپرد کردینے پر راضی نہ ہوجائے، فتاویٰ عالمگیری کتاب الوصایا کے پہلے باب کے آخر میں یونہی بیان کیا گیا ہے:۔

کانہ وھب مال غیرہ لا یصح الا بالتسلیم
والقبض کذا فی المبسوط [1]

---

[1] عالمگیری ج ۶، ص ۹۴

۲۶۲
طحاوی ——— اس بارے میں اختلاف ہے کہ دو وصیوں میں سے ایک کا فعل دوسرے کی رائے کے بغیر باطل ہوگا یا دونوں اپنے اپنے فعل میں منفرد ہونگے ، صاحبِ درِمختار فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وصی کی تقرری ، میت ، واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہو اور اگر دو شہروں کے دو قاضیوں کی جانب سے دو وصی مقرر ہوں تو دونوں کا تصرف انفرادی ہوگا کیونکہ دونوں اپنے اپنے تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا کا بھی یہی حکم ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ "بلدتین" کی قید یا تو اتفاقی ہے اس لئے کہ عام طور پر ایک شہر میں ایک ہی قاضی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ نے ایک شہر میں دو قاضی مقرر کیئے اور انہیں وصی مقرر کرنے کا اختیار دیا تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا ، اور قید احترازی بھی ہو سکتی ہے لیکن تعلیل ، پہلے احتمال کی مؤید ہے ، تعلیل یہ ہے کہ ہر قاضی کا تصرف اپنی جگہ جائز ہے ، اسی طرح ان کے نائبین کا تصرف بھی جائز ہے۔

علامت الحصفر ——— اگر سلطان کسی ایک کنارۂ شہر کے لئے کسی کو قاضی مقرر کرے اور دوسرے حصے کے لئے دوسرے کو پھر ہر ایک قاضی نے وصی مقرر کیا تو ہر وصی اپنے قاضی کی جانب سے منفرد ہوگا کیونکہ دونوں قاضی تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہوگا اور اگر ایک شہر میں دو قاضی مقرر کیئے تو ہر ایک کے لئے فیصلے میں انفراد نہیں ہوگا جیسے کہ وکالۃ الاشباہ میں ہے ، یہی حکم اوصیاء کا بھی ہے البتہ وصی کو قاضی کا نائب قرار دینا محلِ نظر ہے کیونکہ وصی میت کا نائب ہے اگرچہ قاضی نے مقرر کیا جس طرح محافظ اوقاف ، فقراء کا وکیل ہے اگرچہ واقف نے مقرر کیا۔

۲۶۳
طحطاوی —— وصی، یتیم کے مال میں سے کسی کو قرض نہ دے اور اگر دے دیا تو خیانت نہیں ہوگی۔

اعلیٰحضرت —— اگر قرض دے دیا تو ضامن ہوگا جیسے فتاویٰ شامی میں فتاویٰ خانیہ کے حوالے سے ہے:۔

ولا یتصدق بشیئ خانیہ و فیہا ولا یملک اقراض مال الیتیم فان اقرض ضمن [1]

۲۶۴
طحطاوی —— الاشباہ میں فتاویٰ خانیہ سے منقول ہے کہ وصی کسی دوسرے کو وصی بنا سکتا ہے، چاہے میت کا مقرر کردہ وصی ہو یا قاضی کا البتہ ثانی یعنی قاضی کے مقرر کردہ وصی میں اختلاف ہے۔

اعلیٰحضرت —— اقوالِ مختلفہ میں اس طرح موافقت پیدا کی گئی ہے کہ قاضی نے وصی کو عمومی اختیار دیا ہے تو اس کا مقرر کردہ وصی، وصی کہلائے گا ورنہ نہیں اور عنقریب اس کی شرح آئے گی اور وہ یہ ہے:۔

فلہ ان یوصی فی العامۃ دون الخاصۃ

اور وقد نقل البیری عن القنیۃ ما منہ یستفاد التسویۃ بین وصی القاضی و وصی المیت فی نصب الوصی عنہما من غیر تقیید بعموم فی جانب وصی القاضی [2]

۲۶۵
طحطاوی —— درِ مختار میں ہے کہ قاضی اپنے مقرر کردہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اگرچہ وہ عادل ہو۔

---

[1] شامی ، ج۵ ، ص۴۵۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص۳۴۷

امام طحطاوی فرماتے ہیں، تتمہ میں ہے کہ اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ یہ غیر مفید میں مشغولیت ہے۔

اعلیٰحضرت ——— مناسب ہے کہ متولیٔ اوقاف پر قیاس کرتے ہوئے فتویٰ دیا جائے اور وہ یہ کہ قاضی کو اپنے مقرر کردہ متولیٔ اوقاف کو بلا وجہ معزول کرنے کا حق نہیں جس طرح واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس دور کے قاضی قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

۲۶۶

طحطاوی ——— قرض کی ادائیگی سے قبل ترکہ قرض کے بدلے میں مرہون کے حکم میں ہے لہٰذا اس میں ورثاء کا تصرف نہیں نافذ ہوسکتا۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی قرض خواہوں کی مرضی کے بغیر تصرف نہیں ہو سکتا اور اگر وہ رضامند ہوں تو جائز ہے، اسی طرح خانیہ اور حموی میں ہے۔

۲۶۷

طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر اصحاب فروض سے ترکہ بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو بقیہ ترکہ اصحابِ فروض کی طرف ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق لوٹایا جائے البتہ بیوی یا خاوند کی طرف نہ لوٹایا جائے۔

درِ مختار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا کہ زوجین کی طرف بھی لوٹایا جائے، اسے مصنف وغیرہ نے بیان کیا اور میں (صاحبِ درِ مختار) کہتا ہوں کہ الاختیار میں اس بات پر جزم ہے کہ یہ راوی کے وہم سے ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مولیٰ عجم زادہ نے حاشیہ شرح سید علی السراجیہ میں اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی زوجین

کی طرف لوٹانے کا قول نہیں کیا۔

اس کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جب مثبت اور نافی کی خبروں میں تعارض پیدا ہو جائے تو مثبت کی خبر اولیٰ ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت —— امامِ طحطاوی کا لیس بشیئ کہنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ روایۃً ثبوت کی شان درایۃً ثبوت سے زیادہ ہے (اور یہاں روایۃً ثبوت نہیں ہے) اس لئے اگر ایسی کوئی روایت ثابت بھی ہو کہ ایک عورت مر گئی اور اس کا وارث اس کا خاوند ہی ہے، خاوند کو تمام مالِ وراثت دے دیا گیا تو اس واقعہ سے زوجین پر رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ واقعاتِ خارجیہ میں ہر قسم کا احتمال ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ خاوند اس عورت کا چچازاد ہو اور بقیہ مال اسے بصورتِ عصبیت ملا ہو، اسی بات پر "الاختیار" میں جزم کیا گیا ہے۔

تمام شد بقلم یکے از گدایانِ پیر سیال
شاہ محمد چشتی سیالوی، محلہ محمود پورہ، قصور


JANNATI KAUN?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ[1] ــــــ ولوکان من الوسم کما قال الکوفی الخ [1]

اقول ــــــ وتعدها الکوفیۃ من باب القلب کادر فی ادور اینق فی انیق۔

قولہ[2] ــــــ واما کونہ خاصا فلان الاولی الخ [2]

اقول ــــــ ولایضر کونہ خاصا عند قیام القرینۃ۔

قولہ[3] ــــــ وغیرہ خاص لمعنی بالمومن الخ [3]

اقول ــــــ یعنی اذا اطلق علی اللہ تبارک وتعالیٰ۔

قولہ[4] ــــــ رحیم الدنیا ورحمٰن الاٰخرۃ الخ [4]

اقول ــــــ اقول والحق ان تغیر اللفظ فی الحدیث من قبیل التفنن والا فقد ورد فی الحدیث رحمٰن الدنیا والاٰخرۃ ورحیمہما وھذا یرد المذھبین فاذا الصواب مایستنظرہ۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۴

[2] ایضاً : ص ۴

[3] ایضاً : ص ۴

[4] ایضاً : ص ۵

قولہ ۵ ــــ فتسن التسمیۃ و اما المباح الخ [۱]

اقول ــــ قلت وھو الثابت بالحدیث الذی ذکر فیہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجہ عدم کتابۃ بسم اللہ فی اول البراءۃ کما لا یخفی۔

قولہ ۶ ــــ ھل توکل الاصح لا لکفرہ الخ [۲]

اقول ــــ اقول ھذا خلاف المعتمد ولا یعول علیہ کما افادہ الشامی عن السائحانی و بیناہ فی الذبائح من فتاوٰینا۔

قولہ ۷ ــــ ایہم المنادی تعظیما لہ [۳]

اقول ــــ ومنہم من کرھہ و الصواب الجواب للورود فی کثیر من الاحادیث منہا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یامن ستر القبیح واظہر الجمیل وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یامن وعد فوفا واوعد فعفا الی غیر ذلک۔

قولہ ۸ ــــ کما قالہ فی القنیۃ و ان استبعدہ الزیلعی [۴]

اقول ــــ کما ان الاکتفاء عن حروف المد بالحرکات لغۃ قوم اخرین کما حکاہ ایضا فی القنیۃ فالاولون یقولون فی اعوذ اعوذ والاخرون اعذ۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۵

[۲] ایضاً : ص ۶

[۳] ایضاً : ص ۷

[۴] ایضاً : ص ۱۴

٩
قوله — روی الخطیب فی تاریخہ عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفۃ الخ[1]

اقول — سامحنا اللہ تعالیٰ و ایاہ جمع فی کتابہ مثالب الامام ومناقبہ واکثر من ایراد کلام الطاعنین والمادحین وقد جوزی علی ما اورد من جہالات الذامین بالسہم المصیب فی کبد الخطیب وھٰذہ الحکایۃ من ذٰلک الباب غیر ان واضعہا ساق فیہا الکلام بحیث لا یکون حکایۃ فی الذم[2] فاغتر بہ الامام الجلال السیوطی فاوردہا فی المناقب وتبعہ ھٰذا السید غفر اللہ الجمیع وکل من یرجع الی عقلہ یشہد بسخافتہا خلقۃ مما[3] فیہا من الرکاکۃ و سخف القول مما لا یرجی الا من السوقیۃ العوام الانعام[4] دون العلماء الائمۃ الاعلام وکان الزمان من خیر القرون ولم یکن الناس بلغوا من الجہالۃ[5] و الضلالۃ الی ان یترکوا الحدیث[6] والقرآن ویمنعوا الطالب عن طلبہما ومن اکبر شاہد علی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۶

[2] حکانی (مخطوطہ)

[3] عما (")

[4] الطعام (")

[5] الحیل لہ (")

[6] الحدیث ولی (")

بطلانه ان الفقه لم يكن يعرف عندهم مع[1] حفظ الفروع من كلام احد بل هو الاجتهاد ولا امكان له الا بعد الاحاطة باحكام القرآن والحديث ولا ادراك لهما الا باللغة[2] العربية فقبح الله من وضعها وانما غرضه من هذه الدسيسة الخبيثة ان يوهم ان الامام لم يتعلم القرآن ولا الحديث ولا العربية وانما افترى[3] على الشريعة برأيه[4] فاحل ماشاء وحرم ما شاء وهذا لا يقول به من له حياء او دين ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

١٠
قوله ـــــ ان العلم ببركته حصل تصحيحه[5]

اقول ـــــ وقرر الغزالی فی الاحیاء من حال العلم الحقیقی بانه لا تحصل الا اذا خلصت[6] النیة لله تعالیٰ وما یریٰ لمن لم یخلصها فلیس بالعلم الحقیقی الذی هو علم

---

[1] صور (مخطوطه)

[2] بالخوابهٖ (〃)

[3] افتح (〃)

[4] مرآتیہ (〃)

[5] اسمه المصیب فی کبد الخطیب (او فی رد الخطیب) مصنفه عیسی بن ابی بکر الملک المعظم الایوبی الحنفی (م ٦٢٤ﻫ) کشف الظنون ج ٢ : ص ١٠١٠

[6] حاشیة الطحطاوی : ج ١ : ص ٣٠

الاٰخرة المرغب الی اللہ المزھد فیما سواہ ۔ ھٰذا حاصل ما قالہ والتفصیل فیہ ۔

قولہ[۱۱] — فھو کذب لا اصل لہ والتنجیم لہ

اقول — ای نسبتہ الی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نعم ھو حق ثابت من سیدنا الامام جعفر الصادق رحمہ اللہ کما ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب اللدنیۃ اقول ومن عرف علم الجفر علم ان لیس فیہ خطر ولا خطر الا من اعتقد الخیر والشر من غیر الخالق العلی الاکبر او ادعی علم الغیب بنفسہ وبھٰذا لا یثبت فی نفس العلم ضرر واللہ اعلم بحقائق الخبر ۔

قولہ[۱۲] — ای الشیخ زین فی الاشباہ والنظائر[۲]

اقول — ونصہ ھٰکذا صـ۳۹۵ـ الرجل لا یصیر محدثا کاملا الا ان یکتسب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وھٰذہ الرباعیات لا تتم الا باربع فی اربع فاذا تمت لہ کلہا ھانت علیہ اربع باربع فاذا اصبر اکرم اللہ تعالی فی الدنیا باربع واثابہ فی الاٰخرۃ باربع الخ

قولہ[۱۳] — فیہ ان علیا مات قبل الثمانین[۳]

۱؎ حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۳۱

۲؎ ایضاً ، ص ۳۲

۳؎ ایضاً ، ص ۳۷ الثلاثین (مخطوطہ)

اقول ــــ الظاہر ان الباء فی بجدی زیادۃ من بعض النساخ
او الرواۃ وانما الروایۃ ذہب ثابت جدی۔

قوله [۱۴] ــــ صاحب الاشاعۃ الخ [۱]

اقول ــــ السید محمد بن السید عبد الرسول البرزنجی
المدنی الشافعی المتوفی ۱۱۰۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قوله [۱۵] ــــ فی تصنیف له شاع الخ [۲]

اقول ــــ ای بالفارسیۃ کما فی الاشاعۃ المراد به الشیخ
المجدد وذکرہ فی مکتوب ۲۸۲ من المجلد الاول وایضًا له
بموافقۃ احکام المسیح لاجتہاد ابی حنیفۃ فی المکتوب ۵۵
من المجلد الثانی۔

قوله [۱۶] ــــ من کتاب انیس الجلساء الخ [۳]

اقول ــــ لم یذکرہ فی کشف الظنون ولا یعرف هو ولا مؤلفه۔

قوله [۱۷] ــــ وکفی فیما اظهر [۴]

اقول ــــ بالذی فی الاشاعۃ ص ۱۲۶ فیما ظهر اھ ولو کان کما
وقع ههنا لکان الاظهر کفی بما اظهر۔

قوله [۱۸] ــــ ینسخ شرعه الخ [۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۳۹

[۲] ایضًا

[۳] ایضًا ص ۴۱

[۴] ایضًا

[۵] ایضًا

اقول ـــــ هٰذا من شنيع الزلات والعياذ باللہ تعالیٰ وانما معناہ انہ لا نبی بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد من العٰلمین ای لا تحدث النبوۃ لاحد سواء جاء بشرع موافق او مخالف اولا ولا فھٰذا ھو ایمان المسلمین۔

١٩
قولہ ـــــ فیصدقنی دلیل علیٰ ان عیسٰی علیہ السلام الخ [۱]

اقول ـــــ لا یدل الا علیٰ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم بان ابا ھریرۃ عدل ضابط مرضی فی القول۔

٢٠
قولہ ـــــ ثم اورد ایضا قول القائل الخ [۲]

اقول ـــــ ای صاحب الاشاعۃ فان من ھٰھنا الیٰ ھٰھنا الیٰ اٰخر القولۃ کلامہ ببعض اختصار۔

٢١
قولہ ـــــ ای تنقیص الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فانا للہ وانا الیہ راجعون الخ [۳]

اقول ـــــ بعدہ فی الاشاعۃ ومن العجائب انہ وقع للقھستانی مع فضلہ وجلالتہ شیئ من ذٰلک فی شرح خطبۃ اقتفاء بہ [۴] ان عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا نزل عمل بمذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکرہ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱، ص ۴۱

[۲] ایضاً : ص ۴۱

[۳] ایضاً : ص ۴۲

[۴] اقتفائیۃ (مخطوطۃ)

فی الفصول الستۃ ولیت شعری ما الفصول الستۃ وما علی ھذا القول اھ

ثم بعدہ فانا للہ وانا الیہ راجعون الخ

اقول الفصول الستۃ کتاب مشہور للامام الجلیل العارف باللہ تعالیٰ سید الخواجہ محمد پارسا قدس سرہ المتوفی ۸۲۲ھ ولان السید راجع کشف الظنون لوجدھا ولو عرفھا عرف مصنفھا العامل المکاشف یسأل عن الدلیل فان الکشف عیان والعیان غنی عن البیان ولیس لمعنی علی التقلید حاش للہ بل ان عملہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بموافق مذھب الامام کما نقل السید آنفا عن الفتوحات ان لو رفعت تلک النازلۃ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لحکم بحکم المھدی ومن الدلیل علیہ ما نقل فی رد المحتار عن العارف الشعرانی قدس سرہ۔

قولہ ۲۲ ـــــ وکذا یقال فی الشبر یجوز لہ[1]

اقول ـــــ الشیخ نفسہ نقل فی حاشیۃ مراقی الفلاح عن بعضھم یکون طول شبر مستعملہ لان الزائد یرکب علیہ الشیطان۔

قولہ ۲۳ ـــــ قالوا فی المفہوم لہ[2]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۷۰

[2] ایضاً : ص ۷۲

اقول ـــــ ای بیان مفهوم قولہم ان الحدیث محمول علی الاعتقاد۔

قولہ[۲۴] ـــــ لحاجۃ فلا بأس بہ [۱]

اقول ـــــ فافادوا ان لو زاد بلا غرض فان فیہ باس۔

قولہ[۲۵] ـــــ ولو کان کما ذکر لا تکرہ الزیادۃ مطلقا [۲]

اقول ـــــ انہ لا بأس الا فی الاعتقاد۔

قولہ[۲۶] ـــــ فی حقیقتہ ومجازہ [۳]

اقول ـــــ اقول بل یحمل علی المعنی الاخیر وھو الذی حصل لہ الوضوء وھٰذا شامل للحی توضأ نفسہ۔

قولہ[۲۷] ـــــ ان الاولی (قولہ لما قالوا) [۴]

اقول ـــــ انما ہجم الکمال والسرخسی قولہما کما فی رد المحتار وانما تبع المحشی تحریفا وقع فی البحر۔

قولہ[۲۸] ـــــ وفی الدرایۃ قول محمد الخ [۵]

اقول ـــــ کذا فی الفتح لکن فی منحۃ الخالق ان فی الدرایۃ ذکر اولا قول ابی یوسف ثم قول محمد ثم قال والاول اصح۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۲۷

[۲] ایضاً : ص ۲۷

[۳] ایضاً ، ص ۲۷

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

قوله [۲۹] ــــ فهما قولان مصححان [۱]

اقول ــــ لکن الذی اختار الشارح ظاھر الروایۃ۔

قوله [۳۰] ــــ من تصحیح الزیلعی فھو سھو [۲]

اقول ــــ ای لعدم النقض فی الصلوٰۃ مطلقا۔

قوله [۳۱] ــــ ولو تیمما صلوٰۃ [۳]

اقول ــــ اقول ھٰذا نسخ من الناسخ کما لا یخفی لانھا صفۃ یطھارۃ صغریٰ۔

قوله [۳۲] ــــ عدم التألم فالحصر ممنوع [۴]

اقول ــــ الحصر واضح فانہ لم یکن الامن علۃ وبروقھا لا یجعلھا لم تکن۔

قوله [۳۳] ــــ لانہ ربما حصلت الشھوۃ الخ [۵]

اقول ــــ اقول کذا ذکرہ الزاھدی علی ما فی حفظی و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

قوله [۳۴] ــــ ولم یذکر ھٰذا المعنیٰ الخ [۶]

اقول ــــ الیٰ ان المراد نفی الوجوب دون النھی۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۷۹

[۲] ایضاً : ص ۸۱

[۳] ایضاً : ص ۸۳

[۴] ایضاً : ص ۸۵

[۵] ایضاً : ص ۸۷

[۶] ایضاً

قوله ۳۵ ــــ والشلبی وغیرھا الخ [1]

اقول ــــ لکنہ فی الفتح بلفظ لا یجب۔

قوله ۳۶ ــــ ای فی فخذہ او ثوبہ کذا فی البحر [2]

اقول ــــ او فی احلیلہ کما فی المنیۃ والخانیۃ۔

قوله ۳۷ ــــ فی کلام الشارح الخ [3]

اقول ــــ لان المحذوف ھو التذکر وفیہ الغسل وان علم انہ مذی۔

قوله ۳۸ ــــ ان فی مفھوم المستیقظ تفصیلا الخ [4]

اقول ــــ ای مفھومہ المخالف وھو السکران والمغمی علیہ تفصیلا فیجب فی المنی دون المذی بخلاف المستیقظ حیث یجب علیہ بھما۔

قوله ۳۹ ــــ وھو ایضا متعلق بکلام [5]

اقول ــــ ای مثل قولہ الا اذا علم کما تقدم۔

قوله ۴۰ ــــ ولم یذکر ما اذا کان الخلاف الخ [6]

اقول ــــ اقول قسم الی مباین وامر اذ فی جمیع الاوصاف

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۸۸

[2] ایضاً : ص ۹۲

[3] ایضاً : ص ۹۴

[4] ایضاً : ص ۹۲

[5] ایضاً : ص ۹۳

[6] ایضاً : ص ۱۰۳

وموافق ومماثل الى جميعها فبقى الموافق بمعنى ما يوافق في بعضها وهو يشمل الوصف او الوصفين ولم يفصل بينهما كما فعل الزيلعي ومتابعوه لاتحاد الحكم وهو حصول الغلبة بتغيير احد الاوصاف فلم يعد شيئا وهو من لطائف اعجازه رحمه الله تعالى۔

قوله ۴۱ — وذلك نصف ذراع وسدس ثمن له

اقول — ثم ظهر ان ههنا سقطا واصل العبارة مثل ان يقول وذلك نصف ذراع ونصف ثمن ذراع وثلثة سبعة وسبعون ذراعا وستمائة واحد وخمسون جزءًا من الف ومائتين وخمسين جزءا من ذراع وذلك نصف ذراع وسدس ثمن ذراع۔

قوله ۴۲ — والشارح جرى على ما نص محمد سه

اقول — بل الظاهر انه جرى على الفرق بالقطعية والظنية وكل مجتهد فيه لا قطع به والله اعلم۔

قوله ۴۳ — كما في البحر والذى يظهر ان ذلك لكونهما سه

اقول — اقول بل لان الماء لا يحمل الخبث اذا بلغ القلتين عند الشافعية ومطلقا عند الظاهرية

له حاشية الطحطاوى ، ج۱ ، ص۱۰۸

سه ايضاً : ص ۱۱۱

سه ايضاً : ص ۱۱۹

قوله[٤٤] ــــ وقتها عند الضرب كما فی نور الایضاح الخ [١]

اقول ــــ یأتی الکلام فیما اذا نوی بعد الضرب عند قوله ضربتین۔

قوله[٤٥] ــــ لا وجه للتفریع الخ [٢]

اقول ــــ لیس تفریعا بل تعلیل لتعمیم النفی المستفاد من قوله فی محالها فان الذی تجوز ح انما هو بتراب علیها لا بهما کذا فی الفتح والبحر۔

قوله[٤٦] ــــ یضرب ثلاثا للوجه الخ فقد مر عند قوله بضربتین ولو من غیره ما یخالفه [٣]

اقول ــــ ولعل الوجه فیه ان الغیر اذا یمم فالعادة انه یمسح کلا من یدیه بکلتا یدیه فاذا مسح الیمنی بالضربة الثانیة فکان صار التراب مستعملا فیحتاج للیسری الی ضربة ثالثة وهو الفرق بین المتیمم والمیمم فافهم والله تعالی اعلم۔

قوله[٤٧] ــــ ویفعلها وصوبها بعض [٤]

اقول ــــ ثم یتوضأ یصلی الفرض فی وقت الظهر۔

---

[١] حاشیة الطحطاوی، ج١، ص ١٢٣

[٢] ایضاً : ص ١٢٨

[٣] ایضاً :

[٤] ایضاً : ص ١٢٩

۴۸
قولہ ـــــ ان عدم صحۃ الصلوٰۃ بہ متفق علیہ ۱؎

اقول ـــــ عند ابی یوسف یصح وتجوز الصلوٰۃ بہ عندہ کما صرح بہ فی البحر۔

۴۹
قولہ ـــــ وفیہ ان حیث کان المشترک الخ ۲؎

اقول ـــــ فیہ ان الحکم لعلہ مبنی علی الدلیل الثالث من عدم جریان المسامحۃ من المیت فلا یجری فی المباح۔

۵۰
قولہ ـــــ لان التراب لا یوصف الخ ۳؎

اقول ـــــ التراب لا یوصف بالاستعمال ونازعہ الشامی مستندا للنہر والحلیۃ والغنیۃ وقرر ان ما علق بیدہ ومسح بہ یصیر مستعملا لا المحل الذی تیمم ـــ حققنا بتوفیق اللہ تعالٰی ان الصواب ہو الاطلاق راجع فتاوٰنا۔

۵۱
قولہ ـــــ لا محدثا سواء کان ذلک الخ ۴؎

اقول ـــــ بحدث اصغر وان کان کل جنب محدثا وبہ یجاب عن النظر الآتی۔

۵۲
قولہ ـــــ ہل یعد قادرا الخ ۵؎

۱؎ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۳۰

۲؎ ایضاً : ص ۱۳۳

۳؎ ایضاً

۴؎ ایضاً : ص ۱۳۴

۵؎ ایضاً : ص ۱۳۵

اقول ــــ قال الامام لا و قالا نعم و فی رد المحتار فی صلوٰۃ المریض ما یفید ان ھٰذا القول من الامام غیر مطــرد عندہ بل مخصوص ببعض المواضع۔

قولہ [٥٣] ــــ خمس عشرۃ درجۃ الخ [١]

اقول ــــ ای مع مسیرۃ[٢] الشمس فی ساعۃ بسیرھا الوسط وھو ب[٣] قــ مط لحلب لح۔

قولہ [٥٤] ــــ ھل الامر لابن سبع وھل الوجوب بالمعنی [٤]

اقول ــــ استظھر ش ان نعم بدلیل الامر ای ولا ظاھر استظھر ش الاول لظنیۃ الحدیث۔

قولہ [٥٥] ــــ الوقت المکروہ لا فی الظھر الخ [٥]

اقول ــــ سیأتی ص١٢٩ عن البحر ان وقت الظھر لا کراھۃ فیہ وھو الاوجہ کما حققت علی ھامش رد المحتار۔

قولہ [٥٦] ــــ فان نص صاحب الملتقی والقھستانی بالکراھۃ [٦]

---

[١] حاشیۃ الطحطاوی ، ج١ ، ص١٢٦

[٢] تیرۃ (مخطوطہ)

[٣] ب × (″)

[٤] حاشیۃ الطحطاوی ، ج١ ، ص١٦٩

[٥] ایضاً : ص١٧٧

[٦] ایضاً : ص١٨٥

اقول ـــــ ای ملتقی الابحر وھو المتن الجامع للمتون الاربعۃ المعتمد علیھا صنفہ الامام العلامۃ ابراھیم بن محمد الحلبی صاحب شرحی المنیۃ الکبیر والصغیر۔

قولہ ۵۷ ـــــ فلا بأس ان الاولی عدمہ لہ

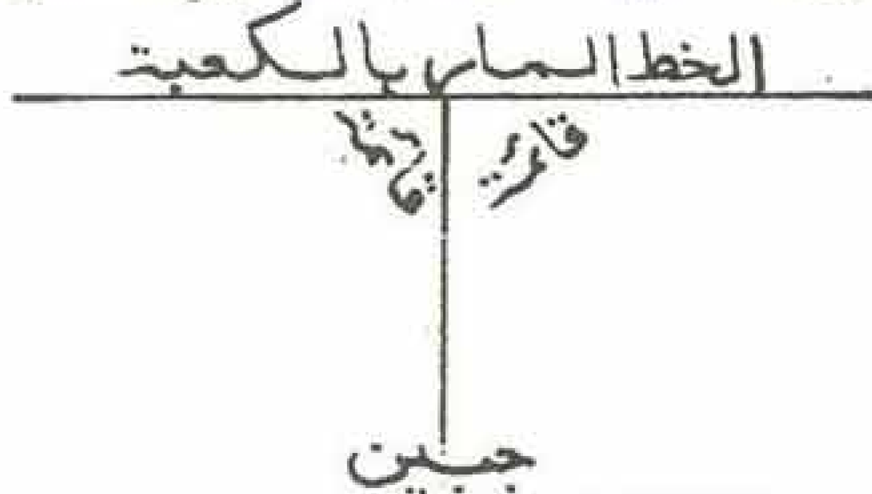
اقول ـــــ لیس کذالک بل ھو الافضل کما فی رد المحتار عن خزانۃ الاسرار عن امالی الامام قاضی خان فلا بأس لنفی البأس المتوھم بل سیأتی نقلہ للمحشی عن البحر۔

قولہ ۵۸ ـــــ یقیم قعد الی قیام الامام الخ ؎۲

اقول ـــــ ویکرہ انتظارہ قائما ھندیہ فلیحفظ۔

قولہ ۵۹ ـــــ قلت وھٰذہ صورتہ ؎۳

اقول ـــــ قد یقال لیس کما فھمہ بل المراد بالخط المار بالکعبۃ المار بھا من جنبیھا یمینا و یسارا او بالقائمتین الزاویتین الحادثتین عن جنبی الخط الخارج من جبین المصلی حین تلاقیہ للخط المار بالکعبۃ وھٰذہ صورتہ



؎۱ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۸۸

؎۲ حاشیۃ الدرالمختار علی تنویر الابصار بحوالہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۸۹

؎۳ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۹۷

هذا على ما فهم العلامة الشامی و حمل هذا التصویر من
الدر على بیان المسافة تحقیقاً کما ذکرنا علی هامشه
و الاقرب بل الاصوب عندی ان کلیهما لبیان التوجه
التقریبی و ان المراد بالجبین معناه الحقیقی و هو طرف
الجبهة و هما جبینان کما فی القاموس و رد المحتار
ایضاً فاذن تکون صورة هی التی ذکر العلامة ط کما قررنا۔

٦٠
قوله ــــ یلتقیان الی الدماغ [۱]

اقول ــــ صواب کما فی الدرر۔

٦١
قوله ــــ و انظر هل یقال فیه ما یقال فی التحریمة الخ [۲]

اقول ــــ اقول رحمک الله ذهلت عن المسائل الاثنی عشریة
و قد نص فی الحلیة عن البدائع ان القعدة الاخیرة
یشترط لها ما یشترط لسائر الارکان۔

٦٢
قوله ــــ کما یأتی قریباً الخ [۳]

اقول ــــ الاتی ایضاً غیر مستند الی نقل و الذی حقق الشامی
هو استنان المتابعة فی السنة و هو الاقرب ثم صرح
فی الارکان الاربعة بوجوب المتابعة فی کل مشروع۔

٦٣
قوله ــــ فهی واجبة مطلقاً الخ [۴]

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ١٩٧

[۲] ایضاً : ص ٢٠٣

[۳] ایضاً : ص ٢٠٣

[۴] ایضاً : ص ٢١١

اقول ـــــ اقول بل تجب انما الواجب عدم التاخير بمعنى
ان لا يقع فعله بعد فراغ الامام عن ذلك الفعل اما
القراٰن فسنة كما حققه الشامی ۔

۶۴
قوله ـــــ فالظاهر موافقة الاول فی الاعادة [1]

اقول ـــــ اقول كيف هذا مع ان فی الغنية بعده و لو خافت
باٰية او اكثر يتمها جهرا و لا يعيد كما فی رد المحتار ۔

۶۵
قوله ـــــ كما صرح به العضدی فی رسالته المسماة الخ [2]

اقول ـــــ الظاهر انه السندی بالنون قال ش قال كثير
من المشائخ ان كان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز
و الا فلا ذكره السندی رحمه الله ۔

۶۶
قوله ـــــ ای و قبل الصلوٰة [3]

اقول ـــــ اقول هذه العناية بعيدة الغاية و قد قال فی
المجتبٰی و البحر و الهندية مثل ما فی المتن و نص
البحر قيد المعذور فی المجتبٰی بان يقارن الوضوء الحدث
او يطرؤ عليه للاحتراز عما اذا توضأ علی الانقطاع و صلی
كذلك فانه يصح الاقتداء لانه فی حكم الطاهر [4] اه و لفظ

---

[1] حاشية الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۳۴

[2] ايضاً : ص ۲۳۹

[3] ايضاً : ص ۲۴۹

[4] بحر رائق ، ج ۱ ، ص ۳۶۰

الهندية لا يصلى الطاهر خلف من به سلسل البول انه اذا فات الوضوء الحدث اوطروٴ عليه هكذا فى الهندى[1] ومعلوم نصا ان من توضأ على الانقطاع ثم عاده فى الوقت فان وضوئه وضوء معذورین سواء عاد قبل الصلوٰة او بعدها حتى لا ینتقض به و ینتقض بخروج الوقت كما نصوا عليه جميعا فمن توضأ على الانقطاع وصلى عليه ثم عاده فى الوقت يستحيل ان تكون صلوته صلاة كاملة[2] لانها لا تتأدى[3] بوضوء عذر فكيف يصح اقتداء الصحيح به الا ترى ان طهارة الصحيح طهارة مطلقة وطهارة من توضأ على الانقطاع ثم عاده فى الوقت ولو بعد الصلوٰة طهارة موقتة حيث تبطل بخروج الوقت فكيف يصح بناء القوى على الضعيف ولا يخفى نك انه اذا توضأ على الانقطاع وصلى عليه نعلم قطعا انه صلى بطهارة سالمة عن المنافى فينبغى صحة اقتداء الصحيح به لما علمت انه دون سالمة[4] ولانها موقتة[5] فهى طهارة ضعيفة لاجل

---

[1] فتاوى هنديه، ج ۱، ص ۸۴ (بیان من یصلح اماما لغیره)

[2] كاملة (مخطوطة)

[3] تتأدى (")

[4] انها دون سلمت (مخطوطه).

[5] معتاصنا (مخطوطه)

الناقض وایضا لانسلم عدم المنافی فان الانقطاع الناقص کالطہر المتخلل[1] لا یمنع اتصال الدم بل ہو دم متوالٍ[2] کما فی الحائض کما نص علیہ فی البحر عن السراج الوھاج فکما ان الحائض لا صلوٰۃ لہا فی الطہر الناقص کذلک المعذور لا امامۃ لہ فی الانقطاع الناقص وہو مفاد اطلاق المتون والشروح منع اقتداء صحیح بمعذور نعم ان توضأ علی الانقطاع ودام الی خروج الوقت کان وضوئہ ہذا کوضوء الاصحاء وان لم یخرج ہو من العذر ان عادہ فی الوقت الثانی ولہذا لا یبطل بخروج الوقت ویبطل بالسیلان بعدہ کما نصوا علیہ قاطبۃ[3] فان قلنا بجواز الاقتداء بمن شانہ ہذا لا یتجہ[4] لان وضوئہ لما کان وضوء المعذور[5] فکذا صلوٰتہ ہذا ما ظہر للعبد الضعیف فلیحرر فان المحشی رحمہ اللہ تعالٰی لم یستند لنقل وقضیۃ الدلائل ما تری واللہ تعالٰی اعلم ثم رأیت فی حواشیہ علی مراقی الفلاح (لا یصح اقتداء غیرہ بہ) ای اذا

---

[1] متخلص (مخطوطہ)
[2] متبدل (")
[3] فالحت (")
[4] لاتحبہ (")
[5] وضوء العضو (")

توضأ مع العذر او طرأ عليه بعده اما اذا توضأ وصلى خاليا
عنه كان فى حكم الصحيح۔ وقد تبع فيه السيد الازهري
فاللفظ لفظه غير انه قال كان فى حكم الطاهر وهذا
صحيح وان كان يوهم ظاهر قولهما خاليا عنه ما وقع ههنا
وذلك لانهما اطلق فى الطريان بعده فشمل ما اذا طرأ
بعد الصلوٰة وان كان يجب تقييده بحصوله فى الوقت
وقولهما خاليا عنه لا يكون خاليا الا ان لا يعود فى الوقت
لما علمت وقد افاد الصواب الصحيح قولهما كان فى
حكم الصحيح فلا يكون فى حكمه قط اذا عاد فى الوقت
والظاهر انه شبه رحمه الله تعالى بقول الماتن توضأ
على الانقطاع وصلى كذلك فحسب ان به كفاية وليس
كذلك فان المراد للانقطاع المعتبر وهو تام مستوعب
وقتا كاملا ولا يراد هنا لان به يخرج عن العذر والكلام
فى قدرة المعذور وناقص وهو المستمر الى خروج
الوقت لا يخرج به عن العذر لكن الوضوء فيه[له] كوضوء
صحيح حتى لا ينتقض بخروج الوقت فيه المراد ههنا
لانه ضعيف فى الوقت هنيئة ثم يعود فانه ليس من
الانقطاع فى شيء ثم قد علمت ان المتون والشروح
والفتاوى قاطبة على اطلاق المنع وانما ابدى هذا

له اوفيه (مخطوطه)

التقييد الزاهدي ، وليس في كلامه على ما نقل في الهندية الا التقييد بالقرون او الطيران وقد ارسله ارسالا فتشمل الطرد و بعد الصلوٰة والمصنف رحمة الله تعالٰى عليه لتعوده با دخال مسائل الزاهدي في المتن وانما المتن لظاهر المذهب والله تعالٰى اعلم ـ

قوله ۶۷ ـــــ منفردا فاسدة على الظاهر الخ ۱

اقول ـــــ اقول اي اذا امكنه الاقتداء ، و الا فلا تكلف نفس الا وسعها ومعلوم ان لا احد لاجتهاده بل امر به دائما فهذا الحكم مستفاد من قول الشارح لا تصح صلاته ان امكنه الاقتداء ـ

قوله ۶۸ ـــــ والقاضي ابو القاسم ۲

اقول ـــــ الذي في البزازية وهنا ايضًا في الهندية ابو عاصم ـ

قوله ۶۹ ـــــ مخالف لما في البحر ۳

اقول ـــــ فانهما تكلما في الوضع على كتفين ولا شك انه ارسل جانبيه كره مطلقا سواء كان موضوعا على كتفيه او احدهما وانما كلام الشارح في جانب الثوب فاذا ارسلهما كره وان ارسل احدهما من الكتفين و الآخر معطوف على الكتف الآخر لم يكره فاين هذا مما فهما رحمهما الله تعالٰى ورحمنا بهما آمين ـ

م ـ ليس مراده ما فهمه السيد العلامة الشامي

---

۱ حاشية الطحطاوي ، ج ۱ ، ص ۲۵۱

۲ ايضًا : ص ۲۶۴

۷۰
قولہ ــــــ فی قنوت سقط عنہ الواجب الخ[1]

اقول ــــــ اقول لا کلام فی سقوط الواجب انما الکلام فی انہ ماذا ینبغی لہ ان یفعل ھل القنوت المختار فی مذھبہ تبعا لمذھبہ ام قنوت الامام بالنظر الی متابعتہ وجوابہ ما قررہ الشیخ عبدالحی الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۷۱
قولہ ــــــ وقد یقال ان طول القیام[2]

اقول ــــــ اقول القعود بعدہ اشد منہ فی عدم المشروعیۃ فانہ غیر مشروع اصلا ووصفا بخلاف طول القیام۔

۷۲
قولہ ــــــ فقط والذی یظھر لی[3]

اقول ــــــ فیہ ما فیہ کما یظھر للرجوع الی کتب الحدیث وسیأتی فی اخر ھٰذہ القولۃ وکانہ اراد المواظبۃ کما سیأتی۔

۷۳
قولہ ــــــ وقال بعض الفضلاء[4]

اقول ــــــ اراد العلامۃ ابراھیم الحلبی والعلامۃ الشرنبلالی فانھما قالاہ فی الغنیۃ والمراقی۔

۷۴
قولہ ــــــ فی نور الایضاح[5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۸۱

[2] ایضاً

[3] ایضاً : ص ۲۸۳

[4] ایضاً

[5] ایضاً

اقول ــــ ومثله فی الخلاصۃ وغیرہا۔

قولہ[۷۵] ــــ وان نص لزمہ اتفاقا[۱]

اقول ــــ لا یجب القیام فی النفل المسنون ما لم ینص قلت والمسألۃ فیہا الخلاف۔

قولہ[۷۶] ــــ وصلوٰۃ القوم فاسدۃ[۲]

اقول ــــ لان بین کل دابۃ ودابۃ فصلا یمنع الاقتداء۔

قولہ[۷۷] ــــ فان المخالفۃ فیہ[۳]

اقول ــــ اقول لیس ہذا مخالفۃ فی التشہد بل بالتشہد فی السلام بل فی الخروج بصنعہ فانما یصح ہذا القول من الدر علی قول من لا یقول بافتراضہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ[۷۸] ــــ لکن تعلیل الشرح یعم المفرد[۴]

اقول ــــ اعتراض علی الشارح حیث علل بما یعم المفرد ثم فہم بخلافہ وقد اجاب عنہ رد المحتار بوجہ حسن۔

قولہ[۷۹] ــــ لان لنیتہ بتبع للتراویح[۵]

اقول ــــ اجاب عنہ ش بانہ وان کان اصلا جماعۃ تبع۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۲۹۳

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً : ص ۲۹۴

[۴] ایضاً : ص ۲۹۷

[۵] ایضاً

قولہ ۸۰ ـــــ ولا للعشاء عند الامام [1]

اقول ـــــ ھٰذا قد یوھم جواز الوتر بجماعۃ و لولم یصل الفرض بہا وھو خلاف المنصوص علیہ فی شرح النقایۃ والغنیۃ وغیرھما وتمام تحقیق المسألۃ فی فتاوٰنا ـ

قولہ ۸۱ ـــــ متعلق بالاخیر فقط انتہٰی حلبی [2]

اقول ـــــ قلت وان علق بالدرس والوعظ والحاج جمیعا سقطت الابحاث المعھودۃ ـ

قولہ ۸۲ ـــــ وفی المختصر البحر [3]

اقول ـــــ لیس ھو البحر الرائق فانہ نقل عنہ الامام الزیلعی المقدم بکثیر علی صاحب البحر ـ

قولہ ۸۳ ـــــ و یلزم علیہ ان مسافۃ السفر [4]

اقول ـــــ لقد احسن الجواب عن العلامۃ الشامی فراجعہ ـ

قولہ ۸۴ ـــــ ان نہارھا اطول من لیلہا [5]

اقول ـــــ کلما کان النہار اطول فی الصیف [6] کان اقصر بقدرہ فی الشتاء لابد من ذٰلک فی کل موضع واقتصارھم فی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۲۹۷

[2] ایضاً : ص ۲۹۹

[3] ایضاً : ص ۳۲۲

[4] ایضاً : ص ۳۳۱

[5] ایضاً :

[6] الضعیف (مخطوطہ)

الاوقات علیٰ ذکر النہار الاطول فی حق العشاء حیث یطلع الفجر قبل غروب الشفق اما النہار الاقصر فلا بد فیہ زوال وبلوغ مثل ومثلین وان کان النہار قصیرا جدا کما لا یخفی۔

۸۵
قولہ ـــــ افادہ الشیخ زین [1]

اقول ـــــ ہو ماخوذ من البدائع

۸۶
قولہ ـــــ بحث فیہ بان العلۃ فی القصر [2]

اقول ـــــ الباحث الامام ابن الہمام۔

۸۷
قولہ ـــــ وہو بحث قوی [3]

اقول ـــــ وباللّٰہ التوفیق یظہر للفقیر الضعیف ان البحث لیس بشیئ والدلیل تام فان الشارع تبارک وتعالیٰ انما رخص بالقصر والفطر لعلۃ المشقۃ واعتبر المشقۃ سیر ثلاثۃ ایام بلیالیہا فعلۃ الرخصۃ حقیقۃ بعد استکمال سیر ہذہ المدۃ اذ بہ تحقیق المشقۃ الجالبۃ للرحمۃ الالٰہیۃ الموجبۃ للتخفیف ولا مشقۃ فی مجرد مفارقۃ البیوت وبہذہ النیۃ ولکن الرخصۃ للتخفیف حال اقبال المشقۃ لا بعد اکمالہا فان من امر تحمل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۳۱

[2] ایضاً : ص ۳۳۲

[3] ایضاً

اثقال فی الحضر ثم امرته بالسفر فارادت التخفیف عنه فانما یکون هذا بان تضع عنه بعض الاثقال حین اخذه فی السفر لا ان تضعها بعد ما اتمه فلذلک یثبت الحکم بمجرد المفارقة بهذا القصد ثم اذا لم یبلغ مدة اعتبرها الشارع للمشقة واراد الرجوع تبین ان لم یکن هناک مشقة مرخصة فعادت علیه الاثقال التی کانت وضعت عنه لمظنة المشقة هذا ما ظهر لی واللہ تعالیٰ اعلم۔

قوله[۸۸] — لان البرکة تنزل علی المتقدم[له]

اقول — علی الامام اولا ثم من یحاذیه من الصف المتقدم ثم من عن یمینه منه ثم من عن یساره منه فاذا تم الصف الاول نزلت علی من بعده بالترتیب المذکور فیتقدم الوسط ثم الیمین ثم الیسار وهکذا الی اٰخر الصفوف۔

قوله[۸۹] — وذکر انه مابدیٔ بشیٔ[۲]

اقول — قلت وروی حدیثا۔

قوله[۹۰] — ان الکراهة تنزیهیة[۳]

[له] حاشیة الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۴۹

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً : ص ۳۵۵

اقول ـــــ قلت قد یطلق الجواز علی ما یقابل الواجب[۱]
فیشمل المکروہ تحریما و ہٰہنا الامر کک۔

۹۱
قولہ ـــــ فیکرہ ان یجتمع جمعہم الی جمع المسلمین[۲]

اقول ـــــ ہٰذا فی غیر حاجۃ او مصلحۃ والا فقد صرحوا بجواز
عبادۃ الذمی بالاجماع بل یجوز للمسلم دخول دار الحرب
للتجارۃ۔

۹۲
قولہ ـــــ ذکرہ القرطبی فی تذکرتہ[۳]

اقول ـــــ قلت و فی الفاظہ ما یلوح علیہ آثار کیت و ذیت۔

۹۳
قولہ ـــــ وعندہ للنہی ومن ہٰذا یعلم[۴]

اقول ـــــ ای علیہ او الیہ بلا حائل اذا کان فی موقع النظر
لمن یصلی صلوٰۃ الخاشعین و کذا جنبہ ایضا اذا کان
ہناک قبر تحتہ او بجانبہ اما اذا خلا عن کل ذٰلک وصلی
بجنب قبر فلا بأس ولم یرو نہی عنہ وان فعل ذٰلک
بقبر صالح رجاء ان تعود برکتہ الیہ کان حسنا کما حققناہ
فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۴
قولہ ـــــ وہو ظاہر العدالۃ[۵]

---

[۱] الفاسین (مخطوطہ)

[۲] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۶۰

[۳] ایضاً : ص ۳۸۳

[۴] ایضاً :

[۵] ایضاً : ص ۴۴۶

اقول ـــــ ای عدالۃ ظاہرۃ معلومۃ کما ہو المذہب لان من[1] لبستہ وصورتہ لا یریٰ فیہما مخالفۃ للشرع فان ہذا شان المستور۔

قولہ ۹۵ ـــــ علیٰ من یماثلہا[2]

اقول ـــــ لعلہ سقط بعد من لفظۃ لا او قبلہ لفظہ غیر۔

قولہ ۹۶ ـــــ او الدخان[3]

اقول ـــــ او النجاس او الندی او النصاب۔

قولہ ۹۷ ـــــ ای لا قاضی ولا والی (ہندیہ)[4]

اقول ـــــ قلت ویشمل العالم فان العلماء ولا تحیث لا ولاۃ یجب علی المسلمین الرجوع الیہم وطاعۃ امرہم کمثل الولاۃ فان کثر فان من فیہم اعلم کان ہو الوالی والا اقترعوا نص علیٰ کل ذٰلک فی الحدیقۃ الندیۃ[5]

قولہ ۹۸ ـــــ بلا باس للناس[6]

اقول ـــــ وہٰکذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والفتح وجواہر الاخلاطی

---

[1] × (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ۰ ج۱ ، ص ۳۴۶

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5]

[6] حاشیۃ الطحطاوی ج۱ ، ص ۳۴۷

وغیرھا۔

قولہ [۹۹] ——— بذلک اھ حلبی [۱]

اقول ——— اقول بل معناہ انہ ینصب نائبا عنہ ثم یشھد ھو بنفسہ عند نائبہ۔

قولہ [۱۰۰] ——— فی الفطر بسبب [۲]

اقول ——— ای اصباحھم مفطرین اول رمضان۔

قولہ [۱۰۱] ——— وشھدوا عند قاضی [۳]

اقول ——— بھلال رمضان۔

قولہ [۱۰۲] ——— فصاموا وتبعھم [۴]

اقول ——— کما حکم الشرع ان من رأی ھلال رمضان صام وان رد قولہ۔

قولہ [۱۰۳] ——— جمع کثیر علی الصوم [۵]

اقول ——— واساءوا ان لم یکونوا رأوا بانفسھم۔

قولہ [۱۰۴] ——— وامرھوالناس [۶]

---

[۱] حاشیہ طحطاوی ، ج ۱، ص ۴۴۷

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

[۶] ایضاً

اقول ——— ای القاضی وقد اصاب عملاً بظاهر الروایۃ۔

قولہ [۱۰۵] ——— او الفطر واهل المشرق [۱]

اقول ——— عمم ههنا هلال الفطر وقال فی الطریق الموجب او یستفیض الخبر فافاد ان هلال الفطر ایضاً یثبت بالاستفاضۃ قلت فکذا سائر الاهلۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ [۱۰۶] ——— فی شرح الملتقی [۲]

اقول ——— لعلہ ای ادبہ سکب الانہر کما نص علیہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح۔

قولہ [۱۰۷] ——— بالعباس بن مرداس [۳]

اقول ——— اللّٰھم اغفر، ھٰذا سبق قلم فان العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ولم یذکر فیہ احد ما نقلہ عن الحفاظ [۴] وانما قول بن حبان فی ابنہ کنانۃ ومع ذلک اختلف قولہ فیہ فذکرہ فی الضعفاء وقال ھٰذا او ردہ فی الثقات فھو ثقۃ کما نبہ علیہ الحافظ بن حجر۔

قولہ [۱۰۸] ——— وایضاً ورد فی الحدیث [۵]

اقول ——— ای ففی ھٰذا الحدیث ما یدل علی الفضل العظیم۔

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۴۹

[۲] ایضاً : ص ۳۵۰

[۳] ایضاً : ص ۵۵۹

[۴] الحفاض (مخطوط)

[۵] ایضاً : ص ۵۶۴

للمسجد الکریم فکما ان الحدیث الذی اورده الشارح رحمه الله تعالیٰ۔

قوله[۱۰۹] ـــــ قولین مصححین [۱]

اقول ـــــ بل ثمه ثالثها التفصیل المار عن قاضی خان الذی قال فیه فی الفتح نقل عنه فی رد المحتار ان الحق هٰذا التفصیل الخ قلت و یصلحان یکون توفیقا۔

قوله[۱۱۰] ـــــ لا یفید الملک [۲]

اقول ـــــ فی ش بکل لفظ یفید الخ وهو الصواب۔

قوله[۱۱۱] ـــــ بل موقوفا علیٰ اجازتها [۳]

اقول ـــــ هٰذه زلة نبهنا علیها علیٰ هامش رد المحتار ص۲۴۹ فلیتنبه۔

قوله[۱۱۲] ـــــ لا بد لها من نهی [۴]

اقول ـــــ اقول وکذٰلک التنزیه ایضا لا بد لها من نهی خاص والا لا یکون الاختلاف الاولیٰ کما حققه المحقق فی الفتح والله اعلم۔

قوله[۱۱۳] ـــــ هل المحکم مثله بحر [۵]

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۸

[۲] ایضاً ، ص ۹

[۳] ایضاً ، ص ۱۲

[۴] ایضاً ، ص ۲۱

[۵] ایضاً ، ص ۲۴

اقول ـــــ قلنا قد صرحوا ان الحکیر کالقاضی الا فی القود و الحدود۔

قوله [۱۱۴] ـــــ فی الشرح فتامل [1]

اقول ـــــ قد حقق العبد الضعیف فی فتاوٰے ان کل ھٰذا لاطائل تحتہ و ان الصحیح الواجب التعویل ہو عدم الجواز فیکون النکاح نکاح [2] الفضولی۔

قوله [۱۱۵] ـــــ عن المھر [3]

اقول ـــــ ای لغرض فوقہ سقط ھذا او معناہ من ھنا۔

قوله [۱۱۶] ـــــ لا یجوز ان یزوجھا [4]

اقول ـــــ فلا ینعقد النکاح کما فی الھدایۃ۔

قوله [۱۱۷] ـــــ ای غیر الاب و الجد [5]

اقول ـــــ فلو انکح غیر الاب و الجد الصغیرۃ او ھما وھما سکرانان او معروفا بسوء الاختیار و الزوج بشقی العسرۃ فعلی ھٰذہ ینبغی ان لا یصلح النکاح اصلا قلت ولٰکن صرحوا ان الزوج ان صار غیر کفو بعد النکاح لا یرتفع ولا یحصل لاحد خیار الفسخ فینبغی ان یکون الزوج

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰

[2] غیر مطبوعہ نسخہ میں فطاھر مذکور ہے۔

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰

[4] ایضاً ؛ ص ۳۴

[5] ایضاً

معروفا بسوء العسرة من قبل كما قالوا فی سوء[1] اختیار الاب فافهم۔

قوله[118] ——— و یثبت النسب وعلیها العدۃ [2]

اقول ——— اقول سیجیئ فی آخر باب ثبوت النسب ان نکاح الکافر مسلمۃ باطل لا فاسد فلا یثبت النسب ولا تجب العدۃ۔

قوله[119] ——— ولا یوقف علیهما [3]

اقول ——— لئلا تختلف القافیۃ ش عن ح۔

قوله[120] ——— لما مر قاله الحلبی [4]

اقول ——— اقول هٰذه الحوالۃ من العلامۃ الطحطاوی غیر مستحسنۃ فانہ لم ینقل عن الحلبی فیما سبق ایضاً الا الحکم دون التعلیل وهو ما نقل عن الشامی۔

قوله[121] ——— لا لطلب المهر [5]

اقول ——— ای ولا للمشروط عادۃ کالخف والمکعب ودیباج اللفافۃ [6]

---

[1] سوء (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۵۹

[3] ایضاً : ص ۶۰

[4] ایضاً : ص ۶۱

[5] ایضاً : ص ۶۱

[6] النفاقۃ (مخطوطہ)

ودراہم السکر علی ماھو عادۃ اھل السمرقند -

۱۲۲

قولہ ـــــ الا اذا ضمن ولا رجوع لہ[1]

اقول ـــــ صرحوا بالنفقۃ لا تکون دینا الا بالتراضی او فرض القاضی ومعلوم ان الکفالۃ لا تکون الا بدین ولذا نصوا علی بطلان الکفالۃ بنفقۃ الزوجۃ کما فی باب الکفالۃ فلا بد من حمل ما ھٰھنا علی ما اذا کانت النفقۃ مفروضۃ بالقضاء او الرضا والا فلا یوخذ الاب قطعا لبطلان الکفالۃ ذکر ھٰذا التوفیق العلامۃ الشامی فی باب النفقۃ فی مسئلۃ اخذ المرأۃ کفیلا بالنفقۃ واللہ تعالیٰ اعلم -

۱۲۳

قولہ ـــــ لان العادۃ جاریۃ[2]

اقول ـــــ التعلیل قاض بان وجہ الافتاء علی قول الامام الثانی انما ھو ملاحظۃ العرف والعادۃ فیدور مع العرف حیث دار والمتعارف فی بلادنا الدخول قبل الاداء مطلقا فیجب ان لا یکون لھا الامتناع اتفاقا لان المعروف کالمشروط وسیصرح بانہ لو یشترط الدخول قبل الحلول ورضیت لم تملک الامتناع بالاتفاق فعلیہ فعول واللہ اعلم -

۱۲۴

قولہ ـــــ وذلک اکرام لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام[3]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۶۲

[2] ایضاً : ص ۶۳

[3] ایضاً : ص ۸۰

اقول ـــــ وتوضیحہ ان ھٰذا التخفیف مع ثبات علی الکفر ومونہ علیہ واستحقاقہ بانتہاء علمہ فی شان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتربیتہ من صغرہ وملازمتہ فی حضرہ وسفرہ ورؤیتہ لمعجزاتہ وغیرہ واستماعہ لشرعہ وذکرہ زیادۃ عذاب علی غیرہ اما یکون بان اما کان بحوط النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینصرہ اواکراما للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یحبہ حبا طبعیا لما یری منہ التشمیر عن ساعد الجد فی نصرہ وحمایتہ ولان عم الرجل صنو ابیہ لاسبیل الی الاول لما نطق بہ القراٰن العزیز من ان اعمال الکفار ھباء منثور وماعملوا من طیبات فقد اذھبوھا فی حیوتہم الدنیا فتعین الثانی ولاشک ان اکرامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابویہ ازید منہ فی عمہ وحزنہ باصابۃ المکروہ والعیاذ باللہ تعالٰی ایاھما اشد من ایتامہ بما یصیب عمہ فلو ثبتنا والعیاذ باللہ علی الکفر لوجب ان یکون عذابہما اخف من عذاب ابی طالب لاسیما وھما لم یدرکا البعثۃ ولم یدرا الدعوۃ بخلاف ابی طالب ولکن الحدیث ارشد انہ ھو ادنٰہم عذابا فثبت انہما مسلمان ولیس عندنا فیہ شک انشاء اللہ تعالٰی واللہ یھدی الٰی سبیل الصواب۔

۱۲۵
قولہ ـــــ ان یضیعہ لہ

حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۸۱

اقول ـــــ ضمیر الفاعل للجندی والمفعول بہ للفاضل

۱۲۶ قولہ ـــــ لا یتوارثون لان الارث لہ

اقول ـــــ ای لا ترث الزوج الزوجۃ ولا بالعکس واما الاولاد فیرثون من الابوین لعدم اقتصارہ اتہم علی ولادتہم من النکاح الصحیح لعدم کونہ علی خلاف القیاس فحیثما ثبت النسب ثبت الارث ما ذالم والا فلا ارث فی الباطل کولد مسلم من وثنیۃ لا یرث الاب۔

۱۲۷ قولہ ـــــ او المعتبر مدۃ الحرۃ ۲ لہ

اقول ـــــ والتشکیک فی ھذا امر عجیب فانہ لو اعتبر فی کل مدۃ ایلائہا لزم تفضیل الاماء علی الحرائر اذ یصیبہا فی کل شہرین مرۃ ولا یزید الابرضاھا ولا یصیب الحرۃ الا بعد مضی اربعۃ اشہر بل الزیادۃ ھہنا ھی النقیض ۳ لہ المطلوب والتنقیص ھو الزیادۃ المنکرۃ ولذلک قدر الطحطاوی بیوم ولیلۃ من کل اربوع للحرائر وللاماء بیوم ولیلۃ من کل اسبوع وروی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث عسکرا وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس باللیالی فسمع امرأۃ تنشد اشعارا فیہا من الاشتیاق الملھب ۴ لہ الی الجماع

---

۱ لہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۸۱

۲ لہ ایضاً : ص ۸۸

۳ لہ النقیض (مخطوطہ) /

۴ لہ الملھب (")

والتحرز من الذی تاخوفا من اللّٰہ وحفظا لناموس الذی وج
وکان قد طال فراق زوجہا عنہا فی جہاد فرجع امیر المؤمنین
الی بیتہ وسأل بنتہ امیر المؤمنین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ
کم تبصر المرأۃ من الرجل قالت ای بعد اشہر ولاشک
انہ یعم من تحتہ الاماء فثبت ان لامعتبر الا مدۃ الحرۃ
واللّٰہ تعالیٰ اعلم ثم رأیت العلامۃ الشامی ذکر البحث کما
بحثت وللّٰہ الحمد۔

۱۲۸
قولہ ـــــ فقیل ترک مضاجعتہا [۱]

اقول ـــــ وہو ظاہر الاٰیۃ۔

۱۲۹
قولہ ـــــ ترک جماعہا [۲]

اقول ـــــ والاٰیۃ تحتملہا۔

۱۳۰
قولہ ـــــ کلامہا مع المضاجعۃ [۳]

اقول ـــــ ہٰذا بعید من ظاہر لفظ واہجروہن فی المضاجع ظاہرا فلعلہ الاظہر دلیلا واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۱
قولہ ـــــ ظاہرہ انہ عند الامر یکون واجبا علیہا [۴]

اقول ـــــ ویأتی فی اوائل کتاب الجہاد من المحشی عن البحر

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱

[۲] والّٰتی تخافون نشوزہن فعظوہن واہجروہن فی المضاجع واضربوہن الاٰیۃ (پ ۵ ع ۳ سورۃ النساء)

[۳] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱

[۴] ایضاً

ان لا یجب علیها امتثال اوامرہ الا فیما یرجع الی النکاح وعن الفتح ماھو نص فی وجوب الطاعۃ الا فیما فیہ مخاطرۃ الروح فلیحرر۔

۱۳۲
قولہ ——— وھی طاھرۃ [1]

اقول ——— قلت وینبغی التقیید بالسلامۃ من مرض لا تطیق معہا الجماع او یضرھا فیہ ومن صغر کذلک واللہ اعلم۔

۱۳۳
قولہ ——— اذا جاءک کتابی فانت طالق [2]

اقول ——— فما لم یجئ الکتاب لا یقع کذا فی فتاوی قاضیخان وان کتب اذا جاءک کتابی ھذا فانت طالق فکتب بعد ذلک حوائج صح ھکذا ھو فی الھندیۃ فلعل لسید المحشی اختصر الکلام او فی نسخۃ الھندیۃ سقطا۔

۱۳۴
قولہ ——— الاقرار بالطلاق کاذبا [3]

اقول ——— قد کان الفقیر غفر اللہ لہ افتی بہ من قبل بناء علی دلائل الاباحۃ وذکرتہا فی ھوامش الدر المختار فالحمد للہ علی موافقۃ المعقول للمنقول ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱۳۵
قولہ ——— برقبتک وھبتک [4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱

[2] ایضاً : ص ۱۱۱

[3] ایضاً : ص ۱۱۳

[4] ایضاً : ص ۱۳۸

اقول ـــــ صواب برفقتك كما فی الهندية ـ

۱۳۶
قوله ـــــ وامك عفوت عنك [1]

اقول ـــــ اخاف ان یکون فی الدر المنتقٰی ذکر وجہ کون قولہ وھبتك لاھلك کنایۃ بانہ یحتمل الطلاق و یحتمل ان المعنی عفوت عنك لاجلھم فزلت قدم النظر وقد قال فی متن الدر المنتقٰی الملتقٰی وھبتك لاھلك فقال فی مجمع الانھر ای عفوت عنك لاجل اھلك او وھبتك لھم لانی طلقتك ـ

۱۳۷
قوله ـــــ اظفری بمرادك [2]

اقول ـــــ مثل ذٰلك الاحتمال فی ھٰذا فلعلہ مذکور تحت قولہ افلحی کما قدم الفاضل المحشی فی ھٰذہ الصفحۃ عن ھذا البحر من انہ یقع الطلاق فیھا بالنیۃ لانہ بمعنی اذھبی ویحتمل اظفری بمرادك الخ نعم ھو ظاھر حیث سألت المرأۃ طلاقھا وقالت ای بدان تطلقنی فقال اظفری بمرادك و لیراجع الدر المنتقٰی ـ

۱۳۸
قوله ـــــ فی سم الخیاط لغو وکونہ متصلا [3]

اقول ـــــ ویخطر ببالی ان لغویۃ تعلیق التطلیق بالمستحیل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۱۳۸

[2] ایضاً

[3] ایضاً : ص ۱۵۰

ظاہر کل ظہور اما ان علق بہ عدم الطلاق کان
دخل الجمل فی سم الخیاط فلست بطالق ھل یقع
لان مفہومہ تعلیق التطلیق بالکائن فیکون تنجیزا
ام لا لان الطلاق انما یقع باللفظ لا بمجرد النیۃ و
الفرض ولذا قالوا لو قال لاحاجۃ لی فیک لایقع الطلاق
نوٰی اولم ینولانہ لیس من الفاظہ فکذا ھٰھنا التطلیق
مفہوم لا ملفوظ فلیحرر واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۹
قولہ ــــــ ولو معہا شیئ غیر ما یطبخ کفاکہۃ۔[1]

اقول ــــــ قلت وعرفنا اعم منہما فانہا تعد نثارۃ
ولو لم یکن معہا شیئ۔

۱۴۰
قولہ ــــــ او تطاول واقعدہ فہو مریض[1]

اقول ــــــ قلت ولکن الشامی من الوصایا عند قولہ و
اعتمد فی التجرید ما یعطی خلاف ھٰذہ۔

۱۴۱
قولہ ــــــ او دلالۃ الحال علی ما مر[2]

اقول ــــــ اقول للفقیر کلام فی الاکتفاء بدلالۃ الحال۔

۱۴۲
قولہ ــــــ اذا صار ماکولا نال ملک المبیع عنہ[3]

اقول ــــــ اقول ارادبہ مستہلکا فشمل ما اباح بہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۲، ص ۱۶۵

[2] ایضاً : ص ۱۹۷

[3] ایضاً : ص ۲۰۱

الماء ليتوضأ بہ او يغتسل او يغسل الثياب وامثال ذٰلك۔

۱۴۳
قولہ ـــــ المراد بالاباحۃ التمليك [1]

اقول ـــــ كيف يراد بالاباحۃ التمليك معانہ قابلہا بقولہ وكذا اذا ملكہ وكان الحامل للمولى المحشى الفاضل على ذٰلك انہ قال اولا اباحہ دفعۃ وآخرا ملكہ بدفعات فظن ان الفرق فى المسألتين انما هو بدفعۃ ودفعات والا لكان تقييد الاول بدفعۃ والاٰخر بدفعات باطلا ولكن ما احسن اشار اليہ المولى المحقق الشامى فى الجواب عن هٰذہ بانہ من قبيل الاحتباك حيث صرح فى كل الموضعين بما سكت عنہ فى الموضع الاٰخر الخ فالمراد فى كلا الموضعين بدفعۃ او دفعات۔

۱۴۴
قولہ ـــــ والشكاز والمسحور [2]

اقول ـــــ على صيغۃ المبالغۃ هو الذى اذا عانق المرأۃ او لمسہا او قبلہا انزل قبل ان يدخل فى قبلہا۔

۱۴۵
قولہ ـــــ فهو اعم من الاصطلاحى [3]

اقول ـــــ بل هو اخص من الاصطلاحى فان الاصطلاحى من

---

[1] حاشيۃ الطحطاوى ، ج ۲ ، ص ۲۰۱

[2] ايضاً : ص ۲۰۹

[3] ايضاً

لا یقدر علی جماع فرج زوجته وان قدر علی جماع دبرها او جماع فروج سائر النساء او لانّ للغوی من لا یقدر علی الجماع مطلقاً ولکنه ای اذا ان الماخوذ فی اللغوی عدم القدرة علی جماع جمیع النساء وفی الاصطلاحی[۴] عدمها علی جماع فرج امرأته خاصة فکان بهذا المعنی اعم ای اشمل للفروع المنتفیة القدرة علی جماعها فافهم۔

قوله ۱۴۶ ـــــ اشد من جماع القبل[۱]

اقول ـــــ ولکنه لم یعلم ان القدرة علی فرج الزوجة ربما منتفی بعقد السحر۔

قوله ۱۴۷ ـــــ وظاهره ولو محکما[۲]

اقول ـــــ لکن مخالف تصریح ما فی الخیریة من التحکیم الا انه لم یستند الی نقل سواء تصریحهم بالضابط الکلی وهو جواز التحکیم فی غیر الحد والقود۔

قوله ۱۴۸ ـــــ هذا یرجع الی التجربة[۳]

اقول ـــــ یعنی وقد ثبت الفرق بالتجربة۔

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۰۹

[۲] ایضاً : ص ۲۱۱

[۳] ایضاً : ص ۲۱۲

[۴] اللغوی (مخطوطہ)

۱۴۹
قوله ـــــــ و الحق بها القہستانی کل عیب [1]

اقول ـــــــ اقول ھو نص الزیلعی فی التبیین حیث قال رحمہ اللہ تعالیٰ قال محمد ترد المرأة اذا کان بالزوج عیب بحیث لا تطیق المقام معہ لانہا تعذر علیہا الوصول الی حقہا بعیب[2] فیہ فکان کالجب و العنة بخلاف ما اذا کان بہا عیب لان الزوج قادر علی دفع الضرر عن نفسہ بالطلاق و یمکنہ ان یستمتع بغیرہا۔

۱۵۰
قولہ ـــــــ لانہا یناقض قولہ بعد و لا حق [3]

اقول ـــــــ لا یتناقض بعد ما یقرر ان قولہ لا حق لولد عم[4] الخ انما ھو فی حق المشتہاة اذا کان ابن العم غیر مامون علی ما سینقلہ من البحر فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۱
قولہ ـــــــ تقتضی عدم الدفع الیہ [5]

اقول ـــــــ اما اولاد الاعمام فانہ یدفع الیہما الغلام و الصغیر لا تدفع الیہم (کما فی ملخصا) لا حق لغیر المحرم فی حضانة الجاریة ولا للعصبة الفاسق علی الصغیرة

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۱۳

[2] بعیب (مخطوطہ)

[3] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

[4] و لا عم (مخطوطہ)

[5] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

(کفایہ) کلہا فی (الھندیۃ) الانثی لاتدفع الا الی محرم (خیریہ عن المنہاج للعقیلی والخلاصۃ والتاتارخانیۃ وغیرہ) لاحق لابن العم فی حضانۃ الجاریۃ (خانیہ) وھذا ھو الذی یعطیہ کلام العلامۃ (فی فتح القدیر) وکذلک عمم الحکم (فی الھدایۃ) من دون التفصیل بین المشتہاۃ وغیرھا والمامون وغیرہ وان کان ظاھر الفاظ دلیلہ ناظرا الی التفصیل لتعلیلہ بالتحرز عن الفتنۃ ومعلوم ان لا امتنان الا بالمشتہاۃ واللہ اعلم بالصواب۔

۵۲
قولہ ——— وھو ابن سبع سنین [1]

اقول ——— والصواب عشر سنین۔

۵۳
قولہ ——— لتعلقہ بامہ وبما یمنعہا او یمنعہ [2]

اقول ——— ولہ وجہ اقوی فان المرأۃ نفقتہا علی زوجہا والعادۃ ثبوت یدھا علی البیت ومافیہا وربما یحملہا شفقتہا علی ان تطعم ولدھا من مال زوجہا وان تحرجت وقل من یتحرج منہن عن امثال ذلک لاسیما فی الفواکہ والمطعومات فان الزوج یتہمہا ویسیئ الظن بہا انہا تطعم ولدھا من اشیائہ فیحمل ذلک علی کراہتہ ومعاداتہ ثم یقع بذلک مشاجرات بین الزوجین فیکون ذلک اھیج لعداوتہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

[2] ایضاً

فی قلب الراب بخلاف الاجنبی فان النسار یتحرجن من
امو الهم وهم قلما یتهمونهن وکل ذلک مرئی مشاهد
فکثیرا ما رأینا الاجانب یشفقون علی الصغار ولم تر
رابا الا وهو یکرهہ ربیبہ وبالجملۃ فلہ مع الاجنبی عدم
العلاقۃ ومع الراب علاقۃ العداوۃ فشتان ماھما۔

۱۵۴
قولہ ـــــ لکثرۃ الفساد زیلعی لہ

اقول ـــــ ومحل ھذہ الروایۃ ما اذا کان ھناک اب او
عصبۃ وان لا تبقٰی عند الحاضنۃ بہ خیریۃ قلت والمراد
بالعصبۃ من کان من المحارم ولا تدفع ھی الا الیہم۔

۱۵۵
قولہ ـــــ للعلامۃ عبد القادر لہ

اقول ـــــ بن یوسف الآفندی الشھیر بقدری رونی ری۔

۱۵۶
قولہ ـــــ عن ھذہ المقاصد فیجوز الحلف بہ لہ

اقول ـــــ وردا الحدیث بذم الحلف بالطلاق وبہ صرح
ابن بلبان فی شرح تلخیص الجامع کما نقلہ الشامی صلا
وقد ذکرنا التوجیہ علی ھامشہ منہ

۱۵۷
قولہ ـــــ لان خلاف الشافعی بعد محمد لہ

لہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص۲۴۷

لہ ایضاً : ص ۲۷۳

لہ ایضاً : ص ۳۲۵

لہ ایضاً : ص ۳۲۶

اقول ـــــ ليس الشافعی منفردا به بل سبقه بذلك ائمة مجتهدون تقدموه وتقدموا محمد بن الحسن۔

۱۵۸
قوله ـــــ ولا يكون يمينا ولعل الفارق العرف [1]

اقول ـــــ واحسن منه ما ورد فی رد المحتار انه قال كانه احتراز عما اذا بالسلطان البرهان والحجة الخ فان البرهان ليس من صفات الرحمٰن تبارك و تعالى۔

۱۵۹
قوله ـــــ ان بعض الناس يجهلها [2]

اقول ـــــ اقول ومع ذلك جديد العهد بالاسلام يرى كثيرا من احكام الشريعة الحقة مخالفة لاحكام ملته الباطلة فعلمه بحرمته فی ملته لا يوجب العلم بحرمته فی ملة الاسلام۔

۱۶۰
قوله ـــــ وفی اخراج ذلك بالكيفية [3]

اقول ـــــ خروجه عن حد الزنا الموجب للحد الذی لا يعلمه بجميع قيوده الا العلماء لا يوجب خروجه عن حد الزنی و تعريف ذاته شرعا الذی يسئل عنه الشهود احترازا عن عقده زنی العين واليدين مثلاً او التفخيذ والتسرير مثلاً ولذا اقتصر فی بيان ذاته

---

[1] حاشية الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۳۱

[2] ايضاً : ص ۳۸۹

[3] ايضاً

الشرعیۃ علی الایلاج فقط ولا شک ان وطئ المکرہ
لایخرج عن ایلاج الذکر فی الفرج فوجب السوال بکیف
ہو لاخراج المکرہ مثلا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۱
قولہ —— لان الدبر انما خلق فی الدنیا [1]

اقول —— وعلی قیاسہ ینبغی فی فروج النساء لانہا ثقبۃ البول۔

۱۶۲
قولہ —— الا فیما یرجع الی النکاح [2]

اقول —— کالتزیین والاجابۃ [3] الی الجماعۃ بشروطہا وعدم الخروج من بیتہ الا بحق وعدم البیتوتۃ عند احد ولو ابیہا الا اذا احتاج الیہا عینا وترک الصیام النافلۃ وتطییب اللباس والبدن بالعطریات والفرج بعد الحیض بفرصۃ ممسکۃ وامثال ذلک واللہ اعلم۔

۱۶۳
قولہ —— وقد یقال انما الرجال [4]

اقول —— وعلی ہذا لایبعد ان یقول قائل ان الامام ان کانت محتاجا الی تکثیر العسکر فی الحال قدم شراء الرجال والا فتقدیم النساء احب صونا للفروج الزکیۃ عن وقوع الکلاب الدنیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۹۸

[2] ایضاً : ص ۴۳۹

[3] الاجابۃ (مخطوطہ)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۴۴۸

۱۶۴ **قوله** —— ولعله رد من رده فی غزوة بدر[1]

اقول —— ليس هذا من كلام الفتح بل نقله عن الامام الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه كما بينه فی نصب الراية[2]

۱۶۵ **قوله** —— فان تحقق من كفر والا فلا[3]

اقول —— نعم تتفاوت الموجبات فی ذلك فمنها ما يستوی فيه الجانبان ولا يثبت الاستخفاف الا بدليل كمن حكى ما كان عليه النبی صلى الله عليه وسلم من قلة[4] مبالاته بالتجمل[5] الظاهری فقد تصير ثيابه وسخة[6] فحكاية ذلك اما على طريق التلقی له صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كما ذكرنا او اظهارا ان الدنيا لا تصلح للالتفات او غير ذلك من المقاصد الحسنة فهو محمود وان حكى ذلك ازدراء به صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كفر ولا يعلم ذلك الا من خارج ومنها ما يترجح فيه جانب[7] الاستخفاف

---

[1] حاشية الطحطاوی ، ج۲ ، ص۴۵۱

[2] نصب الرايه (مخطوطه)

[3] حاشية الطحطاوی ، ج۲ ، ص۴۷۸

[4] هكه (مخطوطه)

[5] بالتحمل (")

[6] ونسخه (")

[7] جانب جانب (")

فیحکم بہ مالم یدل دلیل علی خلافہ کالقار المصحف فی القاذورات[1] وکشف السوءۃ عند ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتقن ھٰذا الاصل تنفعک[2] فی الجزئیات واللہ تعالیٰ اعلم وانظرھا فی رد المحتار ج ۳ ص ۴۳۸۔

۱۶۶
قولہ ـــــ لم تعص الانبیاء[3]

اقول ـــــ وقع فی الاشباہ لم یعصوا فقال الحموی الظاھر انہ لم یعصوا کیف وقد ذھب اکابر المحققین من اھل السنۃ انھم علیھم الصلوٰۃ والسلام لم یعصوا اللہ تعالیٰ اصلا لا بعد النبوۃ ولا قبلھا منہ القاضی عیاض قلت وابن حجر المکی فی افضل القریٰ والزواجر۔

۱۶۷
قولہ ـــــ لم یخلق آدم وھو خطأ[4]

اقول ـــــ اقول بل الصواب المجمع علیہ الوارد فی صحاح الاحادیث فاحذر ھٰذا الخطأ۔

۱۶۸
قولہ ـــــ بعث رجل بعینہ[5]

اقول ـــــ وفیہ نظر فان النصوص المتواترۃ علیٰ ما فیھا من

---

[1] قاذرات (قاذورات)
[2] عندنا (״)
[3] تنفک (״)
[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۴۷۹
[5] ایضاً

الکثرۃ کما اثبتت البعث مطلقا کذا اثبتت البعث المطلق وھو ایضا من الضروریات لاشک فلیتامل۔

۱۶۹
قولہ ——— ولم یتصادقا علی الوکالۃ [1]

اقول ——— صوابہ لم ینصا علی الوکالۃ منہا کما نقلہ ش عن ط۔

۱۷۰
قولہ ——— قلت ذکرہ وقبلہ عن الطحاوی [2]

اقول ——— نعم ذکر ذلک لکن عقبہ بتصحیح خلافہ ولذا قال ش العجب عن نقل صدر عبارۃ البحر ولم ینظر تمامہا الخ مرضابہ علی الفاضلین المحشیین۔

۱۷۱
قولہ ——— من الطریق لھم ذلک [3]

اقول ——— اذا کان الطریق للعامۃ ولم یضر ذلک بالمارۃ وکان المسجد محتاجا الی التوسیع نص علی ذلک الزیلعی والدر ایضا وغیرھما۔

۱۷۲
قولہ ——— وصرح بہ الزیلعی [4]

اقول ——— بلفظ عند الدال بظاھرہ علی انہ ظاھر الروایۃ ولکن قد علمت ما فی الدر وغیرہ۔

۱۷۳
قولہ ——— ولو فوض المتولی الامر لغیرہ لایصح [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۵۱۸

[2] ایضاً : ص ۵۳۲

[3] ایضاً : ص ۵۴۶

[4] ایضاً : ص ۵۳۷

[5] ایضاً : ص ۵۴۴

اقول ــــ وان اوصى بالتولية جاز وكان الوصى هو المتولى بعد كما فى الخيرية ص۱۸۵ و يأتى فى ط (طحطاوى) آخر ص۵۵۶۔

۱۷۴
قوله ــــ لايثبت الحق للمفروغ له[1]

اقول ــــ ولا ينعزل هذا الفارغ الا اذا كان بعلم من الواقف او القاضى كما يأتى متنا۔

۱۷۵
قوله ــــ وان فى مرضه[2]

اقول ــــ وما نزع الحموى لانجرآره[3] الى ابطال شرط الواقف

۱۷۶
قوله ــــ بأن الوقف صحيح[4]

اقول ــــ اى لازم لزوم الواقف فلا يملك سلطان آخر ابطاله وليس المراد انه وقف صحيح شرعى يجب اتباع بشروط كما حققه العلامة الشامى رحمه الله۔

۱۷۷
قوله ــــ فى المشترى من بيت المال[5]

اقول ــــ يعنى اذا علم الشراء ولم يعلم[6] من انه حقيقى ام لا يحمل على الصحة اما ما لم يعلم فيه نفس[7] الشراء فهذا لا يحمل

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج۲ ، ص ۵۴۴

[2] ايضاً

[3] لانجرارہ (مخطوط)

[4] حاشية الطحطاوى ، ج۲ ، ص ۵۴۸

[5] ايضاً

[6] × (مخطوط)

[7] تنفس (”)

علی الصحیح ولا یکون الا وقفا صوریا لان وقفه لا یستلزم شراءه کما حققه الفاضل الشامی رحمہ اللہ۔

۱۷۸
قولہ ——— وبعدہ عطف [1]

اقول ——— تبع فیہ السید الحموی وانظر ما کتبنا علیہ۔

۱۷۹
قولہ ——— ولاما نعم من عطفہ [2]

اقول ——— بل ہو المتعین کما بینا ثمہ۔

۱۸۰
قولہ ——— بیع المضطر وشراؤہ فاسد [3]

اقول ——— وانظر [4] الی حکایۃ الامام [5] مع الاعرابی فی بیع السماء المذکورۃ فی الاشباہ ولعلہا لم یثبت عن الامام فافہم۔

۱۸۱
قولہ ——— ولا یفعل ذلک فی غیر الدنانیر [6]

اقول ——— ولیس للغریم ان یاخذ الدنانیر بنفسہ اذا کان دینہ دراہم ولا العکس علی ظاہر الروایۃ مصحح قاضیخان فی باب الصرف والفتوی فی زماننا علی مذہب الامام الشافعی وانظر ما سیأتی فی الحجر۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۵۷۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً ، ج ۳ ، ص ۶۷

[4] ونظر (مخطوط)

[5] العام (")

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۷۳

۱۸۲
قوله ـــــ ولو استهلکه بطبخہ لہ

اقول ـــــ ھٰذا التعمیم مستقیم علی مذھب الصاحبین فان عندھما لایملک الغاصب بتغیر المغصوب و استھلاکہ مالم یؤد قیمتہ او یضمن اما علی مذھب الامام فیملک لکن السبب خبث فیکون کالمشتری فاسدا فینبغی ان یطیب للمشتری فیہ لان سبب الخبث مقتصر علی الغاصب ولایتعلق حق المغصوب منہ بعین المغصوب بعد التغیر والاستھلاک لانتقال حقہ الی الضمان بل قد حققنا ان حصول الملک بذٰلک مجمع علیہ بین ائمتنا کما بینا علی ھامش ردالمحتار من الغصب۔

۱۸۳
قوله ـــــ کذا فی البحر عن البزازیة ٢ہ

اقول ـــــ لیس بلفظ الصحیح فی البزازیة آخر الفصل العاشر من البیوع۔

۱۸۴
قوله ـــــ افادہ فی الھندیة ٣ہ

اقول ـــــ وکذا فی الخانیة من باب الصرف۔

۱۸۵
قوله ـــــ ان ذکر علی سبیل الاستمھال ٤ہ

لہ حاشیة الطحطاوی ، ج ٣ ، ص ٨٢

٢ہ ایضاً : ص ٨٦

٣ہ ایضاً : ص ١٠٦

٤ہ ایضاً : ص ١٢٦

اقول ـــــ مفاد العبارة ان هذا التشقیق فیما لا تعامل فیه فیکون الفساد مشروطا بشرطین احدهما عدم[1] التعامل والاٰخر الذکر علیٰ وجه الاستمهال والصحة تحصل باحد الامرین التعامل او الذکر علیٰ سبیل الاستعجال ولیس کذلک بل الامر بالعکس فالصحة مشروط بشرطین التعامل وعدم الاجل للاستمهال والفساد یحصل باحدهما فلیتنبہ۔

۱/۸۶
قولہ ـــــ اهل المذهب عدة [2]

اقول ـــــ فمنها الحاکم الشهید کما فی القهستانی۔

۱/۸۷
قولہ ـــــ فالاولیٰ حذف لیتأتی الخلاف [3]

اقول ـــــ فیه ان البیع اذا کان مطلقا ولا ذکر فی نفس العقد لشرط الفسخ وعدم اللزوم صریحا ولا دلالة وانما وعد ذلک من بعد ولم یکن غبنا فاحشا بعلم البائع ولا وضع مرابحة علیٰ اصل الثمن فلا یجعل رهنا البتة وقد مر[4] ان بیع الوفا هو الذی یذکر فیه الفسخ فی نفس العقد هکذا فسر فی البحر الرائق والهندیة وجواهر الفتاوی

---

[1] قدم (مخطوطہ)

[2] حاشیة الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۲۶

[3] ایضاً : ص ۱۴۳

[4] والامر (مخطوطہ)

و حاشیۃ الفصولین و العنایۃ و الکفایۃ و المحیط وغیرھا وفیہ تجری الاختلافات اما ما ذکر فی القیل الثالث من التفصیل فاستقصار للصور المحتملۃ فی المسئلۃ وان لم یمکن بعضھا بیع وفا فسقط قول لیتانی الخ فافہم۔

۱۸۸
قولہ ـــــ وھو الصحیح [1]

اقول ـــــ وینبغی استثناء ما کان معھود الان المعروف کالمشروط۔

۱۸۹
قولہ ـــــ و اصلاحا لمھم مستحق علیہ دیانۃ [2]

اقول ـــــ افاد ان کل ما کان مستحقا علی اخذ دیانۃ فلا یجوز اخذ شیئ علیہ فافہم۔

۱۹۰
قولہ ـــــ بحر وقال فی الھندیۃ [3]

اقول ـــــ من بعد قولہ تتمۃ الی ھٰھنا کلہ من البحر۔

۱۹۱
قولہ ـــــ وتجوز المصانعۃ للاوصیاء [4]

اقول ـــــ ای اعطاء شیئ رشوۃ لدفع ظلم الظلمۃ اذ علموا ان لو منعوا ان ادت المؤنۃ ا ونقصت الاموال انظر الی الھندیۃ من باب الوصیۃ۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۷۷

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً ج ، ص ۱۷۸

١٩٢

قوله —— حيلة الاستئجار المتقدم انتهى [١]

اقول —— عبارة الخلاصة والثالث الاهداء لدفع [٢] الظلم عن نفسه وهو حرام على الأخذ والحيلة ان يستاجره ثلثة ايام او نحوه ليعمل له ثم يستعمله اذا كان فعلا يجوز كتبليغ الرسالة ونحوه وان لم يبين المدة لا يجوز الخ اقول ويدل على انه لا يحل الاخذ على دفع الظلم وان كان الظالم غيره فان حيلة الاستيجار انما يكون في امر [٣] جائز فيدل على ان دفع الظلم عن المظلوم مستحق ديانة على كل من يقدر عليه فلا يجوز له اخذ الاجر عليه وكان هذا هو المراد بقول البحر المار اصلاح المهم المستحق عليه ديانة بدليل قول الهندية المار عن المحيط اذا اعطاه بعد ان سوى امره ونجاه من الظلمة الخ وحينئذٍ لا حاجة الى ما كتبت على قول البحر المذكور ج٦ ص ٢٨٦ ما نصه اقول لعل هذا اذا كان مقررا عليه من جهة السلطان بمشاهرة فيجب عليه بحكم الاجارة فافهم، وانظر ما كتبنا على ش ج٣ ص ٤٧١-

١٩٣

قوله —— يخص الانبياء كآدم وداؤد [٤]

---

[١] حاشية الطحطاوي ، ج٣ ، ص ١٧٨

[٢] الابداء له (مخطوطه)

[٣] عند نذ (")

[٤] حاشية الطحطاوي ، ج٣ ص ١٨١

اقول ـــــ وقد ورد فی الحدیث فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی و ینادی من السماء ھٰذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا لہ و اطیعوا۔

۱۹۲
قولہ ـــــ لان الصحابۃ تقلدوہ من معاویۃ [1]

اقول ـــــ ما اشنعہ[2] مثالا و افظعہ[3] لا یستجرئ بہ الفسفقۃ الظلمۃ الھمزۃ اللمزۃ الذین فی قلوبہم مرض الی تسکین بغض عظیم من صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والقصد المتعین المفترض علٰی کل مسلم ان الجائر ھو الواضع شیئاً غیر موضعہ کما ان العادل ھو الذی یضع کل شیئ موضعہ ولا شک ان السید معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لما خرج علی الامام المرتضی والخلیفۃ المجتبی ولقد کانا واللہ امامی حق و خلیفتی صدق وادعی ما ادعی فقد وضع الشیئ فی غیر موضعہ اذ لم یکن غیر السمع والطاعۃ فی وسعہ ولیس قولہم ھٰذا باعجب من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحواریہ و ابن عمتہ و احد عشرتہ سیدنا ومولانا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ تحاربہ ای سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ احسن تکریم وانت ظالم لہ او کما قال صلی اللہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۸۱
[2] ما اشنعہ (مخطوطہ)
[3] ما افظعہ (")

تعالیٰ علیہ وسلم فلیس لفظ الجانی اکبر من لفظ الظالم والایمان یشہد بانہ لم یرد ھٰھنا ما ارتکن فی الاذہان الا ما ذکرنا فی تاویل الجواب من وضع الشیئ فی غیر موضعہ فان کان ھٰذا الوضع عن تعنت وعناد فھو المزعوم المشوم او عن خطأ فی اجتہاد فصاحبہ معذور وما جور غیر ما ذور قطعا فیقبح ھٰذا اللفظ[له] لان فیہ فتح باب انتہاک حرمۃ الاصحاب۔

۱۹۵
قولہ — فلان المقلد ما قلدہ[۲]

اقول — الذی قلدہ للقضاء وجعلہ قاضیا۔

۱۹۶
قولہ — لم یظہر معنیٰ ھٰذہ العلۃ[۳]

اقول — الحمد للہ معناہ واضح فان الذی لا یکتفی بقولہ[۴] انما عدلہ لیمشی شہادۃ نفسہ اذ لولاہ لردت بالوحدۃ۔

۱۹۷
قولہ — فیہ ان المقصود[۵]

اقول — فیہ ان عرف من التعریف لا من المعرفۃ فسقط الاعتراض راجع ما علقنا علیٰ رد المحتار۔

---

[۱] ومع (مخطوط)

[۲] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۱۹۸

[۳] ایضاً : ص ۲۵۹

[۴] بقول (مخطوط)

[۵] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۲۹۲

۱۹۸
قوله —— فیہ تعلیل الشیئ بنفسہ [1]

اقول —— ان تقول انہ تعلیل لعدم افادۃ اجازۃ المالک شیئا لا لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ حتی یکون مصادرۃ علی المطلوب والمعنی انہ لما صار غاصبا فلا یملک المالک قلب [2] الغاصب مضاربۃ باجازتہ فتبصر فلعل الحق لایتجاوزعنہ واللہ تعالی اعلم۔

۱۹۹
قوله —— تربو الفاسدۃ علی الصحیحۃ [3]

اقول —— لانہ ان لم تربح الصحیحۃ لاشیئ لہ۔

۲۰۰
قوله —— لانہ صحیح [4]

اقول —— قبل الامن السلطان فهبۃ کما فی الهندیۃ۔

۲۰۱
قوله —— والقبض شرط ثبوت الملک [5]

اقول —— فی نسخۃ الهندیۃ التی عندی لفظ قبول [6] مکان القبض وهو الظاهر للتفریع [7]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۶۲

[2] قلب (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۶۲

[4] ایضاً : ص ۳۸۵

[5] ایضاً : ص ۳۹۳

[6] و ایضا فی النسخۃ المطبوعۃ من نورانی کتب خانہ پشاور ، لفظ قبول۔

[7] ان التفریع (مخطوطہ)

۲۰۲
قولہ ــــ مافی المحیط بما قالوا لو وضع ماله [1]
اقول ــــ علی النسخۃ التی عندی فلا تائید بل هو مخالف لما فی المحیط فانہا ان [2] تم دل علی عدم اشتراط القبول ایضا مع ان المحیط انما ینکر الرکنیۃ دون الاشتراط وقد اجبنا عن استدلال القہستانی، ھٰذا علی ھامش رد المحتار واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

۲۰۳
قولہ ــــ و عدم صحتہا بخیار [3]
اقول ــــ ولکن قال القاضی الامام فی الخانیۃ ولو وھب شیئا علی ان الواھب بالخیار ثلاثۃ ایام صحت الھبۃ وبطل الخیار لان الھبۃ عقد غیر لازم فلا یصح فیہا شرط الخیار [4] وھو کما تری صریح فی ما یفیدہ المتن وان کان مخالفا لما یعطیہ تفریع الشرح فافہم وحرر۔

ثم رأیتہ صرح فی الخانیۃ متصلا بما نقلتہ مقدما علیہ لو وھب غلاما او شیئا علی ان الموھوب لہ بالخیار ثلثۃ ایام ان اجاز قبل الافتراق جاز وان لم یجز حتی فترقا لم یجز انتہی [5] فاما [6] عدم صحۃ الشرط فیما اذا کان الخیار للواھب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۹۳

[2] فانہا ان (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۹۳

[4] فتاوی خانیہ علی ھامش الفتاوی الہندیۃ ، ج ۳ ، ص ۲۶۶ [5] ایضاً

[6] فاما عدم (مخطوطہ)

وعدم صحة الهبة فيما اذا كان للموهوب له فكلام المصنف رحمه الله مطلق فى محل التخصيص وتفريع الشارح رحمه الله تفريع على المضاد ثم الذى ظهر لى من الفارق بينهما ان الهبة بنفسها لا تلزم فاشتراط الخيار فيها للواهب لغو فيلغو الشرط كما افاده بقوله لان الهبة عقد غير لازم الخ بخلاف البيع فانه لازم جازم فيصح ان يشترط البائع الخيار للمشتري[1] وكذا المشتري واما اذا كان الخيار للموهوب له فهٰذا اضرار بالمتبرع وحجر له عن التصرف فى ماله الى ثلاثة ايام مثلا وشخوص بصر الى الموهوب له هل يقبل ام يرد ففيه قلب الموضوع مع ان الخيار فى القبول خفة[2] وانما جاز فى البيع دفعا للحاجة كيلا يغبن وههنا لا حاجة فلا يشرع فيبقى منافيا للقبول على اصله لانه بناء على محظور متردد مشكوك فاذا افترقا عن خيار للموهوب له فكانما افترقا من دون قبول ومعلوم ان القبول اذا لم يكن فى المجلس لم تصح الهبة فكذا هٰذا ما ظهر للعبد الضعيف فافهم والله تعالٰى اعلم.

۲۰۴
قوله ـــــ الاكل والاخذ به

اقول ـــــ الذى فى الخانية والهندية[3] وغيرهما حل الاكل

---

[1] التردى (مخطوطه)

[2] حقيقه (")

[3] حاشية الطحطاوى ، ج۳ ، ص ۳۹۴

[4] فتاوىٰ هنديه ، ج۴ ، ص ۳۸۱

دون الاخذ والاعطاء ودليله فی الخانیۃ۔

۲۰۵
قولہ — شیخ الاسلام [1]

اقول — والامام قاضی خان۔

۲۰۶
قولہ — و فی قرضہ فانہ یجوز اجماعا [2]

اقول — کان اعطاہ الفا نصفہا قرض ونصفہا ثمن ما اشتری مثلا۔

۲۰۷
قولہ — ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ [3]

اقول — ہو الصحیح وہو المختار وہو ظاہر الروایۃ وعلیہ العمل وعلیہ اعتماد الشامی والفتوی بخلافہ انما ہی فی بعض الفتاوی فلا ترجح علی ظاہر الروایۃ المصحح المختار وان کان فی الجانب الآخر لفظ بہ یفتی وتمامہ فیہ فلیراجع [4]

۲۰۸
قولہ — عن قصد الاضرار وقال فی الخانیۃ [5]

اقول — التفصیل بہ انما کان فی صورۃ التفصیل وما بہبۃ الکل من احدہم فاضرار مطلقا فلم یرد العلامۃ الطحطاوی بنص البزازیۃ ہذہ المسألۃ وانما اراد تقولہ [6] وعند الثانی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص۳۹۶

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] فتاوی شامی ، ج۳ ، ص ۵۱۱

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۴۰۰

[6] قولہ (مخطوطہ)

التصیف وھو المختار اطلاقاً[1] عن قصد الاضرار بخلاف
ما مر فی الدر المختار من ان التسویۃ انما ھو عند
قصد ھم فافہم۔

۲۰۹
قولہ ـــــ علی انہ یجوز بدون تسلیم وانہ غیر الھبۃ[2]
اقول ـــــ نقل مجھول لا معقول ولا مقبول اما الجہالۃ فلان
المفتاح لیس من کتب المذھب واما انہ غیر معقول فلان
التملیک حالا اما للعین او للمنافع وکل اما بعوض او مجانا
ھذا تقسیم حاصر عقلی لا امکان لخروج قسم عنہ ومعلوم
بداہۃ ان ھذا الشیئ الذی ذکر لیس تملیک المنافع
ولا تملیک العین بعوض فان لیس تملیک المنافع و
لا تملیک العین بعوض فاذن لیس الا تملیک العین
حالا مجانا وما ھو الا الھبۃ وبہ فسرت فی المتون و قال
قاضی زادہ فی نتائج الافکار الھبۃ فی الشریعۃ تملیک المال
بلا عوض کذا فی عامۃ الشروح بل المتون وما عھد من
الشرع المطھر قط عقد یکون لتملیک العین فی الحال
بلا عوض ولا یکون ھبۃ ولو کان لوجب ان یخص[3] لہ
کتاب او باب او فصل او اقل شیئ فی کتب المذھب کما

---

[1] اطلقہ (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۴۰۹

[3] یعقد (مخطوطہ)

عقدت الكتب للبيع والهبة والعارية والاجارة لكن ترى كتب المذهب عن آخرها خالية عن ادنى ايماء الى ذلك فاذن هو عقد غير معهود من الشرع بل ومعروف فى عرف الناس قاطبة فانك لو اخبرت احدا ان زيدا ملك داره من عمرو مجانا فى الحال لم يفهم[1] منه احد[2] الا هبة ولا يطوف ببال صبى عاقل[3] ولا عالم فاضل[4] غيرها وقد علل فى الهداية وغيرها عامة الكتب المتعلقة اشتراط القبض فى الهبة بانه عقد تبرع وفى اثبات الملك قبل القبض الزام المتبرع شيئا لم يتبرع به وهو التسليم فلا[5] يصح[6] والتمسك بمسئلة الاقرار ادل دليل على ان هذا الكلام لم يصدر عن فقيه فانه انما كان المراد مؤاخذة باقراره فهل يستدل به على ان التمليك يصح من دون ايجاب من المملك اصلا ثم لا تشك انه لو اقر بالبيع جاز فهل يستدل به على ان البيع يتم من جانب البائع وحده لانه

---

[1] يفهم (مخطوطہ)

[2] احد (")

[3] ولا يطوف ببال صبى عاقل (")

[4] فاضل (")

[5] هدایہ اخیرین، کتاب الهبة۔

[6] صحاب (مخطوطہ)

لیس ههنا شیئ من جانب المشتری بل الشیئ الذی
غفل عنه هذا الاستدلال[2] ان الاقرار اخبار[3] من وجہ
کما انہ انشاء من وجہ فلشبہ الاخبار یؤاخذ بامثال
الاقرار لا لانہ انشاء عقد لا یحتاج الی القبض الا تری
انہ لو اقر لغیرہ بنصف[3] دار ہ مشاعا صح کما فی الدر وغیرہ
ولیس[4] ذلک الا لشبہ الاخبار ولو کان انشاء لم یصح
کما نصوا علیہ مع وجوب الصحۃ علی وہم ہذا الواہم
ان التملیک قد تقدم فی الاقرار متنا وشرحا جمیع مالی
او ما املکہ لہ ہبۃ لا اقرار فلا بد من التسلیم بخلاف
الاقرار[5] اھ۔

فقد افاد ان لام التملیک تفید الہبۃ و یشترط
التسلیم وان عدم اشتراط فی الاقرار من جہۃ انہ اخبار
من وجہ لا ان ہہنا عقد الا یحتاج الی التسلیم والنکتۃ
فیہ ان التملیک یعم البیع والہبۃ فاذا اقر بانہ ملک
الثمار وہی علی الاشجار صرف الامر الی البیع مواخذۃ لہ

---

[1] ان (مخطوطہ)
[2] ہذا استدلال (")
[3] اقرار (")
[4] [illegible] (")
[5] لیس ✗ (")

باقراره وتصحيحا للكلام فيما امكن بخلاف ما لو اقر بأني[1] قد ملكته من فلان قبل ولم يبحث عن الشغل والبعض وغيرهما لان الاقرار بالتمليك اقرار بخروجه عن ملكه الى ملك المقر له ولا يصح[2] ذلك في التبرعات الا بالقبض المصرح فالاقرار به اقرار بالهبة وبالاقباض معا بخلاف ما لو اقر في وهبته فان صدور الهبة من الواهب لا يستلزم الاقباض فلا يكون اقرارا بحصول الملك للموهوب له. هذا هو الفرق بين الاقرارين لاما زعم ان التمليك لا يحتاج الى القبض ولولا ذكر[3] هذا الدليل لا يقنا ان هذا النقل والفتوى مكذوب[4] به على المشائخ ولكن باستدلاله[5] تبين ان الخطأ في الفهم وقد قدمنا نصوصا قاطعة بان التمليك ههنا هبة وقد اعترف به هذا الفاضل في صدر كلامه[6] ان التمليك يكون في معنى الهبة وتتم[7] بالقبض فاذا كان تمامه بالقبض فكيف يجوز بدونه.

---

[1] بالي (مخطوطه)

[2] والاصح (مخطوطه)

[3] ذكره (")

[4] مكذون (")

[5] باستدلاله (")

[6] حاشية الطحطاوي ، ج ۳ ، ص ۲۹۲

[7] وتم (مخطوطه)

التسليم ثم العجب اشد العجب ان الاختلاف كان فی انه لوقال ملكتك هذا هل يكون هبة ام لا يصح اصلا لان التمليك اهم كما قدمنا عن رد المحتار والان جاء تنا الفتوی بانه صحيح طلقا حتی بلا قبض بل هذا اعجب عجاب وقد اسمعناك[1] نص التتمة و جامع الفصولين والخير الرملی والعقود الدرية ان المحضر المكتوب فيه ملكه تمليكا صحيحا فاسد غير مقبول لان جهة التمليك فيه مجهول ومن قبله قبله حملا له علی الهبة والان صار مقبولا لانه عقد جديد مخترع لم يعهد فی شرع ولا عرف وان قوله موت المقر بمنزلة التسليم بالاتفاق خرق للاجماع الناطق بان موت احد العاقدين قبل التسليم مبطل فالحق ان هذا النقل المجهول غير المعقول[2] مما لا يحل الاعتماد بل يسوغ الالتفات اليه وبالله العصمة والتوفيق۔

قوله[۲۱۱] ــــــ اخبار لا تمليك[3]

اقول ــــــ كذا نقل عنه اعنی عن الطحطاوی فی قرة العيون[4]

---

[1] سمعناك (مخطوطه)

[2] الغير المقبول (〃)

[3] حاشية الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۳۰۹

[4] ط (مخطوطه)

وهو الصواب۔

۲۱۱
قولہ ــــ ليس له التصرف فيه [1]

اقول ــــ وكذا اذا كتب فيه اقرأه واوصله الى فلان فليس له التصرف فيه وانما عليه ان يرد الى المالك او يوصل الى فلان۔

۲۱۲
قولہ ــــ يجب بالغا [2]

اقول ــــ اى وان زاد على المسمى۔

۲۱۳
قولہ ــــ من الحلية او من المقاصد الحسنة [3]

اقول ــــ هكذا نقل عنه الشامى وسكت [4] عليه مع ان حلية الاولياء من تصانيف الحافظ ابى نعيم دون الحافظ ابى القاسم سليمٰن الطبرانى۔

۲۱۴
قولہ ــــ حكما له بعد صحتها [5]

اقول ــــ لا ينافى كون الشيئ حكما كون ذكره شرطا والحكم انما يترتب على الشيئ المستجمع لشروطه وقولهم عقد كذا انما يكون معناه اتى بكل ما يشترط فيه

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج ۳ ، ص ۴۰۹

[2] ايضاً ج ۴ : ص ۲۴

[3] ايضاً : ص ۲۷

[4] ومكث (مخطوطہ)

[5] حاشية الطحطاوى ، ج ۴ ، ص ۷۰

فان کان ذکر العقل والارث شرطا کان معنی قولہ ابراھیم والاہ ان قال لہ والیتک علی ان ترثنی[1] وتعقل عنی کما ان معنی قولہ الرجل الرجل الخ المجھول النسب الغیر الحربی الذی لیس لہ ولاء عتاقۃ ولا من الاہ مع احد قد عقل عنہ۔

۲۱۵
قولہ ـــــ اذا قال والیتک وقال الاخر قبلت[2]

اقول ـــــ ویحتمل ان ھذا تعویض عن مجموع العبارۃ المذکورۃ اولا او عن قولہ انت مولای فقط[3] فتبقی بقیۃ العبارۃ مما لہا لاجرم اذ قال ملک العلماء تلمیذ صاحب التحفۃ فی شرحہا البدائع التی قد عرضہا علی المصنف فی وجہ ابنتہ او یقول والیتک[4] فیقول قبلت بعد ان ذکر الارث والعقل فی العقد۔

۲۱۶
قولہ ـــــ ما یدل علی عدم اشتراط[5]

اقول ـــــ ای ما یکون نصا فیہ کما قد عرفت۔

۲۱۷
قولہ ـــــ ردہ علی الجواز[6]

---

[1] ان ترثنی (مخطوط)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۰

[3] فقد (مخطوط)

[4] والسکت (" ")

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۰

[6] ایضا ، ص ۲۰

اقول —— اجبنا عن هٰذا علیٰ هامش رد المحتار۔

قوله [۲۱۸] —— فقد سبق ما فیہ [۱]

اقول —— فقد سلف فیہ۔

قوله [۲۱۹] —— او الشہری فان ذٰلک [۲]

اقول —— اجبنا عنہ علیٰ هامش رد المحتار فارجع الیہ۔

قوله [۲۲۰] —— قبول الهبۃ والاسلام [۳]

اقول —— یعنی اذا کان ممیزا والا لا یصح الاسلام کاسلام ذاهب العقل اصلا لانہ اذعان واعتقاد ولا اذعان لهما۔

قوله [۲۲۱] —— ان کان مضیعا لمالہ [۴]

اقول —— من کان مضیعا لمالہ فی الشرفانہ فاسق لا تقبل شهادتہ بهٰذا یعلم حکم اللاعبین بالنار فی لیلۃ البراءۃ وغیرہ وحکم الذین یستصنعون من القرطاس لعبات یطیرونها فی الهواء وهٰذان الامران شائعان فی الهند بل وغیرہ ایضاً و حسبنا اللہ۔

قوله [۲۲۲] —— فی البزازیۃ [۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۷۱

[۲] ایضاً : ص ۷۹

[۳] ایضاً : ص ۸۰

[۴] ایضاً : ص

[۵] ایضاً : ص ۱۰۱

اقول ــــــ وفی الھندیۃ اخذ دراھم من مال الصغیر فصرفھا فی حاجۃ نفسہ ثم رد مثلھا الی الصغیر لا یبرؤ الا بابراء الصغیر بعد بلوغہ اوکما قال یراجع الیھا من باب الوصی۔

۲۲۳
قولہ ــــــ وان ضم النقد یورث الخبث، قھستانی [1]

اقول ــــــ عندی فیہ کلام ذکرناہ علیٰ ھامش رد المحتار۔

۲۲۴
قولہ ــــــ فی تناول المشتری فان الربح [2]

اقول ــــــ فی رد المحتار عن التبیین لا یحل لہ التناول منہ قبل ضمان القیمۃ وبعدہ [3] یحل الا فیما زاد علیٰ قدر القیمۃ وھوالربح فانہ لا یطیب لہ ویتصدق بہ اھ فافاد ان حکم الربح غیر حکم الاصل فی بعض الصور ثم رأیت فی الھندیۃ عن التبیین انہ صرح بھذا اعنی حل التناول من الاصل بعد الضمان لا من الربح فی صورۃ النقد ایضا حیث قال بعد ذکر مذھب الکرخی قال مشائخنا لا یطیب بکل حال ان یتناول منہ قبل ان یضمنہ وبعد الضمان لا یطیب الربح بکل حال وھو المختار الخ قلت ویمکن ان یکون کلام الطحطاوی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۱۰۵

[2] ایضاً

[3] ولعبدہ (مخطوطہ)

فیما اذا لم یؤد الضمان فانہ حینئذٍ یکون الاصل و الربح کلاھما خبیثین حیث یحکم بالخبث ای عند الکرخی فیما اذا اشار و نقد و فی القول المختار مطلقا۔

۲۲۵
قولہ ـــــ لو شرٰی بالف [1]

اقول ـــــ قبل اداء الضمان۔

۲۲۶
قولہ ـــــ و یصرفونہا الی حوائجہم [2]

اقول ـــــ لعدم الملک فیعمل فی النقود ایضا نعم یزول بعد اداء الضمان فیباح الاکل والفرط و کما حققنا علی ہامش رد المحتار۔

۲۲۷
قولہ ـــــ بہ امۃ لا یحل وطوٴھا ولو غصب [3]

اقول ـــــ ھٰذا خلاف الصحیح، ما لم یؤد الضمان۔

۲۲۸
قولہ ـــــ باحدھما امرأۃ [4]

اقول ـــــ ای بدراھم الغصب او الودیعۃ۔

۲۲۹
قولہ ـــــ لا یحرم التناول لعدم تعلق العقد [5]

اقول ـــــ ھٰذا ھو الموافق للضابطۃ المذکورۃ فی البیع

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۱۰۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً

الفاسد ان کان الکلام فیما اذا نوی الضمان فان رح
بملکہ ولو ملکا خبیثا وقد تقدم ان الخبث ان کان
لفساد الملک لایحل فیما لا یتعین فیطیب الربح ای
من دون تفصیل بین عقد و نقد اما ما یفیدہ ظاہر
اطلاق من الجواز مطلقا سواء ادی الضمان اولا فمخالف
للضابطۃ قال الخبث اذا کان لعدم الملک عمل فیما
یتعین وفیما لایتعین فکیف یحل التناول فافہم فان
المقام من تزال الاقدام وقد حققنا الامر فی ہامش رد المحتار
من کتاب الغصب ومن البیع الفاسد فلیراجع واللہ
تعالٰی اعلم۔

۲۳۰
قولہ ـــــ انہ لاینقطع لہ
اقول ـــــ ومشٰی فی الخلاصۃ علی الانقطاع۔

۲۳۱
قولہ ـــــ او کانت دینا علیہ اھ مکی ٣ہ
اقول ـــــ ذکر المسئلۃ اوضح وابین منہا ھٰہنا فی غصب
الشاۃ عن السراج الوہاج ص٥٥۔

۲۳۲
قولہ ـــــ وروایۃ عن ابی حنیفۃ۔
اقول ـــــ ھٰذا صریح فی انہ خلاف ظاہر

لہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

ٹہ المکی (مخطوطہ)

٣ہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص۱۰۶

الروایۃ[1] عن الامام لکن فی الخلاصۃ و الھندیۃ وغیرھما انہ قول الامام الاعظم والاستحسان قولھما وعلیہ الفتوٰی لکن ذکر فی البزازیۃ ان الامام نجم الدین النسفی کان ینکر ان یکون ھٰذا قول الامام واللہ اعلم عند اللہ فان قلت علٰی تقدیر ان یکون ھٰذا قول الامام ما الفرق بینہ وبین المبیع فاسدۃ فان الامام لا یحل الانتفاع[2] بہ مع وجود الملک فیھا خبیثا قلت لعلہ یفرق بینھما بان المغصوب بعد التغیر لا یرد بخلاف المبیع فاسدۃ فانہ واجب الرد بحکم التفاسخ الواجب لحق الشرع فکان حق الغیر متعلقا بعینہ بخلاف المغصوب المغیر فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۳۳
قولہ ــــ بما ذکر فی الکتب[3]

اقول ــــ تقیید[4] الاطلاق البدایہ[5] ولعل المراد بہ المبسوط ویمکن ارادۃ مختصر القدوری کما ھو المعروف عندھم عند اطلاق الکتاب لان القدوری تلمیذ

---

[1] الروایہ (مخطوطہ)

[2] الانتفاع (")

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[4] تقیید (مخطوطہ)

[5] و × (")

تلمیذ تلمیذ الکرخی۔

۲۳۴
قولہ ـــــ و ذکرہ المصنف فی شرحہ[1]

اقول ـــــ و یؤیدہ تعبیر الخانیۃ ان لصاحب الاکثر ان یملک الآجر القیمۃ[2]

۲۳۵
قولہ ـــــ و انہ احسن[3] و نحن نفتی[4]

اقول ـــــ الذی فی القہستانی وفی العقود عنہ حسن بلا ھمزۃ التفضیل۔

۲۳۶
قولہ ـــــ و علیک بالمراجعۃ فانی ضعیف[5]

اقول ـــــ و وجہہ[6] الشامی[7] بتوجیہ ثالث فقال ای اذا کان ذلک البیت مشرفا علی العدو فللغزاۃ دخولہ فتقاتلوا العدو منہ او نحو ذلک فتامل اھ اقول و یظہر لی توجیہ رابع و ھو ان بعض الکفرۃ اذا تکامنوا فی بیت رجل ذمی[8]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[2] ان تملیک الآخر نظمتینہ (مخطوطہ)

[3] احسن (")

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۸

[5] ایضاً : ص ۱۰۹

[6] وجہہ (مخطوطہ)

[7] الشامی (")

[8] وفی (")

او مسلم والغزاة یرون قتلہ وصاحب البیت لایأذن لہم
فی الدخول جاز لہم الہجوم ولو فیہ الحریم فان صاحب
البیت ہو الذی اسقط الحرمۃ بنہیہ ایاہم وخامس
وہو ما اذا اراد الغزاۃ الا لتجاء الی بیتہ لحاجۃ او مصلحۃ
ثم اقول ویمکن ان یکون کل ذٰلک مرادا فان الضابطۃ[1]
ان مواضع الضرورۃ مستثناۃ کما فی الغمز عن التجنیس
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳۷
قولہ ــــ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ[2]

اقول ــــ عجیب فان الاجازۃ لاتلحق بالمعدوم وشرط صحۃ
الاجازۃ قیام المعقود علیہ وہو المنافع ھٰہنا وقد عدمت
نعم یجری ھٰذا التعلیل فیما اذا ستعجل الاجرۃ قبل
انتفاع المستاجر بالمستاجر فرد الی مالک۔

۲۳۸
قولہ ــــ لایجوز دخول بیت انسان[3]

اقول ــــ ھٰذہ المسائل من الاشباہ ولم یتکلم الحموی علی
قولہ الا فی الغز ولشیئ۔

۲۳۹
قولہ ــــ انہ افضل العلماء فی زمانہ[4]

---

[1] الضابط (مخطوط)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۱۰۹

[3] ایضاً

[4] ایضاً : ص ۱۲۹

اقول ـــــ الذی فی المنقول عنہ ص ۴۴۳ وقد ایدہ ما صح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملۃ والدین ابوبکر الیانباوری قد رأی فی المنام انہ شافعی المذہب الخ

قولہ [۲۴۴] ـــــ ولا عبرۃ بغیر الفقہاء و المنقول [۱]

اقول ـــــ اذا وقع کلامہم مخالفا للفقہاء۔

قولہ [۲۴۱] ـــــ ان یقال کجزء منہا فیحل ویحرر [۲]

اقول ـــــ لا احتمال لہذا بعد ما نصوا ان المضغۃ نجسۃ وکذا الولد اذا لم یستہل ومعلوم ان کل نجس حرام۔

قولہ [۲۴۴] ـــــ والذکر والانثیان والمثانۃ [۳]

اقول ـــــ بقی الفرج والمرارۃ فانہما ایضا مکروہان کما سیأتی آخر الکتاب فی مسائل شتی۔

قولہ [۲۴۳] ـــــ وکذا الدم الذی یخرج من اللحم [۴]

اقول ـــــ لکن فی رد المحتار قولہ والدم المسفوح اما الباقی فی العروق بعد الذبح فانہ لا یکرہ وسیذکرہ الطحطاوی [۵]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۵۳

[۲] ایضاً : ص ۱۵۵

[۳] ایضاً : ص ۱۵۷

[۴] ایضاً : ص ۳۶۰

[۵] ط (مخطوطہ)

بمثلہ فی مسائل شتّٰی۔

۲۴۴
قولہ ــــ ھل الکراھۃ تحریمیۃ [1]

اقول ــــ فی الذکر وما بعدہ۔

۲۴۵
قولہ ــــ عن العینی الجریث بکسر الجیم [2]

اقول ــــ صوابہ الوانی فان عبارۃ ابی السعود الجریث سمکۃ متوطیٔ قالہ العینی وقال الوانی الجریث بکسر الجیم۔

۲۴۶
قولہ ــــ قد علمت ان الکراھۃ [3]

اقول ــــ الکراھۃ المقیدۃ بالحل غیر مطلقۃ کما لایخفٰی وانظر ماکتبنا علی ھامش رد المحتار۔

۲۴۷
قولہ ــــ ان تصنع التعویذ لیحبھا زوجھا [4]

اقول ــــ لفظ محمد فی الجامع الصغیر التولہ بکسر التاء وفتح الواو وھو قسم من السحر لیعمل لاجل الحب فلا شک من حرمتہ واما ما کان باسم اللّٰہ تعالٰی او اٰیۃ من الاٰیٰت مظھرا او مضمرا علی ما یعملہ الفاعلون فھٰذا لایظھر بہ بأس والاسماء لھا اثر والحب عند اللّٰہ محبوب واللّٰہ تعالٰی [اعلم] نعم اذا ارادت المرأۃ تسخیر زوجھا بحیث تکون حاکمۃ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۵۷

[2] ایضاً

[3] ایضاً : ص ۱۷۲

[4] ایضاً : ص ۱۸۳

[5] درر (مخطوطہ)

علیہ وھو مطیعا لھا فھذا وکل ما یفعل لھذا حرام لاشک لسا فیہ قلب الموضوع المشروع نال عند ربعل الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وھذا محمل اٰخر للتحریم۔

۲۴۸
قولہ ——— ولعل ھٰذہ العادۃ [1]

اقول ——— ای التخصیص[2] بالفجر والعصر۔

۲۴۹
قولہ ——— کانت فی زمنہ [3]

اقول ——— والافجمیع الصلوات کذٰلک، ھٰذہٖ تتمۃ کلام ابی الحسن۔

۲۵۰
قولہ ——— ان العین اللتی یغلب علی الظن [4]

اقول ——— لفظ الھندیۃ وھٰھنا نقل الطحطاوی[5] کل عین قائم یغلب علی ظنہ انھم اخذوہ من الغیر بالظلم وباعوہ فی السوق فانہ لا ینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولہ الایدی اھ قلت فھذا اوضح وابین للمقصود لیعنی انما لا یجوز شراء تلک العین المغصوبۃ[6] التی یغلب علی الظن

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۰

[2] الخصیص (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۰

[4] ایضاً ؛ ص ۱۹۲

[5] ط (مخطوطہ)

[6] المغصوصہ (")

انما هی المغصوبۃ ۔

۲۵۱
قولہ ــــ وان تداولت الایدی لہ ۔

اقول ــــ لان الحرام یتعدی الذمۃ علی المذهب المختار یستوی الحکم فی العروض والنقود ایضا لان الخبث لعدم الملک فیعمل فیما یتعین و فیما لا یتعین واما علی مذهب الکرخی فیجوز شراء ابدال النقود المغصوبۃ اذا لم یعقد علیہ و ینعقد هنا اما نفس تلک الاموال المغصوبۃ فلا یجوز شراؤها ولا اخذها فی الدین ولا امانۃ ولا بجهۃ مالم یبرأ او یؤدی الضمان بالاجماع لان الخبث لا یزول عن نفس المغصوب الا بذلک ۔

۲۵۲
قولہ ــــ ان یشتری منہ ؎۲

اقول ــــ قلت فان استبدل الغاصب بهذا شیئا آخر لم یجز شراء البدل ایضاً اذا کان المغصوب عما یتعین لانہ انما ملکہ ملکا خبیثا لا یحل لہ الانتفاع بہ قبل البراءۃ علی المذهب المفتی بہ والخبث اذا کان لفساد الملک عمل فیما یتعین الاعلی روایۃ ضعیفۃ وهی حل الانتفاع بمجرد التغیر والخلط وان کان مما لا یتعین جاز شراء البدل لان الخبث لفساد الملک ولا یعمل فیما لا یتعین

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۲

؎۲ ایضاً

الاعلیٰ قول من قال ان الخلط والتغیر لایفید[1] ان الملک اصلا ما لم یرد او یضمن قال الامام مفتی الثقلین علیٰ ھذا اجمع المحققون من اصحابنا فان حینئذ یکون خبث الملک لعدم التعیین فیعمل فیہ فلا تحل الابدال ایضا[2] الا بالابراء[3] او التضمین فاحفظ[4] واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۳
قولہ ——— لعن الحاضر[5]

اقول ——— قلت ای العاصر بقصد المعصیۃ وھو المراد فی کلام الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ فصح التعلیل فانہ بھذا یقصد معصیۃ بنفسہ وزال منافاتہ لما سبق فافہم۔

۲۵۴
قولہ ——— من غیر اشتراط جائز[6]

اقول ——— قلت ومعلوم ان المعھود کالمشروط ولعلہ سبق للمحشی فی الاجارۃ۔

۲۵۵
قولہ ——— ذلک بل الظاھر ان المذھب الحرمۃ اھ[7]

---

[1] لایفید (مخطوط)

[2] الابدال ایضا مکرر (")

[3] بالابراء (")

[4] فاحفظ قبل او التضمین (")

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۶

[6] ایضاً : ص ۲۱۱

[7] ایضاً : ص ۲۳۳

اقول ــــ ولكن الاحاديث تقضي بالجواز والاستحباب وانظر ما قدم الشارح رحمه الله في الحج۔

۲۵۶
قوله ــــ ليس لفظ قيل في نقل المصنف ؎۱

اقول ــــ لكن قال الشامي قوله وقيل اذا ليس الخ كذا عبر في المنح الخ

۲۵۷
قوله ــــ وهو الصحيح وعن ابي يوسف ؎۲

اقول ــــ لكن في الخانية عن العمادية عن الصغرى يفتى بنفاذ بيع المرهون وليس لاحد من الراهن والمرتهن فسخه كما مر في الطحطاوي من الاجارة ص۵۷ والله تعالى اعلم۔

۲۵۸
قوله ــــ من قال بالكراهة ؎۳

اقول ــــ قلت وبه افتى الخير الرملي في الرهن ص۱۷۳۔

۲۵۹
قوله ــــ في حاشية الاشباه وعليه الفتوى ؎۴

اقول ــــ قلت ويجب تقييده بما اذا لم يكن مشروطا في العقد ولا معهودا كالمشروط راجع رد المحتار من البيوع باب القرض ومن اول الرهن وهذا الكتاب

؎۱ حاشية الطحطاوي ، ج۴ ، ص۲۴۴

؎۲ ايضاً : ص۲۴۹

؎۳ ايضاً : ص۲۵۴

؎۴ ايضاً

؎۵ رد المحتار ، ج۴ ، ص۱۷۴

من ص٢٣٦۔

٢٦٠ **قولہ** ـــــ علیہ الصلوٰۃ والسلام [۱]

اقول ـــــ ذکرہ فی تبیین[۲] الحقائق۔

٢٦١ **قولہ** ـــــ فان ذٰلک لایجوز[۳] کذا ھٰھنا [۴]

اقول ـــــ ولایجبر علی التسلیم کمن وھب مال غیرہ فاجاز[۵] لم یصح الا ان یملک برضاہ کما فی العالمگیریۃ اخر الباب الاول من کتاب الوصایا۔

٢٦٢ **قولہ** ـــــ وما ذکرہ من التعلیل [۵]

اقول ـــــ والذی یظھر للعبد الضعیف غفرلہ اللہ تعالیٰ ان السلطان ان ولی قضاء ناحیۃ لرجل واخری لاخر فنصب کل وصیا تفرد کل من صاحبہ لان کلا من القاضیین لہ الانفراد بالتصرف فکذا نائبیھما لما ذکر وان ولی علی بلد واحد قاضیین جملۃ فلیس لاحدھما الانفراد بالقضاء کما فی وکالۃ الاشباہ فکذا الوصیین واللہ تعالیٰ اعلم۔

٢٦٣ **قولہ** ـــــ ھٰذا لو اقرض لایکون خیانۃ [۶]

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ٢٨٠

[۲] تبیین الحقائق (مخطوط)

[۳] یجوز (")

[۴] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ٢٢٣

[۵] ایضاً : ص ٣٣٩

[۶] ایضاً : ص ٣٤٢

اقول ـــ و لکن ضامنا کما فی الشامیۃ عن الخانیۃ۔

۲۶۴ قولہ ـــ و فی الثانی خلاف انتہی [1]

اقول ـــ و قد وفق بان القاضی ان فوض الیہ تفویضا عاما کان وصیہ وصیا و الا لا و سیأتی شرحا منہ۔

۲۶۵ قولہ ـــ لیس لہ ذلک لان اشتغال [2]

اقول ـــ و ینبغی الافتاء قیاسا علی متولی الاوقاف اذا کان منصوب القاضی لیس للقاضی عزلہ[3] بلا حجۃ کمنصوب الواقف علی المفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۶ قولہ ـــ تصرفات الورثۃ [4]

اقول ـــ ای لا برضی الغرماء کما فی الخانیۃ و الحموی۔

۲۶۷ قولہ ـــ لیس بشیء لان[5] خبر المثبت [6]

اقول ـــ لیس بشیء فان الشان اولا فی الثبوت روایۃ ثم فی الثبوت درایۃ اذ لو صح عنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان امرأۃ ماتت و لم تترک الا زوجہا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۴۷

[2] ایضاً

[3] لیس للقاضی، مکرر (مخطوط)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۶۷۔

[5] ان (مخطوط)

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۳۹۴

فاعطاه[1] الميراث[2] كله لم يدل على القول بالرد لان
وقائع[3] العين تحتمل كل احتمال فجاز ان يكون ذلك
الزوج ابن عمها فاعطاه الباقي بالعصوبة[4] اليه جزم
في الاختيار۔

(تمت الحاشية)

---

1 فاء طاه (مخطوطه)

2 الميراثا (")

3 متائع (")

4 بالصوبه (")



کتبه : شاه محمد چشتی عفی عنہ

محلہ محمود پورہ قصور ۲۵ ۷/۸۱